باسمہٖ تعالیٰ

بسلسلہ: اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام

اصلاح واضافہ شدہ جدید ایڈیشن

ماہِ رَجَب

کے فضائل واحکام

مؤلف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسلسلہ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام

اضافہ واصلاح شدہ چوتھا جدید ایڈیشن

ماہِ رجب

کے

فضائل واحکام

قرآن، حدیث، فقہ، تاریخ اور تعلیماتِ اکابر کی روشنی میں
اسلامی وقمری سال کے ساتویں مہینے ''رجب'' کے فضائل ومسائل
احکامات وہدایات، بدعات ومنکرات
ماہِ رجب سے متعلق تاریخی حالات ودلچسپ واقعات

مصنِّف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

Idara Ghufran
www.idaraghufran.org

(جملہ حقوق بحق ادارہ غفران محفوظ ہیں)

نام کتاب: ماہِ رجب کے فضائل واحکام

مصنّف: مفتی محمد رضوان

طباعتِ اوّل: رجب ۱۴۲۳ھ ۔ ستمبر 2002ء، طباعتِ چہارم: ربیع الآخر ۱۴۳۵ھ ۔ فروری 2014ء

صفحات: ۲۴۴

ملنے کے پتے

Idara Ghufran

فہرست

شمار نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۱	**تمہید** (از مؤلف)	۶
۲	**ماہِ رجب کے فضائل واحکام**	۷
۳	ماہِ ’’رجب‘‘ اسلامی سال کا ساتواں مہینہ	//
۴	رجب کی لفظی ومعنوی تحقیق	//
۵	ماہِ رجب عظمت وفضیلت والا مہینہ	۱۰
۶	ماہِ رجب میں روزے رکھنا مستحب ہے	۲۲
۷	**ماہِ رجب کی بدعات ومنکرات**	۴۲
۸	(۱)......رجب یا اس کی مخصوص راتوں کے غیر مستند فضائل	//
۹	(۲)......زمانۂ جاہلیت اور رجب کی قربانی	۴۷
۱۰	(۳)......ماہِ رجب اور زکاۃ	۵۳
۱۱	(۴)......تبارک کی رسم	۵۵
۱۲	(۵)......بی بی فاطمہ کی کہانی اور صحنک	۵۷
۱۳	**(۶)......بائیس رجب کے کونڈوں کا تفصیلی جائزہ**	۵۹
۱۴	کونڈوں کی رسم کے ناجائز ہونے پر چند فتاویٰ	۶۲
۱۵	کونڈوں کے کھانے میں شرکت کا شرعی حکم	۷۴
۱۶	کونڈوں کی مروّجہ رسم میں پائی جانے والی خرابیاں	۷۵
۱۷	**ستّائیس رجب کے منکرات اور رسمیں**	۷۷
۱۸	(۱)......ستائیس رجب کو شبِ معراج قرار دینا اور اس رات کی فضیلت میں غلو	//

Idara Ghufran

۱۹	(۲)......ستّائیس رجب کا جلسہ	۸۸
۲۰	(۳)......ستّائیس رجب کی رات میں خاص طریقے پر نمازیں پڑھنا	۹۳
۲۱	(۴)......ہزاری روزہ	۹۸
۲۲	**اسراء ومعراج کی حقیقت**	۱۰۴
۲۳	**معراج کے واقعات ومناظر**	۱۱۱
۲۴	معراج سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک چاک کیا گیا	//
۲۵	حضرت ابوبکر کے اسراء کی تصدیق سے ''صدیق'' کا لقب	۱۱۴
۲۶	بیتُ المقدس میں حاضری اور مشرکین کے سامنے اُس کی صفات کا اظہار	۱۱۶
۲۷	براق پرسوار ہونا، اور براق کا شوخی کرنا	۱۲۰
۲۸	مسجدِ اقصیٰ میں حاضری اور براق کو باندھنا	۱۲۱
۲۹	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیتُ المقدس میں انبیائے کرام کی امامت فرمانا	۱۲۳
۳۰	ساتوں آسمانوں پر مختلف انبیائے کرام سے سلام وکلام	۱۳۲
۳۱	حضرت آدم کا جنّتی روحوں سے خوش اور جہنمی روحوں سے ناخوش ہونا	۱۳۸
۳۲	سدرۃُ المنتہٰی اور اس کی زیارت	۱۳۹
۳۳	بیتُ المعمور اور اس کی زیارت	۱۴۴
۳۴	چند چیزوں میں سے دودھ کا انتخاب	۱۴۶
۳۵	عالیشان نہرِ کوثر، دودھ، شراب، پانی اور شہد کی نہروں کی زیارت	۱۵۲
۳۶	فیصلے لکھنے والے قلموں کی آواز کا سننا	۱۶۱
۳۷	پہلے پچاس اور بعد میں پانچ نمازوں کی فرضیت	۱۶۲
۳۸	ایک نیکی کا ثواب دس کے برابر اور ایک برائی کا گناہ ایک کے برابر	۱۶۹
۳۹	جنت اور جہنّم کی زیارت	۱۷۲

www.idaraghufran.org

۴۰	جنت کی مٹی	۱۷۴
۴۱	مشرک کی مغفرت نہ ہونے کا فیصلہ	۱۷۵
۴۲	حضرت جبریلِ امین کو اصلی صورت میں دیکھنا	۱۷۶
۴۳	حضرت جبریل کا اللہ کے خوف سے کمزور ہونا	۱۷۸
۴۴	حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، دجّال اور داروغۂ جہنم کو دیکھنا	۱۷۹
۴۵	جنت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے محل کی زیارت	۱۸۱
۴۶	حضرت زید بن حارثہ اور اُن کی حور کی زیارت	۱۸۲
۴۷	جنت میں حضرت بلال کے قدموں کی آہٹ کا سُننا	۱۸۴
۴۸	سبحان اللہ، الحمدلِلّٰہ، لا الٰہ الا اللہ، لاحول ولاقوۃ الا باللہ کی فضیلت	۱۸۵
۴۹	آسمانوں پر ایک تسبیح کا سُننا	۱۸۷
۵۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا	۱۸۸
۵۱	طَیبہ، طورِسینا اور بیتِ لحم میں نماز پڑھنا	۱۹۰
۵۲	یہودیت وعیسائیت کے داعی اور دنیا کا آپ کو پکارنا	۱۹۵
۵۳	حضرت ابراہیم، موسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام کا سلام کرنا اور شیطان کا پکارنا	۱۹۷
۵۴	حضرت ابراہیم، موسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام کا قیامت کے متعلق گفتگو کرنا	۲۰۰
۵۵	فرعون کی قتل کی ہوئی ایک مؤمنہ عورت کی قبر سے خوشبو کا آنا	۲۰۳
۵۶	دوسروں کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور خود عمل نہ کرنے والے	۲۰۵
۵۷	سود خور کو عذاب میں مبتلا دیکھنا	۲۰۷
۵۸	غیبت اور آبروریزی کرنے والے	۲۰۸
۵۹	کچھنے (یعنی حجامہ) لگوانے (Cupping Therapy) کی تاکید	۲۰۹
۶۰	اہم بات	۲۱۱
۶۱	**ماہِ رجب کے چند اہم تاریخی واقعات**	۲۱۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(از مؤلف)

اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام کے سلسلہ میں بندہ نے ’’ماہِ رجب کے فضائل واحکام‘‘ کے عنوان سے یہ کتابچہ کئی سال پہلے مرتب کیا تھا، جو اس سے قبل کئی مرتبہ شائع ہو چکا ہے، تیسری مرتبہ جب اس کی اشاعت کی نوبت آئی، تو بندہ نے اس پر نظرِ ثانی کی۔

اوراصل مراجع ومآخذ کو ملاحظہ کیا، جس کے نتیجہ میں کئی جگہ حذف واضافہ کرنا پڑا۔

مگر بحمداللہ تعالیٰ اصل مآخذ ومراجع کی وجہ سے اس کی افادیت میں اضافہ ہوگیا، اوراسی کے ساتھ متن اورحواشی میں اصل عبارات کو شامل وداخل کرنے کی وجہ سے بندہ کی دیگر کتب کی طرح اس کا حجم بھی بڑھ گیا۔

اوراب جبکہ چوتھی مرتبہ اس کی اشاعت کا موقع آیا، تو بندہ نے چندایک مواقع پر مزید اصلاح کی۔

اب بندہ کے نزدیک موجودہ ایڈیشن پہلے کے مقابلہ میں زیادہ مستند ومعتبر ہے۔

اورموجودہ اور سابقہ ایڈیشنوں میں کسی جگہ حذف واضافہ وغیرہ کا فرق ہونے کی صورت میں موجودہ ایڈیشن کو راجح سمجھا جائے، اورسابقہ کو مرجوح۔

امید ہے کہ موجودہ ایڈیشن ان شاءاللہ تعالیٰ عام لوگوں کے علاوہ اہلِ علم حضرات کے لئے بھی مفید ہوگا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو نافع ومفید بنائیں، اور دنیاوآخرت کے اعتبار سے خیر کا باعث بنائیں۔آمین۔

فقط، وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان

مورخہ: ۲٦/ ربیعُ الاول/ ۱۴۳۵ھ۔28 / جنوری/ 2014ء، بروز منگل

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

www.idaraghufran.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہِ رجب کے فضائل واحکام

ماہِ ''رجب'' اسلامی سال کا ساتواں مہینہ

ماہِ ''رجب'' اسلامی سال کا ساتواں قمری مہینہ ہے، رجب کے تلفظ میں '' رَ'' اور ''جَ'' دونوں پر زبر ہے، اور یہ ہمیشہ مذکر استعمال ہوتا ہے۔

رجب کی لفظی ومعنوی تحقیق

رجب دوسرے مہینوں کی طرح عربی کا لفظ ہے، جو عربی کے لفظِ ''ترجیب'' سے بنا ہے، اور ترجیب کے معنیٰ تعظیم وتکریم کے آتے ہیں، اور رجب کے ساتھ مرجَّب کا لفظ لگا کر بھی اسی معنیٰ کی نسبت کا لحاظ کیا جاتا ہے، کیونکہ مرجَّب کے معنیٰ تعظیم کئے ہوئے کے آتے ہیں۔

یہ مہینہ سال کے ان چار مہینوں میں سے ایک ہے جن مہینوں کی اسلام میں ابتدا سے ہی تعظیم وتکریم کی گئی ہے۔ [1]

---

[1] اور عربی میں رجب منصرف اور غیر منصرف دونوں طریقے سے استعمال ہوتا ہے۔

ومن الْمُرَغَّبِ فی صَوْمِهِ شَهْرُ رَجَبَ بِالصَّرْفِ وَعَدَمِهِ وهو مُشْتَقٌّ من التَّرْجِيبِ وهو التَّعْظِيمُ وَيُسَمَّى بِالْأَصَمِّ بِالْمِيمِ لِأَنَّ الْعَرَبَ كانت لَا تَسْمَعُ فيه صَوْتَ السِّلَاحِ وهو فَرْدٌ من الْأَشْهُرِ الْحُرُمِ وَبَقِيَّتُهَا الثَّلَاثَةُ مُتَوَالِيَةٌ الْقِعْدَةُ والحجه وَالْمُحَرَّمُ(الفواكه الدوانی علی رسالة ابن أبی زيد القيروانی، ج۲ص۲۷۳،باب جمل من الفرائض والسنن الواجبة والرغائب)

رجب من الترجيب وهوالتعظيم ويجمع على ارجاب ورجاب ورجبات(تفسير ابن كثير ج ۲ ص ۴۶۶،الجزء العاشر،سوره توبه تحت آيت ۳۶)

قوله ورجب مضر إنما أضيف رجب إلى مضر التی هی القبيلة لأنهم كانوا يعظمونه ولم يغيروه عن مكانه ورجب من الترجيب وهو التعظيم ويجمع على أرجاب ورجاب ورجبات(عمدة القاری ،شرح البخاری لبدرالدين عينی جلد۱۸ ص ۲۶۶ ، كتاب تفسير القرآن،سورة التوبة)

رجب بفتحتین ماخوذ از ترجیب کہ بمعنی تعظیم ست چون این ماہ را عرب شہر اللہ گفتندے وتعظیم کردندے لہٰذا باین اسم مسمے شدہ (غیاث اللغات ص۲۳۰)

اورعربی میں رجب کے ساتھ ''مُضَر'' کی نسبت بھی لگائی جاتی ہے، اور کہا جاتا ہے ''رجبُ مُضَر'' اور ''مُضَر'' دراصل عرب میں ایک قبیلے کا نام تھا، جو کہ رجب کے مہینے کی بہت زیادہ تعظیم کرتا تھا، بلکہ اس مہینے کی تعظیم میں غلو سے کام لیتا تھا، اس لئے یہ مہینہ اس قبیلے کے نام کے ساتھ مشہور ہو گیا تھا۔ [1]

عرب کے لوگ اسلام کی آمد سے پہلے بھی اس مہینہ کی تعظیم وتکریم کرتے تھے۔

بعض حضرات نے رجب کے معنیٰ ڈرنے کے ذکر کئے ہیں، اس معنیٰ کے اعتبار سے اس مہینہ کے نام رکھنے کی وجہ یہ قرار دی گئی ہے تاکہ اس مہینہ میں لوگ اللہ سے ڈریں اور خوف کریں، اور اس مہینہ میں لڑائی جھگڑے، اور گناہوں سے بچیں۔ [2]

بعض حضرات نے رجب کے مہینہ کو ''اَصَم'' بھی کہا ہے، جس کے عربی میں معنیٰ بہرے کے

---

[1] (رجب) رجب الرجل رجبا فزع ورجب رجبا ورجب يرجب استحيا قال فغيرک يستحيي وغيرک يرجب ورجب الرجل رجبا ورجبه يرجبه رجبا ورجوبا ورجبه وترجبه وأرجبه كله هابه وعظمه فهو مرجوب وأنشد شمر أحمد ربي فرقا وأرجبه أي أعظمه ومنه سمي رجب ورجب بالكسر أكثر قال : إذا العجوز استنخبت فانخبها ...ولا تهيبها ولا ترجبها
وهكذا أنشده ثعلب ورواية يعقوب في الألفاظ ولا ترجبها ولا تهبها شمر رجبت الشيء هبته ورجبته عظمته ورجب شهر سموه بذلک لتعظيمهم إياه في الجاهلية عن القتال فيه ولا يستحلون القتال فيه وفي الحديث رجب مضر الذي بين جمادى وشعبان قوله بين جمادى وشعبان تأكيد للبيان وإيضاح له لأنهم كانوا يؤخرونه من شهر إلى شهر فيتحول عن موضعه الذي يختص به فبين لهم أنه الشهر الذي بين جمادى وشعبان لا ما كانوا يسمونه على حساب النسيء وإنما قيل رجب مضر إضافة إليهم لأنهم كانوا أشد تعظيما له من غيرهم فكأنهم اختصوا به والجمع أرجاب تقول هذا رجب فإذا ضموا له شعبان قالوا رجبان والترجيب التعظيم وإن فلانا لمرجب ومنه ترجيب العتيرة وهو ذبحها في رجب وفي الحديث هل تدرون ما العتيرة ؟ هي التي يسمونها الرجبية كانوا يذبحون في شهر رجب ذبيحة وينسبونها إليه والترجيب ذبح النسائک في رجب يقال هذه أيام ترجيب وتعتار وكانت العرب ترجب وكان ذلک لهم نسكا أو ذبائح في رجب أبو عمرو الراجب المعظم لسيده ومنه رجبه يرجبه رجبا ورجبه يرجبه رجبا ورجوبا ورجبه ترجيبا وأرجبه ومنه قول الحباب عذيقها المرجب قال الأزهري أما أبو عبيدة والأصمعي فإنهما جعلاه من الرجبة لا من الترجيب الذي هو بمعنى التعظيم (لسان العرب -لابن منظور، مادة رجب)

[2] يقال رجبته اذارهبته وعظمته ومنه رجب مضر،لان الكفار كانوايهابونهٗ ويعظمونهٗ ولايقاتلون فيه ، ومعنى المثل اذاخوفتک العجوزنفسهافخفهالاتذکرمنک ماتكره (مجمع الامثال ج ا ص ۲۸ للميداني)

www.idaraghufran.org

آتے ہیں، جس کی وجہ یہ ہے کہ اس مہینہ میں قتل وغارت گری بند ہوجاتی تھی اور راستے پُر امن ہوجاتے تھے، اور پورے مہینہ میں امن وامان رہتا تھا، اور کسی اسلحہ کی آواز سنائی نہیں دیتی تھی، اس لئے لوگوں کی حالت کے مطابق اس مہینہ کا نام ''اَصَم'' بمعنٰی بہرا بھی رکھا گیا، کیونکہ اس مہینہ میں اسلحوں اور لڑائی جھگڑوں کی آوازیں خاموش ہوجانے کی وجہ سے لوگوں کی حالت بہروں کی طرح ہوجاتی تھی۔ [۱]

لیکن بعض لوگوں میں جو رجب کے مہینہ کے بارے میں بہرا ہونے کے معنٰی کی وجہ سے یہ مشہور ہوگیا ہے کہ قیامت کے دن یہ مہینہ بہرا ہوجائے گا، اور لوگوں کے عیبوں اور جرائم کے متعلق گواہی نہیں دے گا، اور کہے گا کہ میں تو بہرا ہوں، مجھے کسی کے قول وفعل کا علم نہیں۔

اس کی کوئی اصلیت نہیں، بلکہ یہ لوگوں کی خودساختہ اور من گھڑت باتیں ہیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ''ماثبت بالسنۃ فی ایام السنۃ'' ص۱۶۹تا۱۷۰، از شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ، بتغیر) [۲]

---

[۱] عن بیان ، قال سمعت قيس بن أبى حازم وذكرنا رجبا فقال كنا نسميه الأصم فى الجاهلية ، من حرمته أو شدة حرمته فى أنفسنا قال الشيخ رضى الله عنه إنما كانوا يسمون رجبا الأصم ؛ لأنه كان لا يسمع فيه قعقعة السلاح (فضائل الاوقات للبيهقى، باب فى فضل شهر رجب، حديث نمبر ۴)

[۲] ابوالخطاب ابنِ دحیہ کلبی نے اس مہینہ کے اٹھارہ نام ذکر کئے ہیں، جن میں زمانۂ جاہلیت کے نام بھی شامل ہیں۔

وله ثمانية عشر اسماً :**أحدها** :رجب لأنه كان يُرجَّبُ فى الجاهلية أى يُعظم،، يقال :رجّبت الرجل إذا عظمتَه ورجل رجيب أى عظيم، فكانوا يعظمونه لتعظيم آلهتهم فيه بذبحهم لها، وَقيل :إنه مأخوذ منُ رجَبَ العود للنبات إذا خرج واحداً يقولون :قد رجب، فإذا انفتح قيل :انُشعب.

الثانى :الأصم لأنه ما كان يُسمع فيه قعقَعة سلاح لتعطيلهم الحَرب فيه ولا قولهم :يا صَباحاه.

الثالث :الأصب لأن كفارَ مُضَر كانت تقُول :إن الرحُمة تنصَبُّ فيه صباً، وَقد نُهينا عن موافقتهم فيما يعتقدون......**الرابع** :رَجَمٌ بالميم لأنه تُرجم فيه الشياطين أى تُطرد فى قول مُضر أيضاً.

الخامس :الشهر الحرام لأن مضر كانت تقُول :عِظَم الذنب فيه كما فى البلد الحرام، وموافقتهم مكروهة بل منُهىّ عنها وإن كانَ الذنب حيث كانَ وفى أىّ وقت كان فى رجَب وغيره عَظيماَ، لأن مُضَر كانتُ تخُصّ رَجباً بهذا الاسم، فجَاء َالنص على أن الأشهر أرُبعة حُرُم مخالفاً لهم، لأن رَجباً يكون واحداً منها فلا معنى لتخصيصه بهذا .**السادس** :الهَرِم لأن حرُمتَه قديمة من زمن مُضَر بن نزار بن معد بن عدنان وهو ثامِن عشر أباً للنبى صلى الله عليه وسلم .**السابع** :المقيم لأن حرمتَهُ ثابتة لم تنسخ، لأنه أحدُ الأشهر الأربعة الحرم كما ذكرناه .**الثامن** :المعلى لأنه رفيع عندهم فيما بين الشهور.**التاسع** :الفرُد وهذا اسم شرعى، لأن الأشهر الحرم الأُخرَ وهى :ذو القعدة وذو الحجة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ماہِ رجب عظمت وفضیلت والا مہینہ

رجب کا مہینہ ان چار مہینوں میں سے ہے جو کہ حُرمت، عظمت وفضیلت والے ہیں۔

اور وہ چار مہینے درجِ ذیل ہیں:

(۱) ذیقعدہ **(۲)** ذی الحجہ **(۳)** محرم **(۴)** رجب

ان میں سے پہلے تین مہینے تو لگاتار ہیں، اور ایک رجب کا مہینہ الگ ہے۔

ان چار مہینوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں عظمت واحترام والے مہینے قرار دیا ہے۔ [۱]

چنانچہ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وَالـمحرّم سُردٌ، أى متتابعة وَرجب فرد .**العاشر** :مُنُصِل الأسِنّة بكسر الصاد، قال أبو عُبيد الهروى وغيره :أنـصـلت الرمح نزعْت نصله، ونَصّلته جَعلت له نَصْلاً...... **الحادى عشر** :منْ أسمائه مُنُصِل الأَلِّ، وَالأَل هـا هنا جَمْع ألةٍ وهى الحرْبة، قال الأعشى :تَـدارَكَهُ فى مُنصِلِ الأَلِّ بَعْدَما مَضَى غَيْرَ دَأْدَاءٍ وقد كادَ يَعْطَبُ ......

الثانى عشر :مُنَزِّع الأسنة لأنهم كانوا ينْزِعون الأسنّةَ من الرماح فيه ولا يقاتلون، وهذا كالذى قبلَه. **الثالث عشر** :سُـمّـى رَجَباً لترك القتال فيه من قول العرب :رجـل أرُجـب إذا كان أقطَع لا يمكنه العملُ، ذكره الإمام الزاهد أبو بكر محمد بن الوليد الفهرى فى كتاب "ذكر الحوادث والبدع"اهـ

الرابع عشر :كان يُسمى فى الجاهلية شهر العتيرة، وذلك من فساد السريرة............

الخامس عشر :المُبْرى لأنه كان عندهم فى الجاهلية مَنْ لا يستحل القتالَ فيه برىء مِنَ الظلم والنفاق

السادس عشر :الـمـقشُـقـش لأنّ به كان يتميز فى الجاهلية أيضاً المتمسك بدينه من المقاتل فيه الـمستـحـل لـه، وقدْ أذهب الله جل وعَلا أمر الجاهلية وغَزا فيه فى الإسلام سيد الأنام محمد عليه أفضل الصلاة وأشرف السلام.**السابع عشر** :شهـرُ الـله وُضع فى الإسلام على مَا سأذكره بعد هذا بعَون الله ذى الجلال والإكرام .**الثامن عشر** :أنه مشتقٌ من الرَّواجب، والرواجب ظهور السُّلاميَّات واحـدها راجِبَة، والسلامى كل عظم ومَفُصِلِ، وأصُله عظام الكفّ والأكارع، قال النّحوى أبو جعفر أحـمدُ بن محمد بن إسماعيلَ :البـراجـم حقيقتها مَا نَتَأ إذا أغلق الإنسانُ يده، وَالرواجبُ ما توسَّط بيـنهـما، وَكذلك ما بيْن الأنامل والبراجم يُقال لها أيضاً :رواجـبُ، وحكى عن محمد بن يزيدَ اُنه قال :مـنُ هذا اشتق اسمُ رجب لأنه فى وَسَطِ السَّنَةأداء ما وجب من بيان وضع الوضاعين فى رجب، لابن دحية الكلبى، ص ۳۰ تا ۴۴ ملخصاً،باب فى ذكر رجب)

[۱] اعـلـم أن شهر رجب من الأشهر الحرم التى قال الله عز وجل :(إن عـدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا فى كتاب الله يوم خلق السموات والأرض منها أربعة حرم ذلك الدين القيم فلا تظلموا فيهن أنفسكم الآية(فضائل الاوقات للبيهقى ،باب فى فضل شهر رجب)

Idara Ghufran

”اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَاللهِ اثْنَاعَشَرَ شَهْرًا فِىْ كِتٰبِ اللهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ“ (سورہ توبہ آیت ۳۶ پ ۱۰)

ترجمہ: یقیناً شمار مہینوں کا (جو کہ) کتابُ اللہ میں اللہ کے نزدیک (معتبر ہیں) بارہ مہینے (قمری) ہیں (اور کچھ آج سے نہیں بلکہ) جس دن اللہ نے آسمان اور زمین پیدا کئے تھے (اسی روز سے، اور) ان میں چار خاص مہینے احترام کے ہیں (ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب) یہی (امرِ مذکور) دینِ مستقیم ہے (یعنی ان مہینوں کا بارہ ہونا اور چار کا بالتخصیص اَشْھُرِ حُرُم ہونا) سوتم ان مہینوں کے بارے میں (گناہ کر کے) اپنی جانوں پر ظلم مت کرنا (ترجمہ ختم)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ السَّنَةُ اِثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِّنْهَااَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلٰثٌ مُّتَوَالِيَاتٌ ذُوالْقَعْدَةِ وَذُوالْحَجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرُ الَّذِىْ بَيْنَ جُمَادٰى وَشَعْبَانَ (بخاری) [۱]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (حجۃ الوداع کے موقعہ پر اپنے خطبہ میں) فرمایا کہ (اس وقت) زمانہ اسی حالت پر (گھوم پھر کر) آ گیا ہے، جس حالت پر اس وقت تھا، جب اللہ نے زمین وآسمان کو پیدا کیا تھا (یعنی اب اس کے دنوں اور مہینوں میں کمی زیادتی نہیں ہے جو جاہلیت کے زمانے میں مشرک کیا کرتے تھے۔ اب وہ ٹھیک ہو کر اس طرز پر آ گئی ہے جس پر ابتداء اور اصل میں تھی لہٰذا) ایک سال بارہ مہینہ کا ہوتا ہے، ان میں چار مہینے حرمت وعزت والے ہیں جن میں تین مہینے مسلسل ہیں یعنی ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور ایک مضر (قبیلہ کی طرف منسوب) رجب کا مہینہ ہے جو کہ

[۱] حدیث نمبر ۴۶۶۲، کتاب تفسیر القرآن، باب قوله إن عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا فى كتاب الله، دارطوق النجاة، بيروت، واللفظ لهٗ، وحديث نمبر ۳۱۹۷، مسلم حديث نمبر ۴۴۷۷، ابو داوٗد حديث نمبر ۱۹۴۹، مسند احمد حديث نمبر ۲۰۳۸۶.

جمادی الاخریٰ اور ماہِ شعبان کے درمیان میں واقع ہے (ترجمہ ختم)

سورہ توبہ کی مذکورہ آیت میں پہلے تو ارشاد ہے کہ:

’’ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَاللّٰهِ اثْنَاعَشَرَ شَهْرًا ‘‘

اس میں لفظِ’’ عِدَّةَ ‘‘تعداد کے معنٰی میں ہے،اور’’شُهُوْر‘‘ ’’ شَهْر ‘‘ کی جمع ہے،شَھر کا معنٰی مہینہ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ متعین ہے،اس میں کسی کو کمی بیشی کا کوئی اختیار نہیں۔

اس کے بعد’’فِیْ کِتٰبِ اللّٰهِ ‘‘ کا لفظ بڑھا کر بتلا دیا کہ یہ بات ازل سے لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی تھی پھر’’یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ‘‘فرما کر اشارہ کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اس معاملہ میں اگرچہ ازل میں جاری ہو چکا تھا،لیکن یہ مہینوں کی ترتیب اور تعیین اس وقت عمل میں آئی جب آسمان وزمین پیدا کئے گئے۔

پھر ارشاد فرمایا کہ: ’’مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ‘‘

یعنی ان بارہ مہینوں میں سے چار مہینے حرمت (عظمت) والے ہیں۔

ان کو حرمت والا دو معنٰی کے اعتبار سے کہا گیا،ایک تو اس لئے کہ ان میں قتل وقتال حرام ہے،دوسرے اس لئے کہ یہ مہینے متبرک اور واجبُ الاحترام ہیں،ان میں عبادات کا ثواب زیادہ ملتا ہے۔

ان میں سے پہلا حکم تو شریعتِ اسلام میں منسوخ ہو گیا،مگر دوسرا حکم احترام وادب اور ان میں عبادت گذاری کا اہتمام اسلام میں اب بھی باقی ہے۔

حجۃُ الوداع کے خطبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (چار عظمت والے) مہینوں کی تشریح یہ فرمائی کہ تین مہینے مسلسل ہیں،ذی القعدہ،ذی الحجہ، محرم،اور ایک مہینہ رجب کا ہے۔

’’مضر‘‘عرب میں ایک قبیلہ کا نام تھا،یہ قبیلہ ماہِ رجب کا بہت زیادہ احترام کرتا تھا،اس لئے یہ مہینہ اس قبیلہ کے نام کے ساتھ مشہور ومعروف ہو گیا تھا،اور بعض حضرات نے فرمایا کہ بعض قبائل رجب کسی اور مہینے کو کہتے تھے۔

اورقبیلۂ مضر کے نزدیک رجب وہ مہینہ تھا جو جمادی الاخریٰ اورشعبان کے درمیان ہے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رجبُ مضر فرما کر یہ وضاحت فرمادی کہ جو جمادی الاخریٰ اورشعبان کے درمیان ہے، ماہِ رجب سے وہ مراد ہے۔ [1]

---

[1] وكانت مضر تبالغ في تعظيم شهر رجب فلهذا أضيف إليهم في حديث أبي بكرة حيث قال رجب مضر كما سيأتي والظاهر أنهم كانوا يخصونه بمزيد التعظيم مع تحريمهم القتال في الأشهر الثلاثة الأخرى إلا أنهم ربما أنسأوها بخلافه(فتح البارى لابنِ حجر، ج ا ص ۱۳۲، قوله باب أداء الخمس من الإيمان)

قوله ورجب مضر أضافه إليهم لأنهم كانوا متمسكين بتعظيمه بخلاف غيرهم فيقال إن ربيعة كانوا يجعلون بدله رمضان وكان من العرب من يجعل في رجب وشعبان ما ذكر في المحرم وصفر فيحلون رجبا ويحرمون شعبان ووصفه بكونه بين جمادى وشعبان تأكيدا وكان أهل الجاهلية قد نسئوا بعض الأشهر الحرم أي أخروها فيحلون شهرا حراما ويحرمون مكانه آخر بدله حتى رفض تخصيص الأربعة بالتحريم أحيانا (فتح البارى لابنِ حجر ج۸ص ۳۲۵،كتاب تفسير القرآن، قوله باب قوله إن عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا)

قوله :(رجب مضر) ، إنما أضيف رجب إلى هذه القبيلة لأنهم كانوا يحافظون على تحريمه أشد من سائر العرب، وإنما قال :(بين جمادى وشعبان) تأكيدا وإزاحة للريب الحادث فيه بسبب النسيء ، وكانوا يحلون الشهر الحرام ويحرمون مكانه شهرا آخر لغرض من الأغراض، والنسيء تأخير حرمة شهر إلى شهر آخر، وقد أبطل الشارع هذا وأعاد الأشهر الحرم على ما كانت عليه(عمدة القارى للعينى، ج۸ص ۴۲،كتاب المغازى، باب حجة الوداع)

قوله ورجب مضر إنما أضيف رجب إلى مضر التي هي القبيلة لأنهم كانوا يعظمونه ولم يغيروه عن مكانه ورجب من الترجيب وهو التعظيم ويجمع على أرجاب ورجاب ورجبات وقوله بين جمادى وشعبان تأكيد والمراد بجمادى جمادى الآخرة وقد يذكر ويؤنث فيقال جمادى الأول والأولى وجمادى الآخر والآخرة ويجمع على جمادات كحبارى وحباريات وسمي بذلك لجمود الماء فيه قلت كأنه حين وضع أولا اتفق جمود الماء فيه وإلا فالشهور تدور(عمدة القارى، ج۱۸ ص ۲۶۶،كتاب تفسير القرآن، باب قوله إن عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا)

ورجب مضر الذي بين جمادى وشعبان وإنما قيده هذا التقييد مبالغة في إيضاحه وإزالة للبس عنه قالوا وقد كان بين بني مضر وبين ربيعة اختلاف في رجب فكانت مضر تجعل رجبا هذا الشهر المعروف الآن وهو الذي بين جمادى وشعبان وكانت ربيعة تجعله رمضان فلهذا أضافه النبي صلى الله عليه وسلم إلى مضر وقيل لأنهم كانوا يعظمونه أكثر من غيرهم وقيل إن العرب كانت تسمى رجبا وشعبان الرجبين وقيل كانت تسمى جمادى ورجبا جمادين وتسمى شعبان رجبا (شرح النووى علىٰ مسلم ج ۱۱ ص۱۶۸ ،كتاب القسامة والمحاربين ، باب المجازاة بالدماء في الآخرة)

وإنما قال "رجب مضر بين جمادى وشعبان "دون رمضان الذي يسميه ربيعة رجب(احكام القرآن جصاص، ج۳ص ۱۴۱ ، سورة برأة)

www.idaraghufran.org

اس کے بعد ارشاد ہے کہ:

”ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ“ ”یہ ہے دینِ مستقیم“

یعنی مہینوں کی تعیین اور ترتیب اور ان میں ہر مہینے خصوصاً اشہرِ حرم (چار عظمت والے مہینوں) کے متعلق جو احکام ہیں اِن کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق رکھنا ہی دینِ مستقیم ہے، اس میں اپنی طرف سے کمی، بیشی اور تغیر وتبدل کرنا (جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں کیا جاتا تھا) کج فہمی اور کج طبعی کی علامت ہے۔

پھر آگے ارشاد ہے کہ:

”فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْهِنَّ اَنْفُسَکُمْ“

یعنی ان مقدس مہینوں میں تم اپنے آپ پر ظلم نہ کر بیٹھنا۔

کہ ان کے معیّنہ احکام واحترام کی خلاف ورزی کرو، یا ان میں عبادت گذاری میں کوتاہی کرو۔

چنانچہ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَکَانَ ذٰلِکَ فِیْ أَوَّلِ الْإِسْلَامِ أَنْ لَّا یُقَاتِلُوْا ثُمَّ أَذِنَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ قَتْلِ الْمُشْرِکِیْنَ فِیْ جَمِیْعِ الْأَوْقَاتِ وَبَقِیَتْ حُرْمَةُ الْأَشْهُرِ الْحُرُمِ فِیْ تَضْعِیْفِ الْأُجُوْرِ وَالْأَوْزَارِ فِیْهَا حِیْنَ خَصَّ اللّٰهُ تَعَالٰی هٰذِهِ الْأَشْهُرَ بِزِیَادَةِ الْمَنْعِ فِیْهِنَّ عَنِ الظُّلْمِ (شعب الایمان للبیهقی) [1]

ترجمہ: اور ابتدائے اسلام میں یہ حکم تھا کہ (ان چار مہینوں میں) قتال نہ کریں، پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین سے سب اوقات میں قتال کرنے کی اجازت دے دی، اور حرمت والے (چار مہینوں) کی تعظیم باقی رہی، نیکیوں کا اجروثواب اور گناہوں کی شدت زیادہ ہونے میں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان چار مہینوں میں ظلم کرنے سے بطورِ خاص منع فرمایا ہے (ترجمہ ختم)

بعض حضرات نے گزشتہ آیت کی تفسیر کے ضمن میں فرمایا کہ اس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے

---

[1] تحت حدیث رقم ۳۵۲۳، کتاب الصیام، مکتبة الرشد للنشر والتوزیع بالریاض.

www.idaraghufran.org

کہ ان (چار) متبرک مہینوں کا خاصہ یہ ہے کہ ان میں جو شخص کوئی عبادت کرتا ہے اس کو بقیہ مہینوں میں بھی عبادت کی توفیق اور ہمت ہوتی ہے، اسی طرح جو شخص کوشش کر کے ان مہینوں میں اپنے آپ کو گناہوں اور بُرے کاموں سے بچالے تو باقی سال کے مہینوں میں اس کو ان برائیوں سے بچنا آسان ہوجاتا ہے، اس لئے ان مہینوں سے فائدہ نہ اٹھانا ایک عظیم نقصان ہے (معارف القرآن ج ۴ ص ۳۷۱ تا ۳۷۳) ۱

اور حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت ہے کہ:

اِخْتَارَ اللّٰهُ الْبِلَادَ فَأَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللّٰهِ الْبَلَدُ الْحَرَامُ، وَاخْتَارَ الزَّمَانَ فَأَحَبُّ الزَّمَانِ إِلَى اللّٰهِ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ، وَأَحَبُّ الْأَشْهُرِ الْحُرُمِ إِلَى اللّٰهِ ذُو الْحِجَّةِ، وَأَحَبُّ ذِوِى الْحِجَّةِ إِلَى اللّٰهِ الْعَشْرُ الْأَوَّلُ، وَاخْتَارَ اللّٰهُ الْأَيَّامَ

---

۱ قوله تعالى :(مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ) وهى التى بينها النبى صلى الله عليه وسلم بأنها ذو القعدة وذو الحجة والمحرم ورجب، ,والعرب تقول :ثلاثة سرد وواحد فرد، وإنما سماها حرما لمعنيين: أحدهما :تحريم القتال فيها، وقد كان أهل الجاهلية أيضا يعتقدون تحريم القتال فيها، وقال الله تعالى :(يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ) . والثانى :تعظيم انتهاك المحارم فيها بأشد من تعظيمه فى غيرها، وتعظيم الطاعات فيها أيضا .وإنما فعل الله تعالى ذلك لما فيه من المصلحة فى ترك الظلم فيها لعظم منزلتها فى حكم الله والمبادرة إلى الطاعات من الاعتماد والصلاة والصوم وغيرها، كما فرض صلاة الجمعة فى يوم بعينه، وصوم رمضان فى وقت معين، وجعل بعض الأماكن فى حكم الطاعات، ومواقعة المحظورات أعظم من حرمة غيره نحو بيت الله الحرام ومسجد المدينة، فيكون ترك الظلم والقبائح فى هذه الشهور والمواضع داعيا إلى تركها فى غيره، ومصير فعل الطاعات والمواظبة عليها فى هذه الشهور وهذه المواضع الشريفة داعيا إلى فعل أمثالها فى غيرها للمرور والاعتياد، وما يصحب الله العبد من توفيقه عند إقباله إلى طاعته، وما يلحق العبد من الخذلان عند إكبابه على المعاصى واشتهاره وأنسه بها، فكان فى تعظيم بعض الشهور وبعض الأماكن أعظم المصالح فى الاستدعاء إلى الطاعات وترك القبائح، ولأن الأشياء تجر إلى أشكالها، وتباعد من أضدادها، فالاستكثار من الطاعة يدعو إلى أمثالها، والاستكثار من المعصية يدعو إلى أمثاله (احكام القرآن للجصاص ج۳ص ۱۴۳ ، سورة التوبة)

اشهر الحرم وهى رجب وذوالقعده وذوالحجة والمحرم وهذه الاشهر كانت محرمة فى دين ابراهيم واسمٰعيل عليهما السلام وكانت العرب تمسك به وكانوا يعظمون ويحرمون القتال فيها كما فى المدارک ثم ان تعظيمها الاٰن باقية فى شريعتنا اولَا ؟ فالجمهور قالوا ان حرمة القتال منسوخة لقوله تعالىٰ فاقتلوا المشركين حيث وجدتموهم واما تكثير الثواب فى هذه الاشهر فقد ثبت بالاخبار فالحرمة بهذا المعنىٰ موجودة فى شريعتنا. واللّٰه اعلم ۱۲ انجاح (حاشيه سنن ابن ماجه ص ۱۲۵)

فَأَحَبُّ الْأَيَّامِ إِلَى اللّٰهِ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، وَاخْتَارَ اللَّيَالِيَ مِنْهَا فَأَحَبُّ اللَّيَالِي إِلَى اللّٰهِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ، وَاخْتَارَ اللّٰهُ السَّاعَاتِ فَأَحَبُّ سَاعَاتِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ إِلَى اللّٰهِ سَاعَاتُ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوبَاتِ، وَاخْتَارَ اللّٰهُ الْكَلَامَ فَأَحَبُّ الْكَلَامِ إِلَى اللّٰهِ :لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ

(تعظيم قدر الصلاة لمحمد بن نصر المروزى) ؎[1]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے شہروں کو چُنا، جن میں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب شہر بلدِ حرام (یعنی وہ شہر جو کہ حرم کی حد میں واقع ہے جو کہ مکہ مکرمہ) ہے، اور اللہ تعالیٰ نے زمانوں کو چُنا، جن میں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب زمانہ عظمت والے (چار) مہینے (والا زمانہ) ہے، اور ان عظمت والے چار مہینوں میں اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ذی الحجۃ کا مہینہ ہے، اور ذی الحجۃ کے مہینے میں اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب پہلا عشرہ ہے، اور اللہ تعالیٰ نے دِنوں کو بھی چُنا، اور دِنوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو محبوب جمعہ کا دن ہے، اور اللہ تعالیٰ نے راتوں کو بھی چُنا، جن میں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب لیلۃ القدر ہے، اور اللہ تعالیٰ نے (دن رات کی) ساعات وگھڑیوں کو بھی چُنا، پس اللہ تعالیٰ کو دن رات کی سب سے زیادہ محبوب ساعتیں فرض نمازوں کی ساعتیں ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے کلام کو بھی چُنا، پس اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب کلام ''لا الٰہ الا اللہ'' اور ''اللہ اکبر'' اور ''سبحان اللہ'' اور ''الحمد للہ'' ہے (ترجمہ ختم)

اور بعض روایات میں مہینوں میں سے رمضان کے مہینے کو، اور زمین کے خطوں میں سے مساجد کو چُننے کا بھی ذکر ہے۔ ؎[2]

؎[1] ساعات الصلاة أفضل من غيرها، حديث نمبر ۲۲۶؛ واللفظ لهٗ؛ حلية الاولياء، الجزء السادس، صفحة ۱۵.

؎[2] عَنْ كَعْبٍ، قَالَ " :اخْتَارَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ الْبَلَادَ، فَأَحَبُّ الْبُلْدَانِ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ الْبَلَدَ الْحَرَامَ، وَاخْتَارَ اللهُ الزَّمَانَ فَأَحَبُّ الزَّمَانِ إِلَى اللهِ الْأَشْهُرَ الْحُرُمِ، وَأَحَبُّ الْأَشْهُرِ إِلَى اللهِ ذُو الْحِجَّةِ، وَأَحَبُّ ذِي الْحِجَّةِ إِلَى اللهِ تَعَالَى الْعَشْرِ الْأُوَلِ مِنْهُ، وَاخْتَارَ اللهُ الْأَيَّامَ فَأَحَبُّ الْأَيَّامِ إِلَى اللهِ يَوْمُ الْجُمُعَةِ،

بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مذکورہ تفصیل سے چار مہینوں کی فضیلت معلوم ہوئی، جن میں رجب کا مہینہ بھی داخل ہے۔ ۱؎

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بسندِ ضعیف روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ رَجَبٌ قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ رَجَبٍ وَّشَعْبَانَ وَبَارِكْ لَنَا فِيْ رَمَضَانَ (مسند احمد) ۲؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وَاخْتَارَ اللهُ اللَّيَالِي فَأَحَبُّ اللَّيَالِي إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ لَيْلَةُ الْقَدْرِ، وَاخْتَارَ اللهُ سَاعَاتِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ فَأَحَبُّ السَّاعَاتِ إِلَى اللهِ سَاعَاتُ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوبَاتِ، وَاخْتَارَ اللهُ الْكَلَامَ فَأَحَبُّ الْكَلَامِ إِلَى اللهِ تَعَالَى لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ، وَسُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ فَهِيَ كَلِمَةُ الْإِخْلَاصِ كُتِبَ لَهُ بِهَا عِشْرُونَ حَسَنَةً وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا عِشْرُونَ سَيِّئَةً، وَمَنْ قَالَ اللهُ أَكْبَرُ فَذَاكَ جَلَالُ اللهِ كُتِبَ لَهُ بِهَا عِشْرُونَ حَسَنَةً، وَمَحَى عَنْهُ بِهَا عِشْرِينَ سَيِّئَةً، وَمَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللهِ، قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ حِينَ خَلَقَ خَلْقَهُ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ سَبَّحَ لَهُ عَرْشُهُ كُتِبَ لَهُ بِهَا عِشْرُونَ حَسَنَةً، وَمَحَى عَنْهُ بِهَا عِشْرِينَ سَيِّئَةً، وَمَنْ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ فَذَاكَ ثَنَاءُ اللهِ، كَتَبَ اللهُ لَهُ بِهَا ثَلَاثِينَ حَسَنَةً، وَمَحَا عَنْهُ بِهَا ثَلَاثِينَ سَيِّئَةً . "وَرُوِّينَا مِنْ وَجْهٍ آخَرَ عَنْ كَعْبٍ أَنَّهُ قَالَ " :وَاخْتَارَ الشُّهُورَ فَجَعَلَ مِنْهُنَّ شَهْرَ رَمَضَانَ، وَاخْتَارَ الْبِقَاعَ فَجَعَلَ مِنْهَا الْمَسَاجِدَ " (شعب الايمان، باب الصَّوْمُ فِي أَشْهُرِ الْحُرُمِ، حديث نمبر ۳۴۶۵،مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض)

عن كعب، قال :ان الله تعالى اختار من ساعات الليل والنهار ساعات فجعل فيهن الصلوات واختار من الزمان أربعة حرما واختار من الشهور شهر رمضان واختار من الأيام يوم الجمعة واختار من الليالى ليلة القدر واختار من الأرض بقاع المساجد (حلية الاولياء، ج٦ص١٥، تحت ترجمة كعب الاحبار)

۱؎ أفضل الشهور بعد رمضان شهر الله المحرم، ثم رجب، ثم باقى الاشهر الحرم، ثم شعبان(الاقناع، ج ا ص ٢٢٦)

۲؎ حديث نمبر ٢٢٢٨، مؤسسة الرسالة، بيروت،واللفظ لهٗ؛ شعب الإيمان للبيهقى، حديث نمبر ٣٨١٥؛ المعجم الاوسط للطبرانى، حديث نمبر ٣٩٣٩؛ مسند بزار، حديث نمبر ٦٤٩٤.

قال البيهقي: تفرد به زياد النميرى و عند زائدة بن أبى الرقاد قال البخارى زائدة بن أبى الرقاد عن زياد النميرى منكر الحديث .

وقال الهيثمي:

رَوَاهُ الْبَزَّارُ ، وَالطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ ، وَفِيهِ زَائِدَةُ بْنُ أَبِي الرُّقَادِ ، وَفِيهِ كَلَامٌ ، وَقَدْ وُثِّقَ (مَجْمَعُ الزَّوَائِدِ ، ج٣ص١٤٠، باب فى شهور البركة وفضل شهر رمضان)

قلت :وقال البزار .لا بأس به، وإنما نكتب من حديثه ما لم نجد عند غيره، كذا فى التهذيب، وفيه أيضاً زيادة النميرى، وهو ضعيف(مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح لابى عبيد الله بن محمد عبد السلام المباركفورى، ج٤ص٣٤٣)

اللهم بارك لنا اى فى طاعتنا وعبادتنافى رجب وشعبان وبلغنا رمضان اى ادراكه بتمامه والتوفيق لصيامه وقيامه (مرقاة المفاتيح، لملاعلى قارى ج ٣ ص ١٠٢٢، كتاب الصلاة، باب الجمعة)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم رجب کا مہینہ داخل ہونے کے بعد یہ دعا کرتے تھے کہ:

اے اللہ! ہمارے لئے رجب اور شعبان کے مہینوں میں برکت عطا فرمایئے، اور ہمیں رمضان کے مہینے تک (سلامتی کے ساتھ) پہنچا دیجئے (ترجمہ ختم)

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ رجب کے بابرکت مہینہ کی ابتدائی رات میں دعا کی قبولیت کی زیادہ ہے۔

اسی وجہ سے بعض فقہاء نے بھی رجب کی پہلی رات میں عبادت ودعا کو مستحب قرار دیا ہے، اور اس کی بظاہر وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ رجب کا پورا مہینہ ہی بابرکت ہے، لہٰذا اس میں گناہوں سے بچنے اور نیک اعمال کو انجام دینے کی ضرورت ہے، اور اس کا اہتمام پہلی رات سے ہی ہوجانا چاہئے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

وَبَلَغَنَا أَنَّهُ كَانَ يُقَالُ :إِنَّ الدُّعَاءَ يُسْتَجَابُ فِيْ خَمْسِ لَيَالٍ فِيْ لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ، وَلَيْلَةِ الْأَضْحٰى، وَلَيْلَةِ الْفِطْرِ، وَأَوَّلِ لَيْلَةٍ مِّنْ رَجَبٍ، وَلَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ ...... قَالَ الشَّافِعِيُّ :وَأَنَا أَسْتَحِبُّ كُلَّ مَا حَكَيْتُ فِيْ هٰذِهِ اللَّيَالِي مِنْ غَيْرِ أَنْ يَّكُوْنَ فَرْضًا (كتاب الام) [1]

ترجمہ: اور ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ یہ کہا جاتا تھا کہ پانچ راتوں میں دعا (زیادہ) قبول کی جاتی ہے، جمعہ کی رات میں اور عید الاضحیٰ کی رات میں، اور عید الفطر کی رات میں، اور رجب کی پہلی رات میں، اور نصف شعبان کی رات میں (اس روایت کے بعد) امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے جو کچھ ان راتوں کے بارے میں بیان کیا ان سب کو میں مستحب سمجھتا ہوں، فرض نہیں سمجھتا (ترجمہ ختم)

---

[1] جزء ۱، صفحه ۲۶۴، كتاب صلاة العيدين ، بيان العبادة ليلة العيدين. واللفظ لهٗ، سنن البيهقى، تحت حديث رقم ۶۲۹۳ باب عبادة ليلة العيدين من كتاب الصلوٰة ج ۳ ص ۴۴۵ ،معرفة السنن والاٰثار تحت حديث رقم ۲۰۱۰ ، فيض القدير شرح الجامع الصغير للمناوى، ج ۶ ص ۳۸، تحت حديث رقم ۸۳۴۲، اتحاف السادة المتقين فى مسائل العيدين للزبيدى ج ۳ ص ۴۱.

www.idaraghufran.org

بعض مرفوع وغیر مرفوع روایات میں بھی یہ مضمون بیان کیا گیا ہے، جس کی سند پر محدثین کو کلام ہے۔ ل

ل قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ :وَأَخْبَرَنِي مَنْ، سَمِعَ الْبَيْلَمَانِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَخَمْسُ لَيَالٍ لَاتُرَدُّ فِيهِنَّ الدُّعَاءُ لَيْلَةُ الْجُمُعَةِ وَاَوَّلُ لَيْلَةٍ مِّنْ رَجَبٍ وَلَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ وَلَيْلَتِي الْعِيدَيْنِ (مصنف عبدالرزاق،حديث نمبر ۷۹۲۷، كتاب الصيام، باب النصف من شعبان،المكتب الإسلامى - بيروت، واللفظ لهٗ؛ شعب الايمان للبيهقى، حديث نمبر ۳۴۴۰، باب الصيام فى ليلة العيد ،فضائل الاوقات للبيهقى، حديث نمبر ۱۴۹ ، باب فى فضل العيد.

محمد بن عبد الرحمن بن البيلمانى بفتح الموحدة واللام بينهما تحتانية ساكنة ضعيف وقد اتهمه بن عدى وابن حبان من السابعة(تقريب التهذيب ج ا ص ۴۹۲)

عبد الرحمن بن البيلمانى مولى عمر مدنى نزل حران ضعيف من الثالثة(تقريب التهذيب ج ا ص ۵۶۳)

حَدَّثَنَا عُمَرُ بُنُ أَحُمَدَ بُنِ هارون المقرء ثنا أَحُمَد بُن الُحَسَن الفقيه ثنا الُحَسَن بُن عليّ ثنا سويد بُن سَعِيد ثنا سَلَمة بُن مُوسَى الُأَنُصَارِيّ بالشام عن أَبِي مُوسَى الهلالى عن خَالِد بُن معدان قَالَ: خمس ليالٍ فِي السنة من واظب عليهن رجاء ثوابهن وتصديقًا بوعدهن أدخله الله الجنة أول ليلة من رجب يقوم ليلها ويصوم نهارها وليلة النصف من شعبان يقوم ليلها ويصوم نهارها وليلة الفطر يقوم ليلها ويفطر نهارها وليلة الأضحى يقوم ليلها ويفطر نهارها وليلة عاشوراء يقوم ليلها ويصوم نهارها(فضائل شهر رجب،لأبى محمد الحسن بن محمد بن الحسن بن على البغدادى الخَلَّال "المتوفى :۴۳۹هـ"حديث نمبر ۱۷ ،مخطوطة صفحة ۱۵ ،وكذافى البدر المنير فى تخريج الأحاديث والأثار الواقعة فى الشرح الكبير،ج۵ص ۴۰،كتاب صلاة العيدين)

وروى الخطيب فى غنية الملتمس بإسناد إلى عمر بن عبد العزيز أنه كتب إلى عدى بن أرطاة " : عليك بأربع ليال فى السنة ، فإن الله يفرغ فيهن الرحمة :أول ليلة من رجب ، وليلة النصف من شعبان ، وليلة الفطر ، وليلة النحر . " وقال الشافعى :بلغنا أن الدعاء يستجاب فى خمس ليال : فى ليلة الجمعة ، وليلة الأضحى ، وليلة الفطر ، وأول ليلة من رجب ، وليلة النصف من شعبان . ذكره صاحب الروضة من زياداته ، ووصله ابن ناصر فى كتاب فضائل شعبان له ، وفيه حديث ذكره صاحب مسند الفردوس من طريق إبراهيم بن أبى يحيى ، عن أبى معشر ، عن أبى أمامة -هو ابن سهل -مرفوعا نحوه ، وقد روى ابن الأعرابى فى معجمه ، وعلى بن سعيد العسكرى فى الصحابة من حديث كردوس نحو حديث أبى أمامة ، وفى إسناده مروان بن سالم ، وهو تالف (التلخيص الحبير فى تخريج أحاديث الرافعى الكبير ، كتاب صلاة العيدين)

أخبرنا أبو الفتح نصر الله بن محمد حدثنا نصر بن إبراهيم أنبأنا أبو سعيد بندار بن عمر الرويانى أنبأنا أبو محمد عبد الله بن جعفر الخبازى أنبأ أبو على الحسن بن على بن محمد بن بشار الزاهد بهمذان قراء ة عليه من أصل سماعه أنبأنا على بن محمد القزوينى حدثنا إبراهيم بن محمد بن برة الصنعانى حدثنا عبد القدوس حدثنا إبراهيم بن أبى يحيى عن أبى قعنب عن ابى أمامة الباهلى قال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَاسْتَحَبَّ الشَّافِعِيُّ وَالْأَصْحَابُ اَلْإِحْيَاءَ الْمَذْكُوْرَ، مَعَ أَنَّ الْحَدِيْثَ ضَعِيْفٌ، لِمَا سَبَقَ فِيْ أَوَّلِ الْكِتَابِ أَنَّ أَحَادِيْثَ الْفَضَائِلِ يُتَسَامَحُ فِيْهَا، وَيُعْمَلُ عَلٰى وَفْقِ ضَعِيْفِهَا (المجموع شرح المهذب، ج۵ص۴۳، باب صلاۃ العیدین)

ترجمہ: اور امام شافعی، اور اُن کے اصحاب نے مذکورہ راتوں میں عبادت کو مستحب قرار دیا ہے، باوجودیکہ یہ حدیث ضعیف ہے، کیونکہ کتاب کے شروع میں یہ بات گزر چکی ہے کہ فضائل کی احادیث میں چشم پوشی سے کام لیا جاتا ہے، اور اُس کے ضعیف ہونے کے موافق اس پر عمل کیا جاتا ہے (ترجمہ ختم)

اور امام زکریا بن محمد بن زکریا انصاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَالدُّعَاءُ فِيْهِمَا وَفِيْ لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ وَلَيْلَتَيْ أَوَّلِ رَجَبٍ وَنِصْفِ شَعْبَانَ مُسْتَجَابٌ فَيُسْتَحَبُّ (أسنی المطالب ج ا ص ۲۸۲، کتاب صلاۃ العیدین ،فصل احیاء لیلتی العید بالعبادۃ)

ترجمہ: اور عیدین کی راتوں میں اور جمعہ کی رات میں اور رجب کی پہلی رات میں اور

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

قال رسول الله (صلى الله عليه وسلم) خمس ليال لا ترد فيهن الدعوة أول ليلة من رجب وليلة النصف من شعبان وليلة الجمعة وليلة الفطر وليلة النحر(تاريخ دمشق لابنِ عساكر ج۱۰ ص۴۰۸،، تحت ترجمة بندار بن عمر بن محمد بن أحمد أبو سعيد التميمى الرويانى)
قلت : وفيه بندار بن عمر الرويانى :شيخ للفقيه نصر المقدسى قال النخشبى :كذاب(لسان الميزان ج ا ص ۲۳۲)

(خمس ليال لا ترد فيهن الدعوة) من أحد دعى بدعاء سائغ متوفر الشروط والأركان والآداب (أول ليلة من رجب وليلة النصف من شعبان وليلة الجمعة وليلة الفطر) أى ليلة عيد الفطر (وليلة النحر) أى عيد الأضحى فيسن قيام هؤلاء الليالى والتضرع والابتهال فيها وقد كان السلف يواظبون عليه ، روى الخطيب فى غنية الملتمس أن عمر بن عبد العزيز كتب إلى عدى بن أرطاة عليك بأربع ليال فى السنة فإن الله تعالى يفرغ فيهن الرحمة ثم سردها (ابن عساكر) فى تاريخه (عن أبى أمامة) ورواه عنه أيضا الديلمى فى الفردوس فما أوهمه صنيع المصنف من كونه لم يخرجه أحد ممن وضع لهم الرموز غير سديد ورواه البيهقى من حديث ابن عمر وكذا ابن ناصر والعسكرى قال ابن حجر :وطرقه كلها معلولة(فيض القدير للمناوى ، حديث نمبر ۳۹۵۲)

نصف شعبان کی رات میں دعا مستحب ہے (ترجمہ ختم) [1]

اور شیخ ابنِ مفلح حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَيُسْتَحَبُّ إِحْيَاءُ مَا بَيْنَ الْعِشَاءَ يْنِ لِلْخَبَرِ . قَالَ جَمَاعَةٌ :وَلَيْلَةِ عَاشُوْرَاءَ، وَلَيْلَةِ أَوَّلِ رَجَبٍ، وَلَيْلَةِ نِصْفِ شَعْبَانَ(المبدع) [2]

ترجمہ: مغرب اور عشاء کے درمیان نفلی عبادتوں میں مشغول رہنا مستحب ہے، حدیث کی وجہ سے، ایک جماعت نے فرمایا، اور عاشوراء کی رات، اور رجب کی پہلی رات اور نصف شعبان کی رات کو بھی نفلی عبادت مستحب ہے (ترجمہ ختم)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ رجب کا مہینہ فضیلت والا مہینہ ہے، اور اس کی فضیلت پہلی رات سے ہی شروع ہو جاتی ہے، اس وجہ سے پہلی رات میں دعا کی قبولیت کا بطورِ خاص بعض فقہاء نے روایات کی روشنی میں ذکر فرمایا ہے۔

مگر یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ بعض روایات میں رجب یا اس کی مخصوص تاریخوں کے بارے میں کچھ ایسے فضائل آئے ہیں، جو کہ بے اصل ہیں، اور محدثین نے ان کی تردید فرمائی ہے۔

اسی طرح رجب یا اس کی کسی رات کی کوئی مخصوص عبادت مقرر نہیں، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

یہ بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ رجب کے مہینے کی فضیلت معراج کی وجہ سے نہیں ہے (جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے) کیونکہ اوّلاً تو معراج شریف کا اس مہینہ میں ہونا ہی متعین نہیں (جس کی تفصیل آگے آتی ہے)

دوسرے اس مہینے کی عظمت وفضیلت تو معراج کے واقعہ سے بھی بہت پہلے سے ثابت ہے، جیسا کہ گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوا۔

---

[1] ويستحب إحياء ليلتى العيد بالعبادة ولو كانت ليلة جمعة من صلاة وغيرها من العبادات ويحصل الإحياء بمعظم الليل وعن ابن عباس يحصل بصلاة العشاء جماعة والعزم على صلاة الصبح جماعة والدعاء فيهما وفى ليلة الجمعة وليلتى أول رجب ونصف شعبان نهاية ومغنى وأسنى (حاشية الشروانى على تحفة المحتاج بشرح المنهاج، ج۳ص ۵۱، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين)

[2] لابنِ مفلح الحنبلى ج ۲ ص ۳۳، باب صلاة التطوع.

www.idaraghufran.org

ماہِ رجب میں روزے رکھنا مستحب ہے

گزشتہ تفصیل سے معلوم ہو چکا کہ رجب کا مہینہ عظمت وشرافت والے ان مہینوں میں سے ہے، جن کو عربی میں حرمت والے مہینے کہا جاتا ہے، اوران مہینوں میں عبادت وطاعت کی خاص فضیلت اسلام میں اب بھی باقی ہے، اور روزہ بھی عبادت وطاعت میں داخل ہے، اس نقطۂ نظر سے اس مہینہ میں نفلی روزہ رکھنا بھی باعثِ فضیلت ہے۔

اورحرمت والے مہینوں میں روزے رکھنے کا بطورِخاص بعض احادیث میں ذکر بھی ملتا ہے۔

نیز بعض محدثین وفقہائے کرام کی تصریحات سے بھی حرمت والے مہینوں میں روزے رکھنے کا مستحب ومندوب ہونا ثابت ہے۔

اور بعض روایات سے جو رجب کے مہینے میں روزہ رکھنے کی ممانعت کا شبہ ہوتا ہے، تو اوّلاً تو اس سلسلہ میں بعض روایات ضعیف ہیں۔

دوسرے ان روایات کا مطلب یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت کی طرح رجب کے روزوں کو ضروری نہ سمجھا جائے، اوراس مہینہ کو رمضان وعید کے مشابہ نہ بنایا جائے۔

کیونکہ جاہلیت کے زمانے میں بعض لوگوں کی طرف سے رجب کی تعظیم میں بہت غلو ہوا کرتا تھا، اور اس مہینے کے ساتھ رمضان جیسا برتاؤ ہوتا تھا، اوراسی وجہ سے اس مہینہ میں ایک رسم ''عتیرہ'' کے نام سے انجام دی جاتی تھی (جس کا آگے ذکر آتا ہے) خاص طور پر مضرنامی قبیلہ رجب کی تعظیم میں بہت زیادہ غلو کیا کرتا تھا، یہاں تک کہ رجب کے مہینہ کی نسبت بھی اس غلو کرنے کی وجہ سے اس قبیلہ کی طرف کی جاتی تھی، اور ''رجبُ مضرَ'' کہا جاتا تھا۔

شریعت نے اس مہینہ کی تعظیم میں غلو کرنے سے اور مذکورہ رسم سے منع کر دیا، لیکن کیونکہ اس کا امکان تھا کہ بعض لوگ جو رجب کی تعظیم میں غلو کیا کرتے تھے، وہ اسلام لانے کے بعد کہیں دیکھا دیکھی اسی طرح کی تعظیم وعقیدت کی بنیاد پر اس مہینہ میں روزہ نہ رکھنے لگیں، لہٰذا اس طرح کے عقیدہ کے ساتھ تو رجب کے مہینہ میں روزہ رکھنا منع ہوا، لیکن اگر اس طرح کا کوئی عقیدے اور عمل میں بگاڑ نہ

ہوتو اس مہینہ کے حرمت وعظمت والا مہینہ ہونے کی بنیاد پر اس مہینہ میں روزے رکھنا منع نہیں ہے، جائز بلکہ مستحب ہے۔ [1]

آ گے احادیث وروایات کی روشنی میں اس مسئلہ کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم نَهٰى عَنْ صِيَامِ رَجَبٍ كُلِّهٖ (المعجم الكبير) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب کے پورے مہینے میں روزے رکھنے سے منع فرمایا (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے بظاہر رجب کے مہینے میں روزے رکھنے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے، لیکن اولاً تو اس حدیث کو سند کے لحاظ سے محدثین نے غیر صحیح قرار دیا ہے۔ [3]

---

[1] چنانچہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ جاہلیت رجب کی تعظیم میں غلو کرتے تھے، چنانچہ ''رسمِ عتیرہ'' اس پر شاہد ہے، جس کو حدیث ''لَا فَرَعَ وَلَا عَتِيْرَةَ'' سے منسوخ کیا گیا۔ بالخصوص قبیلۂ مضر سب سے زائد اس امر میں مبالغہ کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اُن کی طرف رجب کی اضافت کی جاتی تھی۔ جیسا کہ احادیث میں ترکیب رجب مضر اس پر دال ہے۔ پس اس طور پر تخصیص کے ساتھ رجب کی تعظیم شعارِ جاہلیت کا تھا۔ چونکہ احتمال تھا کہ بعض لوگ جو رجب کی تعظیم کرتے تھے اور اب مشرف با سلام ہوگئے تھے شاید وہ لوگ یا ان کی دیکھا دیکھی اور لوگ اس طرح کی تعظیم کے قصد سے اس میں روزہ نہ رکھنے لگیں۔ اس لئے شارع علیہ السلام نے اس کی ممانعت فرمادی۔ جس طرح بعض احادیث میں ''صوم یوم السَّبت'' سے نہی آئی ہے، حالانکہ اطلاق سے دلائل سے ونیز اجماع سے اس کا جواز ثابت ہے۔ وہاں بھی یہی وجہ ہے کہ یہود کے دیکھا دیکھی تخصیص صوم کو ذریعۂ تعظیم نہ بنائیں، اسی طرح صیامِ رجب کی نہی کو سمجھنا چاہئے پس اس حیثیت سے تو یہ منہی عنہ ٹھہرا۔ دوسری حیثیت رجب میں صرف شہرِ حرام ہونے کی ہے۔ جو اس میں اور بقیہ اشہرِ حرم میں مشترک ہے۔ پہلی حیثیت سے قطع نظر کر کے صرف اس دوسری حیثیت سے اس میں روزہ رکھنے کو مندوب فرمایا گیا پس دونوں حدیثوں میں تعارض نہ رہا۔ لِاِخْتِلَافِ الْمَحْمَلَيْنِ كَمَاذَكَرْنَا (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۸۵ تا ۸۶)

[2] للطبرانی، حديث نمبر ۱۰۶۸۱، ج ۱۰ ص ۲۸۷، مكتبة ابن تيمية -القاهرة، واللفظ لهٗ، ابنِ ماجه، حديث نمبر ۱۷۴۳.

[3] وهذا لا يصح قال أحمد بن حنبل لا أحدث عن داود بن عطاء ليس بشىء ، ورواه أبو القاسم الطبرانى عن ابن عباس أن رسول الله نهى عن صيام شهر رجب، ورواه ابن ماجة عن داود بن عطاء، قال البخارى وأبو زرعة داود هذا منكر الحديث، وقال النسائى ضعيف لا يحتج به بحال (تنقيح التحقيق فى احاديث التعليق، ج ۲ ص ۳۶۴، مسألة ۳۷۵، يكره إفراد رجب بالصوم)

دوسرے اس حدیث میں پورے رجب کے مہینے میں روزے رکھنے کا ذکر ہے، اور اس ممانعت کی وجہ یہ ہے تاکہ زمانۂ جاہلیت کے طریقے اور رمضان کے ساتھ مشابہت لازم نہ آئے۔ [۱]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے الفاظ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

چنانچہ مصنف عبدالرزاق میں حضرت عطاء سے مروی ہے کہ:

كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَنْهٰى عَنْ صِيَامِ رَجَبٍ كُلِّهٖ؛ لَأَنْ لَّا يُتَّخَذَ عِيْدًا (مصنف عبد الرزاق) [۲]

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ رجب کے پورے مہینے کے روزوں سے منع فرماتے تھے، تاکہ اس کو عید نہ بنالیا جائے (ترجمہ ختم)

یعنی جس طرح رمضان کے پورے روزے رکھ کر بعد میں عید منائی جاتی ہے، اسی طرح رجب کے پورے مہینے کے روزے رکھنے سے اس کو رمضان اور عید کے مشابہ نہ کر دیا جائے۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ اگر مذکورہ خرابی سے بچ کر حسبِ قدرت جتنے ہوسکیں نفلی روزے رکھے جائیں، تو کوئی حرج نہیں۔ [۳]

---

[۱] قلت وهو محمول على اعتقاد وجوبه كما كان فى الجاهلية وإلا فلم يقل أحد من العلماء بكراهة صومه(الموضوعات الكبرىٰ لملا على القارى، حرف النون، ص ۴۶۱)

[۲] حديث نمبر ۷۸۵۴، كتاب الصيام، باب صيام اشهر الحرم ،المكتب الإسلامى -بيروت.

وهذا اسناد صحيح(تبيين العجب فيما فى فضل رجب لابن حجر، الحديث الثانى والثلاثون، ص ۴۸)

[۳] وروينا فى "كتاب أخبار مكة "لأبى محمد الفاكهى، بإسناد لا بأس به، عن ابن عباس -رضى الله عنهما -أنه قال :لا تتخذوا رجبا عيدا، ترونه حتما مثل شهر رمضان، إذا أفطرتم منه صمتم وقضيتموه .وقال عبد الرزاق فى "مصنفه "، عن ابن جريج، عن عطاء ، كان ابن عباس، ينهى عن صيام رجب كله :ألا يتخذ عيدا .وهذا إسناد صحيح .ومثل هذا :ما رويناه فى سنن سعيد بن منصور أخبرنا سفيان -يعنى ابن عيينة، عن مسعر، عن وبرة، هو ابن عبد الرحمن عن خرشة بن الحر، أن عمر بن الخطاب -رضى الله عنه -كان يضرب أيدى الرجال فى رجب إذا رفعوها عن الطعام حتى يضعوها فيه، ويقول :إنما هو شهر كان أهل الجاهلية يعظمونه .وروى نحو ذلك، عن أبى بكرة .فهذا النهى منصرف إلى من يصومه معظما لأمر الجاهلية .أما إن صامه لقصد الصوم فى الجملة، من غير أن يجعله حتما، أو يخص منه أياما معينه يواظب على صومها، أو ليال معينة يواظب على قيامها،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اورحضرت خرشہ بن حر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

رَأَیْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، یَضْرِبُ أَکُفَّ الرِّجَالِ فِیْ صَوْمِ رَجَبَ، حَتّٰی یَضَعُوْنَهَا فِی الطَّعَامِ، وَیَقُوْلُ رَجَبُ وَمَا رَجَبُ؟إِنَّمَا رَجَبُ شَهْرٌ کَانَ یُعَظِّمُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِیَّةِ، فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ تُرِکَ(المعجم الاوسط للطبرانی) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ رجب کے روزہ داروں کو تنبیہ فرماتے تھے، یہاں تک کہ ہاتھ پکڑ کر کھانا کھلاتے تھے، اور فرماتے تھے یہ رجب، یہ رجب کیا چیز ہے؟ سنو! رجب وہ مہینہ ہے جسے جاہلیت کے لوگ معظم مانتے تھے، لیکن اسلام نے آ کر اس (کی مخصوص حیثیت) کو ترک کر دیا (ترجمہ ختم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رجب کے مہینے کے روزہ داروں کو منع کرنا اسی وجہ سے تھا کہ لوگ زمانۂ جاہلیت کے اثر کی وجہ سے اس مہینے کے پورے دنوں میں روزے رکھنے میں بہت غلو سے کام لیتے تھے، اور پورے مہینے روزے رکھنے کو رمضان کی طرح ضروری قرار دیتے تھے۔

پس اگر ضروری نہ سمجھا جائے، اور کچھ دن روزے رکھے جائیں، اور کچھ دن ناغہ بھی کر دی جائے، تو ممانعت کی کوئی وجہ نہیں۔ [2]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

بحیث یظن أنها سنة .فهذا من فعله من السلامة مما استثنی، فلا بأس به .فإن خص ذلک، أو جعله حتما فهذا محظور (تبیین العجب فیما فی فضل رجب لابن حجر، الحدیث الثانی والثلاثون، ، والثالث والثلاثون ص۴۸، ۴۹)

[1] حدیث نمبر ۷۶۳۶،دار الحرمین -القاهرة،واللفظ لهٗ،مُصنف ابن أبی شیبة،حدیث نمبر ۹۸۵۱، کتاب الصوم،باب فی صوم رَجَبٍ ، مَا جَاءَ فِیهِ ؟

[2] وإنما معناه خوف أن یتخذوه سُنة مثل رمضان(البدع لابنِ وضاح، تحت حدیث رقم ۱۰۳) وعزاه ابن عبد الهادی فی (تنقیح التحقیق)(۱/۶۲/۲)لسعید بن منصور من طریق أخری عن وبرة مثل روایة ابن أبی شیبة .

(وبإسناده عن ابن عمر انه :(کان إذا رأی الناس وما یعدونه لرجب کرهه وقال :صوموا منه وأفطروا)ص:۲۳۰ صحیح .أخرجه ابن أبی شیبة (۲/۱۸۲/۲)وکیع عن عاصم بن محمد عن أبیه قال :فذکره دون قوله :(صوموا منه وأفطروا) . قلت :وهذا سند صحیح علی شرط الشیخین .ولم أقف الان علی سند أحمد لنعرف منه صحة هذه الزیادة (صوموا وأفطروا) وإن

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

خلاصہ یہ کہ اگر مذکورہ خرابیوں سے بچ کر رجب کے مہینہ کی فضیلت کی بنیاد پر مستحب سمجھتے ہوئے حسبِ قدرت نفل روزوں کا اہتمام کیا جائے، تو یہ صرف نہ یہ کہ جائز ہے، بلکہ باعثِ اجر وثواب اور مستحب ہے۔

یہی وجہ ہے کہ کئی احادیث وروایات سے رجب کے مہینے کے روزوں کا جواز اور استحباب ثابت ہے۔

کیونکہ رجب کا مہینہ چار عظمت والے مہینوں میں سے ہے، جن میں دوسرے نیک اعمال کی طرح روزہ کا اجروثواب بھی زیادہ ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كان يغلب على الظن صحتها وهى نص على أن نهى عمر رضى الله عنه عن صوم رجب المفهوم . من ضربه للمترجبين كما فى الاثر المتقدم ليس نهيا لذاته بل لكى لا يلتزموا صيامه ويتموه كما يفعلون برمضان وهذا ما صرح به بعض الصحابة فقد أورد ابن قدامة فى (المغنى)(۳/۱٦۷)عقب اثر ابن عمر هذا من رواية أحمد عن أبى بكرة :(أنه دخل على أهله وعندهم سلال جدد وكيزان فقال :ما هذا ؟ فقالوا :رجب نصومه فقال :أجعلتم رجب رمضان ؟ !فأكفا السلال وكسر الكيزان) . ثم قال ابن قدامة عقبه :(قال أحمد :من كان يصوم السنة صامه والا فلا يصومه متواليا يفطر فيه ولا يشبه برمضان) . ويظهر أن رأى ابن عمر فى كراهة صوم رجب كله كان شائعا عنه فى زمانه وأن بعض الناس أساء فهما عنه فنسب إليه أنه يقول بتحريم هذا الصوم فقد قال عبد الله مولى أسماء بنت أبى بكر :(أرسلتنى أسماء إلى عبد الله بن عمر فقالت بلغنى أنك تحرم أشياء ثلاثة :العلم فى الثوب وميثرة الارجوان وصوم رجب كله !فقال لى عبد الله :أما ما ذكرت من رجب فكيف بمن يصوم الابد . . .) . أخرجه مسلم (٦/۱۳۹)وأحمد(۱/۲٦) وعليه يشكل قوله فى هذه الرواية :(فكيف بمن يصوم الابد) فقد فسروه بانه إنكار منه لما بلغ أسماء من تحريمه وإخبار منه أنه يصوم رجبا كله وأنه يصوم الابد .كما فى شرح مسلم للنووى و (السراج الوهاج) لصديق حسن خان(۲/۲۸۵)فلعل التوفيق بين صومه لرجب وكراهته لذلك أن تحمل الكراهة على افراد رجب بالصوم كما يفرد رمضان به فاما صيامه فى جملة ما يصوم فليس مكروها عنده .والله أعلم .لكننا نرى أن صوم الدهر لا يشرع ولو لم يكن فيها أيام العيد المنهى عن صيامها لقوله صلى الله عليه وسلم :(لا صام ولا أفطر) . رواه مسلم وغيره كما تقدم فى الحديث(۹۵۲) وراجع لهذا (السراج الوهاج)(۱/۳۸۷،۳۸۸) .ومن الغريب أن المؤلف رحمه الله لم يتعرض لصوم الدهر بذكر البتة وإن كان صنيعه يشعر بجوازه عنده لانه ذكر ما يكره وما يحرم من الصوم ولم يذكر فيه صوم الدهر .واختار ابن قدامة رحمه الله أنه مكروه فراجع كتابه (المغنى)(۳/۱٦۷)(إرواء الغليل فى تخريج أحاديث منار السبيل، ج۴ص ص ۱۱۴، ۱۱۵ تا ۱۱٦ ، تحت حديث رقم ۹۵۸)

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک صحابی کو خطاب کرتے ہوئے) ارشاد فرمایا کہ:

صُمْ شَهْرَ الصَّبْرِ وَيَوْمًا مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ قَالَ زِدْنِيْ فَإِنَّ بِيْ قُوَّةً قَالَ صُمْ يَوْمَيْنِ قَالَ زِدْنِيْ قَالَ صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ قَالَ زِدْنِيْ قَالَ صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ وَقَالَ بِأَصَابِعِهِ الثَّلَاثَةِ فَضَمَّهَا ثُمَّ أَرْسَلَهَا (ابو داؤد) [1]

ترجمہ: صبر یعنی رمضان کے مہینے کے روزے رکھو اور ہر مہینے میں ایک دن کا روزہ رکھ لیا کرو، ان صحابی نے عرض کیا کہ مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے لہٰذا میرے لئے اور اضافہ کردیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مہینے میں دو دن روزہ رکھ لیا کیجئے پھر ان صحابی نے عرض کیا کہ میرے لئے اور اضافہ فرما دیجئے (کیونکہ مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھ لیا کیجئے پھر ان صحابی نے عرض کیا کہ میرے لئے اور اضافہ فرما دیجئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اَشْہُرِ حُرُم (ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم، اور رجب کے مہینوں) میں روزہ رکھو اور چھوڑو (آپ نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی) اور آپ نے اپنی تین انگلیوں سے اشارہ فرمایا ان کو ساتھ ملا دیا پھر چھوڑ دیا (یعنی کہ ان مہینوں میں تین دن روزہ رکھو پھر تین دن ناغہ کرو اور اسی طرح کرتے رہو) (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے رجب کے مہینے میں روزوں کا مستحب ہونا ثابت ہوا۔ [2]

حدیث میں ان چار مہینوں کے اندر روزہ رکھنے کا جو طریقہ بتلایا گیا ہے ضروری نہیں کہ ہر شخص اس

---

[1] حدیث نمبر ۲۴۲۸، کتاب الصوم، باب فی صوم أشهر الحرم، المکتبة العصرية، صيدا -بيروت، واللفظ لهٗ، ابن ماجة حديث نمبر ۱۷۴۱، مسند احمد حديث نمبر ۲۰۳۲۳، سنن كبرىٰ نسائی حديث نمبر ۲۷۴۳، شعب الايمان حديث نمبر ۳۴۶۳، المعجم الكبير للطبرانی حديث نمبر ۱۸۳۳۶.

[2] ففی هذا الخبر -وإن كان فی إسناده من لا يعرف -ما يدل على استحباب صيام بعض رجب، لأنه أحد الأشهر الحرم (تبيين العجب فيما فی فضل رجب لابن حجر، الحديث الثانی، ص ۱۴)

www.idaraghufran.org

طریقہ پر عمل کرے بلکہ جس طرح اور جتنے روزے کوئی رکھ سکتا ہو اجازت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی کے لئے یہی طریقہ مناسب سمجھا تھا اس لئے ان کی شان اور حالت کے مطابق یہ طریقہ تجویز فرمایا۔

اور حضرت عثمان بن حکیم انصاری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:

سَأَلْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ، عَنْ صَوْمِ رَجَبٍ وَنَحْنُ يَوْمَئِذٍ فِيْ رَجَبٍ فَقَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، يَقُوْلُ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ: لَا يُفْطِرُ، وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ: لَا يَصُوْمُ (مسلم)[1]

ترجمہ: میں نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے رجب کے روزوں کے بارے میں سوال کیا، اور ہم اس وقت رجب کے مہینے میں تھے، تو انہوں نے فرمایا کہ مجھ کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رجب کے مہینے میں) روزے رکھتے تھے، یہاں تک کہ ہم خیال کرتے تھے کہ اب روزہ نہیں چھوڑیں گے اور آپ روزہ چھوڑ بھی دیتے تھے، یہاں تک کہ ہم خیال کرتے تھے کہ اب روزہ نہیں رکھیں گے (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس حدیث کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مہینے میں کثرت سے روزے رکھتے تھے، جس سے اس مہینے میں روزوں کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام ہی مہینوں میں کثرت سے روزے رکھتے تھے، جن میں رجب کا مہینہ بھی شامل تھا۔

بہرحال اس حدیث سے اتنی بات ثابت ہوئی کہ رجب کے مہینے میں روزے رکھنا منع نہیں ہے،

---

[1] ج۲ص ۸۱۱،حدیث نمبر ۱۱۵۶، کتاب الصیام،باب صیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی غیر رمضان، واستحباب أن لا یخلی شھرا عن صوم،دار إحیاء التراث العربی -بیروت، واللفظ لهٗ، ابو داؤد، حدیث نمبر ۲۴۳۰،مسند احمد حدیث نمبر ۲۰۴۶.

إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين غير عثمان بن حكيم- وهو ابن عباد بن حنيف -فمن رجال مسلم(حاشية مسند احمد)

البتہ اگر کسی کے عقیدے میں بگاڑ ہو، تو الگ بات ہے۔ ۱

اور حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت اسماء نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی طرف کچھ سوالات کے لئے بھیجا، جن میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ آپ رجب کے پورے مہینے کے روزوں کو حرام قرار دیتے ہیں، تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

أَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ صَوْمِ رَجَبٍ ، فَكَيْفَ بِمَنْ يَّصُوْمُ الْأَبَدَ ؟ (مسنداحمد) ۲

ترجمہ: آپ نے جو رجب کے روزے کے بارے میں ذکر کیا، تو وہ شخص (رجب کے مہینے میں روزہ رکھنے کو) کیونکر حرام قرار دے سکتا ہے، جو ہمیشہ روزہ رکھتا ہو (ترجمہ ختم)

مطلب یہ تھا کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو یہ خبر پہنچی تھی کہ وہ رجب کے پورے مہینے کے روزے رکھنے سے منع کرتے ہیں، وہ درست خبر نہیں تھی۔

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ خود کثرت سے روزے رکھتے تھے، جس میں رجب کا مہینہ بھی شامل تھا۔ ۳

---

۱ ومطابقةالحديث بالباب بان رجب من اشهرالحرم فمعنى الحديث يمكن ان يقال فيه كان يصوم اى من رجب حتى نقول لايفطر فعلى هذا ثبت فضل الصوم فى رجب فانه صلى الله عليه وسلم كان يصوم فيه كثيراويمكن ان يقال انه صلى الله عليه وسلم كان يصوم من الشهورحتى نقول لايفطر وفى الشهور التى كان يصوم فيها يدخل رجب وقال النووى فى شرح هذا الحديث الظاهران مراد سعيد بن جبير بهذاالاستدلال انه لانهى انه ولاندب فيه لعينه بل له حكم باقى الشهورولم يثبت فى صوم رجب نهى ولا ندب لعينه ولكن اصل الصوم مندوب اليه وفى سنن ابى داؤد ان رسول اللهﷺصلى الله عليه وسلم ندب الى الصوم من الاشهرالحرم ورجب احدها .والله اعلم (بذل المجهود فى حل ابى داؤد ج ۴ ص ۱۷۴ ، للشيخ المحدث، مولاناخليل احمدسهارنبورى رحمه الله)

۲ حديث نمبر ۱۸۱ ،مؤسسة الرسالة، بيروت.

إسناده صحيح على شرط مسلم ، رجاله ثقات رجال الشيخين غيرَ عبد الملك -وهو ابن أبى سليمان العَرزمى -فمن رجال مسلم(حاشية مسنداحمد)

۳ أما جواب بن عمر فى صوم رجب فإنكار منه لما بلغها عنه من تحريمه وإخبار بأنه يصوم رجبا كله وأنه يصوم الأبد والمراد بالأبد ما سوى أيام العيدين والتشريق وهذا مذهبه ومذهب أبيه عمر بن الخطاب وعائشة وأبى طلحة وغيرهم من سلف الأمة ومذهب الشافعى وغيره من العلماء أنه لايكره صوم الدهر (شرح النووى علىٰ مسلم ج۱۴ ص۴۳، كتاب اللباس والزينة،باب تحريم استعمال إناء الذهب والفضة على الرجال والنساء وخاتم الذهب والحرير على الرجل وإباحته للنساء)

اور حضرت سالم سے روایت ہے کہ:

أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَصُوْمُ أَشْهُرَ الْحُرُمِ(مصنف عبد الرزاق) ۱؎

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ چار عظمت والے مہینوں (ذیقعدہ، ذی الحجہ، محروم اور رجب) میں روزے رکھا کرتے تھے(ترجمہ ختم)

اس سے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مزید وضاحت ہوگئی کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ رجب کے مہینے میں روزہ کو منع تو کیا فرماتے، وہ تو خود عظمت والے مہینوں میں بطورِ خاص روزے رکھتے تھے، جن میں رجب کا مہینہ بھی شامل تھا۔

اور کنز العمال میں یہ حدیث نقل کی گئی ہے کہ حضرت عروہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ:

هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَصُوْمُ فِيْ رَجَبَ ؟ قَالَ نَعَمْ وَيُشَرِّفُهُ (ابوالحسن على بن محمد بن شجاع الربعى فى فضل رجب ، ورجالهٗ كلهم ثقات، كنز العمال ج ۸ ص ۶۵۷ رقم ۲۴۶۰۱)

ترجمہ: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجب کے مہینے میں روزہ رکھتے تھے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ بے شک (رکھتے تھے) اور اس مہینے کو عظمت والا شمار کرتے تھے (ترجمہ ختم) ۲؎

اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

قُلْتُ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَمْ أَرَكَ تَصُومُ شَهْرًا مِنَ الشُّهُوْرِ مَا تَصُوْمُ مِنْ شَعْبَانَ، قَالَ :ذٰلِكَ شَهْرٌ يَغْفُلُ النَّاسُ عَنْهُ بَيْنَ رَجَبٍ وَرَمَضَانَ، وَهُوَ شَهْرٌ تُرْفَعُ فِيْهِ الْأَعْمَالُ إِلٰى رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، فَأُحِبُّ أَنْ يُّرْفَعَ عَمَلِيْ وَأَنَا

۱؎ حديث نمبر ۷۸۵۶، كتاب الصيام، باب صيام اشهر الحرم، المكتب الإسلامى -بيروت.

۲؎ وفى اللطائف لابن رجب الحنبلى روى عن الكتانى الدمشقى الامام المحدث باسناده ان عروة بن الزبير قال لعبدالله بن عمرهل كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصوم فى رجب قال نعم ويشرفه اى يذكر فيه فضلا قالها ثلاثا اخرجه ابوداؤد وغيره من طريق حجاج بن منهال به(فتح الملهم ج ۳ ص ۱۷۵)

صَائِمٌ (نسائی) [۱]

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ (رمضان کے علاوہ) مہینوں میں سے جتنے روزے شعبان کے مہینے میں رکھتے ہیں، میں نے آپ کو کسی اور مہینے میں اتنے روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا (اس کی کیا وجہ ہے؟)

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ایسا مہینہ ہے کہ جس سے لوگ غافل ہوجاتے ہیں، رجب اور رمضان کے درمیان، اوراس مہینے میں اعمال رب العالمین کی طرف اٹھائے جاتے ہیں،تو میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل روزے کی حالت میں اٹھایا جائے (ترجمہ ختم)

علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ رجب کے مہینے میں صحابۂ کرام عبادت اور روزے وغیرہ میں مشغول ہوا کرتے تھے، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے مہینے کو رمضان اور رجب کے درمیان ہونے کی وجہ سے لوگوں کے غفلت کے اختیار کرنے کا ذکر فرمایا۔ [۲]

اور حضرت ابوقلابہ تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

فِي الْجَنَّةِ قَصْرٌ لِصُوَّامِ رَجَبٍ (شعب الایمان للبیہقی) [۳]

ترجمہ: جنت میں رجب کے روزے رکھنے والوں کے لئے محل ہے (ترجمہ ختم)

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

حضرت ابوقلابہ تابعین میں سے ہیں، اور وہ ایسی بات اپنے سے کسی بڑے سے سن کر

---

[۱] حدیث نمبر ۲۳۵۷، کتاب الصیام،باب صوم النبی صلی الله علیه وسلم بأبی هو وأمی، وذکر اختلاف الناقلین للخبر فی ذلک،مکتب المطبوعات الإسلامیة -حلب.

[۲] فهذا فیه إشعار بأن فی رجب مشابهة برمضان، وأن الناس یشتغلون من العبادة بما یشتغلون به فی رمضان، ویغفلون عن نظیر ذلک فی شعبان .لذلک کان یصومه.

وفی تخصیصه ذلک بالصوم -إشعار بفضل رجب، وأن ذلک کان من المعلوم المقرر لدیهم(تبیین العجب فیما فی فضل رجب لابن حجر، الحدیث الاول،ص ۱۲)

[۳] تَخْصِیصُ شَهْرِ رَجَبٍ بِالذِّکْرِ، حدیث نمبر ۳۵۲۱،مکتبة الرشد للنشر والتوزیع بالریاض، واللفظ لهٗ، فضائل الاوقات للبیهقی، حدیث نمبر ۱۸.

www.idaraghufran.org

ہی فرما سکتے ہیں۔ [۱]

اور بہت سے فقہائے کرام نے بھی عظمت والے ان چار مہینوں (ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب) میں روزے رکھنے کو مستحب قرار دیا ہے۔

چنانچہ فتاویٰ ھندیۃ میں ہے کہ:

اَلْمَرْغُوْبَاتُ مِنَ الصِّیَامِ اَنْوَاعٌ اَوَّلُھَاصَوْمُ الْمُحَرَّمِ وَالثَّانِیُ صَوْمُ رَجَبَ وَالثَّالِثُ صُوْمُ شَعْبَانَ وَصُوْمُ عَاشُوْرَآءَ(فتاوٰی ھندیۃ) [۲]

ترجمہ: اور مستحب روزے کئی قسم کے ہیں اول محرم کے روزے، دوسرے رجب کے روزے، اور تیسرے شعبان اور عاشوراء کے دن کا روزہ (ترجمہ ختم)

اور کئی کتابوں میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔ [۳]

اور امام نووی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قَالَ أَصْحَابُنَا وَمِنَ الصَّوْمِ الْمُسْتَحَبِّ صَوْمُ الْاَشْھُرِ الْحُرُمِ وَھِیَ ذُوالْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبٌ (المجموع) [۴]

ترجمہ: ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ مستحب روزوں میں سے عظمت والے مہینوں کے روزے بھی ہیں، اور وہ ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب کے مہینے ہیں (ترجمہ ختم)

---

[۱] قَالَ أَحْمَدُ: وَإِنْ كَانَ مَوْقُوفًا عَلَى أَبِي قِلَابَةَ وَهُوَ مِنَ التَّابِعِينَ، فَمِثْلُهُ لَا يَقُولُ ذٰلِکَ إِلَّا عَنْ بَلَاغٍ عَمَّنْ فَوْقَهُ مِمَّنْ يَأْتِيهِ الْوَحْيُ، وَبِاللهِ التَّوْفِيقُ(شعب الایمان، حوالہ بالا)

وأبو قلابة من كبار التابعين لا يقول مثل هذا إلا عن بلاغ ممن فوقه(فضائل الاوقات، حوالہ بالا)

[۲] ج ۱ ص ۲۰۲، کتاب الصوم قبیل الباب الرابع، دار الفکر، بیروت، لبنان .

[۳] وفی الظهيرية: المرغوبات من الصيام انواع اولها صوم المحرم والثانی صوم رجب ، والثالث صوم شعبان الخ(فتاویٰ تاتارخانیہ ج ۲ ص ۳۸۸، الفصل الثامن من کتاب الصوم)

صيام الاشهر الحرم وهی اربع ثلاثة متوالية وهی ذوالقعدة وذوالحجة والمحرم وواحد منفرد وهو رجب وهی افضل الشهور للصوم بعدرمضان وافضل الاشهرالحرم المحرم ثم رجب ثم باقی الحرم ثم بعد الحرم شعبان واستحباب صوم هذه الاشهرهوعند المالكية والشافعية واكتفی الحنابلة باستحباب صوم المحرم فهو عند هم افضل الصيام بعد صيام شهر رمضان(الفقه الاسلامی وادلتهٗ ج ۳ ص ۱۶۴۳، النوع الرابع)

[۴] ج۶ ص ۳۸۶، کتاب الصيام ، دارالفکر، بیروت.

www.idaraghufran.org

نیز ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

وَأَفْضَلُ الْأَشْهُرِ لِلصَّوْمِ بَعْدَ رَمَضَانَ، اَلْأَشْهُرُ الْحُرُمُ، ذُو الْقَعْدَةِ، وَذُو الْحِجَّةِ، وَالْمُحَرَّمُ، وَرَجَبٌ(روضة الطالبين وعمدة المفتين للنووى) [۱]

ترجمہ: اورمہینوں میں روزوں کے لئے رمضان کے بعد افضل عظمت والے مہینے ہیں، یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب کے مہینے (ترجمہ ختم)

اور علامہ بکری دمیاطی شافعی فرماتے ہیں کہ:

قِيْلَ :وَمِنَ الْبِدَعِ صَوْمُ رَجَبَ، وَلَيْسَ كَذٰلِكَ بَلْ هُوَ سُنَّةٌ فَاضِلَةٌ، كَمَا بَيَّنْتُهُ فِي الْفَتَاوٰى وَبَسَطْتُ الْكَلَامَ عَلَيْهِ(إعانة الطالبين) [۲]

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ رجب کا روزہ بدعت ہے، حالانکہ یہ بات درست نہیں، بلکہ یہ فضیلت والی سنت ہے، جیسے کہ میں نے فتاویٰ میں بیان کیا ہے، اور اس پر تفصیلی کلام کیا ہے (ترجمہ ختم)

اور احمد بن غنیم بن سالم مالکی فرماتے ہیں کہ:

وَمِنَ الْمُرَغَّبِ فِيْ صَوْمِهٖ شَهْرُ رَجَبَ بِالصَّرْفِ وَعَدَمِهٖ وَهُوَ مُشْتَقٌّ مِّنَ التَّرْجِيْبِ وَهُوَ التَّعْظِيْمُ وَيُسَمَّى بِالْأَصَمِّ بِالْمِيْمِ لِأَنَّ الْعَرَبَ كَانَتْ لَا تَسْمَعُ فِيْهِ صَوْتَ السَّلَاحِ وَهُوَ فَرْدٌ مِّنَ الْأَشْهُرِ الْحُرُمِ وَبَقِيَّتُهَا الثَّلَاثَةُ مُتَوَالِيَةٌ الْقَعْدَةُ وَالْحِجَّةُ وَالْمُحَرَّمُ(الفواكه الدوانى) [۳]

ترجمہ: اور جن روزوں کی ترغیب بیان کی گئی ہے، ان میں سے رجب کا مہینہ بھی ہے، جو کہ منصرف اور غیر منصرف دونوں طریقے سے ہے، اور یہ ترجیب سے نکلا ہے، جس کے معنیٰ تعظیم کے آتے ہیں، اور اس کا نام اصم بھی ''میم کے ساتھ'' رکھا جاتا ہے، جس کے معنیٰ بہرے کے آتے ہیں، کیونکہ عرب اس مہینے میں اسلحوں (اور لڑائی جھگڑوں)

---

۱ ج۲ص۳۸۸، کتاب الصیام،المکتب الإسلامی، بیروت -دمشق -عمان.

۲ للبکری الدمیاطی ص۳۱۳، باب الصلاة،دارالفکر، بیروت.

۳ علی رسالة ابن أبی زید القیروانی،ج۲ص۲۷۳،باب جمل من الفرائض والسنن الواجبة والرغائب، دارالفکر ،بیروت.

Idara Ghufran

کی آواز نہیں سنتے تھے، اور یہ تعظیم والے مہینوں میں سے ایک ہے، اور تین باقی پے درپے اور لگاتار ہیں، یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم (ترجمہ ختم)

اور ابوالحسن علی مالکی فرماتے ہیں کہ:

(وَ) كَـذٰلِكَ صَـوْمُ شَهْرِ (رَجَبٍ) مُرَغَّبٌ فِيْهِ لِمَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ أَنَّ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ سُئِلَ عَنْ صِيَامِ رَجَبٍ فَقَالَ :أَخْبَرَنِيْ اِبْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ’’أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يَصُوْمُ‘‘ (كفاية الطالب الربانى) [1]

ترجمہ: اور اسی طریقے سے رجب کے مہینے کے روزے کی ترغیب دی گئی ہے، جیسا کہ مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے رجب کے روزوں کے بارے میں سوال کیا گیا، تو انہوں نے فرمایا کہ مجھ کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رجب کے مہینے میں) روزے رکھتے تھے، یہاں تک کہ ہم خیال کرتے تھے کہ اب روزہ نہیں چھوڑیں گے اور آپ روزہ چھوڑ دیتے تھے، یہاں تک کہ ہم خیال کرتے تھے کہ اب روزہ نہیں رکھیں گے (ترجمہ ختم)

گزشتہ تفصیل سے رجب کے مہینے کے عظمت والے مہینوں میں سے ہونے کی وجہ سے حسبِ قدرت نفلی روزہ رکھنے کی فضیلت معلوم ہوئی۔

اس لئے رجب کے مہینے میں بغیر کسی تعداد کی تخصیص کے حسبِ قدرت نفل روزوں کا اہتمام کرنا مستحب اور فضیلت کا باعث ہے۔

البتہ زمانۂ جاہلیت کی طرح رجب کے مہینے میں روزوں کو فرض وواجب سمجھنا، یا فرض وواجب کا درجہ دینا، اور اس مہینے کو رمضان کے مہینے کے مشابہ قرار دینا درست نہیں۔ [2]

---

[1] ج۲ص۴۰۷، باب فى بيان جمل من الفرائض وجمل من السنن الواجبة،دارالفكر بيروت.

[2] اور بعض فقہاء (حنابلہ) نے اسی حیثیت سے پورے رجب کے مہینے میں لگاتار روزے رکھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ اور اگر کچھ دن روزہ رکھا جائے، اور کچھ دن روزہ نہ رکھا جائے، تو ان کے نزدیک بھی مکروہ نہیں۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ملحوظ رہے کہ بعض روایات میں رجب کے مہینے اور اس کے مختلف دنوں میں روزہ رکھنے کے مختلف اور عجیب وغریب فضائل ذکر کئے ہیں۔

جن کو محدثین نے بے اصل وغیر معتبر قرار دیا ہے۔ [1]

اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا تو رجب اور اس کے روزوں سے متعلق منقول احادیث وروایات کے بارے میں مستقل رسالہ موجود ہے، جس کا نام ہے ''**تبيين العجب بما ورد فی فضل رجب**'' جس میں موصوف نے تفصیل کے ساتھ اس بارے میں واردشدہ احادیث وروایات پر جرح اور تنقید کی ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ويكره إفراد رجب بالصوم وتزول الكراهة بفطره ولو يوما أو بصومه شهرا آخر من السنة(الاقناع ج ا ص ۹ ۱ ۳، كتاب الصيام)

فصل :ويكره إفراد رجب بالصوم .قال أحمد :وإن صامه رجل، أفطر فيه يوما أو أياما، بقدر ما لا يصومه كله .ووجه ذلك، ما روى أحمد، بإسناده عن خرشة بن الحر، قال :رأيت عمر يضرب أكف المترجبين، حتى يضعوها فی الطعام .ويقول :كلوا، فإنما هو شهر كانت تعظمه الجاهلية . وبإسناده عن ابن عمر، أنه كان إذا رأى الناس، وما يعدون لرجب، كرهه، وقال :صوموا منه، وأفطروا وعن ابن عباس نحوه، وبإسناده عن أبی بكرة، أنه دخل على أهله، وعندهم سلال جدد وكيزان، فقال :ما هذا؟ فقالوا :رجب نصومه .قال :أجعلتم رجبا رمضان، فأكفأ السلال، وكسر الكيزان قال أحمد :من كان يصوم السنة صامه، وإلا فلا يصومه متواليا، يفطر فيه، ولا يشبهه برمضان(المغنی لابنِ قدامة، ج۳ص ۱۷۱ ، ۱۷۲ ، كتاب الصيام،فصل إفراد رجب بالصوم)

[1] جیسا کہ عبدالرحمٰن صفوری نے اپنی کتاب ''نزہۃ المجالس'' میں اس قسم کی احادیث وروایات ذکر کی ہیں، اس قسم کی روایات کو محدثین نے موضوع قرار دیا ہے۔

ابوہاجر محمد السعید بسیونی آل زغلول ''الموضوعات الکبریٰ'' کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

ومن الكتب المشحونة بالموضوعات والخرافات الاسرائيلية كتاب "نزهة المجالس ومنتخب النفائس" للصفوری فان مؤلفه رحمه الله قدشحنه بالموضوعات ممالا يدخل تحت حصر وفيه حكايات لااصل لها(مقدمة الموضوعات الكبریٰ، لملاعلی القاری ص ۷)

[2] جس کے چند اقتباسات درجِ ذیل ہیں:

(۱)...... موسى بن عبد الله بن يزيد الأنصاری، سمعت أنس بن مالك، يقول " :إن فی الجنة نهرا يقال له رجب :ماؤه أشد بياضا من اللبن، وأحلى من العسل :من صام يوم من رجب سقاه الله من ذلك النهر......ذكره الذهبی فی الميزان، فقال:منصور بن يزيد حدث عنه محمد بن المغيرة، فی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ''مَاثَبَتَ بِالسُّنَّةِ فِيْ اَيَّامِ السَّنَةِ'' میں بھی اس قسم کی احادیث وروایات پر محدثین کی ردوقدح کا تفصیلی ذکر فرمایا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فضل رجب، لا يعرف والخبر باطل .(ثم ساقه من طريق السلفى بإسناده إلى جعفر بن أحمد بن فارس، بسنده المتقدم........عن أبى سعيد الخدرى، مرفوعا ":إن فى الجنة نهرا يقال له :رجب، ماؤه الرحيق، من شرب منه شربة لم يظمأ بعدها أبدا، أعده الله لصوام رجب ."قالت :ورجال هذا الإسناد ثقات إلا السقطى، فإنه من وضعه(تبيين العجب فيما فى فضل رجب لابن حجر، الحديث الرابع،ص۱۵ تا ۱۸ ملخصاً)

(۲)...... عن أبى هريرة رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم "لم يصم بعد رمضان إلا رجب وشعبان ."قلت :وهو حديث منكر من أجل يوسف بن عطية؟ فإنه ضعيف جدا(ايضاً، الحديث السادس،ص ۲۰)

(۳)...... عن أبى سعيد الخدرى (فى حديث طويل)من صام من رجب يوما إيمانا واحتسابا استوجب رضوان الله الأكبر، وأسكنه الفردوس الأعلى، ومن صام من رجب يومين فله من الأجر ضعفان، وزن لك ضعف مثل جبال الدنيا .ومن صام من رجب ثلاثة أيام جعل الله بينه وبين النار خندقا، طول مسيرة ذلك اليوم سنة .ومن صام من رجب أربعة أيام عوفى من البلاء ، ومن الجذام، والجنون والبرص، ومن فتنة المسيح الدجال، ومن عذاب القبر .ومن صام من رجب خمسة أيام وقى عذاب القبر، ومن صام من رجب ستة أيام خرج من قبره ووجهه أضوأ من القمر ليلة البدر . ومن صام من رجب سبعة أيام فإن لجهنم سبعة أبواب، يغلق الله -تعالى -عنه بصوم كل يوم بابا من أبوابها .ومن صام من رجب ثمانية أيام فإن للجنة ثمانية أبواب، يفتح الله له بكل صوم يوم بابا من أبوابها .ومن صام من رجب تسعة أيام خرج من قبره وهو ينادى :لا إله إلا الله، فلا يرد وجهه دون الجنة، ومن صام من رجب عشرة أيام جعل الله له على كل ميل على الصراط فراشا يستريح عليه. ومن صام من رجب أحد عشر يوما لم يواف عبد يوم القيامة بأفضل منه إلا من صام مثله، أو زاد عليه .ومن صام من رجب اثنى عشر يوما كساه الله يوم القيامة حلتين الحلة الواحدة خير من الدنيا وما فيها .ومن صام من رجب ثلاثة عشر يوما وضع له يوم القيامة مائدة فى ظل العرش، فأكل عليها والناس فى شدة شديدة .ومن صام من رجب أربعة يوما أعطاه الله من الثواب مالا عين رأت، ولا أذن سمعت، ولا خطر على قلب بشر .ومن صام من رجب خمسة عشر يوما وقفه الله يوم القيامة موقف الآمنين..... النقاش وضاع دجال .نسأل الله العافية(ايضاً، الحديث السابع،ص ۲۲،۲۳)

(۴)...... رجب شهر الله الأصم، من صام من رجب يوما إيمانا واحتسابا استوجب رضوان الله الأكبر."وهو متن لا أصل له، اختلقه أبو البركات السقطى، وركب له إسنادا، فزعم أن جابر بن يس أخبره:أخبره المخلص، أنبأنا البغوى، أخبرنا عبد الملك بن عبد العزيز، أنبأنا عبيد الله بن عمرو، عن زيد بن أبى أمية، عن ابن أبى حسين، عن شهر، عن عبد الرحمن غنيم، عن أبى سعيد مرفوعا . وهذا إسناد حسن، إلا أنه من وضع السقطى واختلاقه فسقط(ايضاً، الحديث العاشر،ص ۲۶)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

لیکن اس تمام بحث اور ردوقدح کا تعلق رجب یا اس کی کسی خاص تاریخ کے بارے میں واردشدہ مستقل خاص خاص عجیب وغریب فضائل کے بارے میں ہے کہ یہ عجیب وغریب فضائل مستندومعتبر احادیث سے ثابت نہیں، لہٰذا رجب یا اس کی کسی خاص تاریخ میں روزہ کے متعلق اس قسم کے عجیب وغریب فضائل کا عقیدہ نہ رکھا جائے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(۵)...... حدیث" :من صام ثلاثة أيام من رجب كتب الله له صيام شهر، ومن صام سبعة أيام أغلق عنه سبعة أبواب النار، ومن صام ثمانية أيام فتح الله له ثمانية أبواب الجنة، ومن صام نصف رجب كتب الله له رضوانه، ومن كتب الله له رضوانه لم يعذبه، ومن صام رجبا كله حاسبه الله حسابا يسيرا."

رويناه في فضل رجب لأبي القاسم السمرقندي، وفي الجزء الثالث من حديث أبي روق الهمزاني من طريق عمرو بن الأزهر، عن أبان ابن أبي عياش عن أنس .وعمرو بن الأزهر :كذبه يحى بن معين وغيره، وأبان تقدم ذكره(ايضاً، الحديث الحادى عشر،ص۲۷)

(۶)...... حديث " :رجب من أشهر الحرم، وأيامه مكتوبة على أبواب السماء السادسة، فإذا صام الرجل منه يوما، وجود صومه بتقوى الله، نطق الباب ونطق اليوم، فقالا :يا رب اغفر له، وإذا لم يتم صومه بتقوى الله لم يستغفرا له."

ورواه أبو سعيد محمد بن على الأصبهاني النقاش، وليس هو بالمفسر في كتاب فضل الصيام، له من حديث أبي سعيد الخدرى، وفي إسناده إسماعيل بن يحى التيمي، وهو مذكور بالكذب(ايضاً، الحديث الثالث عشر،ص۲۸)

(۷)...... عن ابن عباس، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :من صام يوما من رجب، وصلى فيه أربع ركعات، يقرأ في أول ركعة مائة مرة آية الكرسي، وفي الركعة الثانية قل هو الله أحد مائة مرة، لم يمت حتى يرى مقعده من الجنة، أو يرى له ."قال المصنف :هذا حديث موضوع على رسول الله صلى الله عليه وسلم وأكثر رواته مجاهيل .وعثمان متروك عند المحدثين(ايضاً، الحديث السادس عشر،ص ۳۱،۳۲)

(۸)...... عن على بن أبي طالب -رضى الله عنه -قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إن شهر رجب شهر عظيم، من صام منه يوما كتب الله له صوم ألف سنة، ومن صام منه يومين كتب له صوم ألفى سنة، ومن صام منه ثلاثة أيام، كتب الله له صوم ثلاثة آلاف سنة، ومن صام منه سبعة أيام غلقت عنه أبواب جهنم، ومن صام منه ثمانية أيام فتحت له أبواب الجنة الثمانية، فيدخل من أيها شاء، ومن صام خمسة عشر بدلت سيئاته حسنات ونادى مناد من السماء قد غفر لك، فاستأنف العمل، ومن زاد زاده الله .وهو حديث موضوع، لا شك فيه .والمتهم به الخُتَّلى.(ايضاً، الحديث العشرون،ص۳۸، ۳۹)

(۹)...... عن أبي ذر، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :من صام يوما من رجب عدل صيام شهر، ومن صام منه سبعة أيام غلقت عنه أبواب الجحيم السبعة، ومن صام منه ثمانية أيام

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مگر جہاں تک رجب کے مہینے کی اپنی ذاتی فضیلت اور اس کے حرمت وعظمت والا مہینہ ہونے کی وجہ سے اصولی درجہ میں اس مہینہ میں روزے کے مستحب وفضیلت والا ہونے کا تعلق ہے، تو وہ ایک مستقل اور جدا مسئلہ ہے، اس حیثیت سے اس مہینہ میں کسی تاریخ کی تخصیص کے بغیر نفل روزوں

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

فتحت له أبواب الجنة الثمانية، ومن صام عشر أيام بدّل الله سيئاته حسنات، ومن صام ثمانية عشر نادى مناد قد غفر الله ما مضى، -فاستأنف العمل .وروى هذين الحديثين عبد العزيز الكتانى فى " فضل رجب "له عن على بن أحمد الرزار، عن عثمان بن أحمد بن السماك به .ورواه الحكم بن مروان، عن فرات بن السائب، عن ميمون بن مهران فقال :عن ابن عباس، بدل أبى ذر .أخرجه الحافظ أبو عبد الله الحسين بن فتحويه، عن ابن شيبة، عن سيف بن المبارك عنه ورشدين والحكم متروكان(ايضاً، الحديث الثانى والعشرون،ص ۴۰)

(۱۰)...... عن مكحول :أن رجلا سأل أبا الدرداء عن صيام رجب، فقال :سألت عن شهر كانت الجاهلية تعظمه فى جاهليتها، وما زاده الإسلام إلا فضلا وتعظيما، ومن صام منه يوما تطوعا، يحتسب به ثواب الله ويبتغى به وجه الله مخلصاً أطفأ صومه ذلك اليوم غضب الله، وغلق عنه بابا من أبواب النار، ولو أعطى ملء الأرض ذهبا ما كان حقاً له، لا يستكمل أجره بشىء من الدنيا دون يوم الحساب، وله عشر دعوات مستجابات، فإن دعا بشىء فى عاجل الدنيا أعطيه، وإلا أدخر له من الخير كأفضل ما دعا داع من أولياء الله، وأحبائه، وأصفيائه، ومن صام يومين كان له مثل ذلك، وله مع ذلك أجر عشرة من الصديقين فى عمرهم بالغة أعمارهم، وشفع فى مثل ما شفعوا فيه، فيكون فى زمرتهم حتى يدخل الجنة معهم، ويكون من رفقائهم، ومن صام ثلاثة أيام كان له مثل ذلك، وقال الله له عند إفطاره .لقد وجب حق عبدى هذا، ووجبت له محبتى، أشهدكم يا ملائكتى أنى قد غفرت ما تقدم من ذنبه، وما تأخر (فذكر الحديث بألفاظ نحو هذا الجنس يقول فيه) :ومن صام تسعة أيام منه رفع كتابه فى عليين، وبعث يوم القيامة من الآمنين، ويخرج من قبره ووجه يتلألأ حتى يقول أهل الجمع هذا نبى مصطفى، وأن أدنى ما يعطى أن يدخل الجنة بغير حساب، ومن صام عشرة فبخ بخ له مثل ذلك وعشرة أضعافه، وهو ممن يبدل الله -عز وجل -سيئاته حسنات ويكون من المقربين لله بالقسط، وكمن عبد الله ألف عام صائما قائما محتسبا، ومن صام عشرين يوما كان له مثل ذلك وعشرون ضعفا، وهوممن يزاحم خليل الله فى قبته، ويشفع فى مثل ربيعة ومضر، كلهم من أهل الخطايا والذنوب، ومن صام ثلاثين يوما كان له من جميع ذلك ثلاثين ضعفا، ونادى مناد من السماء أبشر يا ولى الله بالكرامة العظمى، والكرامة :النظر إلى وجه الله الجليل فى مرافقة النبيين والصديقين، والشهداء والصالحين، وحسن أولئك رفيقا .طوبى لك طوبى لك ثلاث مرات، غدا إذا انكشف الغطاء 'فأفضيت إلى جسيم ثواب ربك الكريم .فإذا نزل به الموت سقاه ربه عند خروج نفسه شربة من حياض القدس، ويهون سكرة الموت، حتى ما يجد للموت ألماً، ويطلع فى قبره رياه، ويظل فى الموقف ريان، حتى يرد حوض النبى صلى الله عليه

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

کے مستحب ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ ؎

خلاصہ یہ ہے کہ رجب یا اس کی کسی خاص تاریخ کے روزوں کی جو مختلف اور عجیب وغریب فضائل والی احادیث وارد ہیں وہ ضعیف یا موضوع ومن گھڑت ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وسلم وإذا خرج من قبره شيعه سبعون ألفاً من النجائب من الدر والياقوت، ومعهم الطرائف والحلى والحلل، فيقولون :يا ولى الله .التجيء إلى ربک الذى أظميت له نهارک، وانحلت له جسمک، فهو من أول الناس دخول جنات عدن يوم القيامة مع الفائزين الذين رضى الله عنهم ورضوا عنه . ذلک هو الفوز العظيم .فإن كان له فى كل يوم يصوم على قدر قوته .فتصدق به فهيهات هيهات - ثلاثا -لو اجتمع الخلائق على أن يقدر وأقدر ما أعطى ذلک العبد من الثواب، ما بلغوا معشار العشر مما أعطى ذلک العبد من الثواب.قلت:وهذا حديث موضوع ظاهر الوضع .قبح الله من وضعه (ايضاً، الحديث التاسع والعشرون،ص ۴۵،۴۶)

؎ ولم يثبت فى صوم رجب نهى ولاندب لعينه ولكن اصل الصوم مندوب اليه وفى سنن ابى داؤد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم ندب الى الصوم من الاشهر الحرم ورجب احدها والله اعلم (نووى شرح مسلم ج ۸ ص ۳۹،كتاب الصيام،باب صيام النبى صلى الله عليه وسلم فى غير رمضان)

وقال النووى فى زيادات الروضة افضل الاشهر للصوم بعدرمضان الاشهر الحرم ذوالقعده وذوالحجة والمحرم ورجب وافضلها المحرم ويلى المحرم فى الفضيلة شعبان وقال صاحب البحر رجب افضل الحرم وليس كماقال اهـ (فتح الملهم شرح صحيح مسلم ج ۳ ص ۱۸۶، للعلامه شبير احمد عثمانى رحمه الله)

فى المواهب اللدنية وشرحه اماشهر رجب بخصوصه وقد قال بعض الشافعيةانه افضل من سائر الشهور وضعفه النووى وغيره فلم يعلم انه صلى الله عليه وسلم صامه بل روى عنه من حديث ابن عباس مماصحح وقفه على ابن عباس انه نهى عن صيامه رواه ابن ماجه باسناد قال الذهبى لايصح فيه راوضعيف متروک لكن فى سنن ابى داؤدمن حديث مجيبة الباهلية عن ابيها اوعمها مايدل على ان النبى صلى الله عليه وسلم ندب الى الصوم من الاشهر الحرم ورجب احدها فيندب صومه(فتح الملهم شرح صحيح مسلم ج ۳ ص ۱۷۵ ، للعلامه شبير احمد عثمانى رحمه الله)

واما قوله : وكل حديث فى ذكرصوم رجب وصلاة بعض الليالى فيه فهوكذب مفترى ففيه بحث اذ قدورد فى صيام رجب احاديث متعددة ولوكانت ضعيفة لكنهايتقوى بعضها ببعض وقد اوردت نبذا منها فى رسالتى "الادب فى رجب" و"القوام للصوام" ايضانعم بعض ماورد فيه موضوع (الموضوعات الكبرىٰ لملا على القارى ص ۳۲۹)

واماحديث صوم رجب فقال بعض الحفاظ انها موضوعة ،قال ابن حجر قال ائمتنا افضل الاشهر لصوم التطوع المحرم ثم بقية الحرم رجب وذى الحجة وذى القعدة (مرقاة شرح مشكوٰة ج ۴ ص ۱۴۱۱ ،كتاب الصوم،باب صيام التطوع)

www.idaraghufran.org

لیکن رجب کے مہینے یا اس کے روزوں کی مستحب درجہ میں فضیلت شریعت کے ایک اصول اور کلیہ کے تحت داخل ہے، اور وہ ماہِ رجب کا حرمت وعظمت والے مہینوں میں سے ہونا ہے، اور اسی حیثیت سے اس مہینہ میں نفل روزے رکھنا مستحب ہے، مگر دن یا تعداد کوئی متعین نہیں، جس دن اور جتنے روزے رکھنے کی توفیق ہوجائے، غنیمت وسعادت ہے۔ ۱؎

۱؎ قال ابن حجر الهيتمي (المتوفى ۹۷۴ هـ) في فتاواه :

ويوافقه افتاء العز بن عبدالسلام فانه سئل عمانقل عن بعض المحدثين من منع صوم رجب وتعظيم حرمته وهل يصح نذر صوم جميعه فقال في جوابه نذر صومه صحيح لازم يتقرب الى الله تعالىٰ بمثله والذى نهى عن صومه جاهل بمأخذ احكام الشرع وكيف يكون منهيا عنه مع ان العلماء الذين دونوا الشريعة لم يذكراحدمنهم اندراجه فيما يكره صومه بل يكون صومه قربة الى الله تعالىٰ (بعد اسطر) وكان داوديصوم من غير تقييد بماعدارجبا من الشهورومن عظم رجبا بجهة غير ماكانت الجاهلية يعظمونه به فليس مقتديابهم وليس كل مافعلوه منهيا عن فعله الااذانهت الشريعة عنه اودلت القواعد على تركه ولايترك الحق لكون اهل الباطل فعلوه والذى ينهى عن صومه جاهل معروف بالجهل ولايحل لمسلم ان يقلده فى دينه اذلايجوز التقليد الا لمن اشتهربالمعرفة باحكام الله تعالىٰ وبمأخذها والذى يضاف اليه ذلك بعيد عن معرفة دين الله تعالىٰ فلا يقلد فيه ومن قلده غربدينه اه ..(وبعداسطر)..واشارالى انه يكفى فى فضل صوم رجب ماوردمن الاحاديث الدالة على فضل مطلق الصوم وخصوصه فى الاشهر الحرم ..(وبعداسطر)..لانه من الاشهرالحرم بل هومن افضلها فقول هذالجاهل ان احاديث صوم رجب موضوعة ان ارادبه مايشمل الاحاديث الدالة على صومه عموما وخصوصا فكذب منه وبهتان فليتب عن ذلك والاعزرعليه التعزيرالبليغ نعم روى فى فضل صومه احاديث كثيرة موضوعةوائمتناوغيرهم لم يعولوا فى ندب صومه عليها حاشاهم من ذلك وانما عولوا على ماقدمته وغيره ومنه مارواه البيهقى فى الشعب عن انس يرفعه ان فى الجنة نهرا يقال له رجب اشد بياضا من اللبن واحلى من العسل من صام من رجب يوما سقاه الله من ذلك النهر وروى عن عبدالله بن سعيد عن ابيه يرفعه من صام يوما من رجب كان كصيام سنة ومن صام سبعة ايام غلقت عنه ابواب جهنم ومن صام ثمانية ايام فتحت له ثمانية ابواب الجنةومن صام عشرة ايام لم يسال الله شيئًا الا اعطاه اياه ومن صام خمسة عشريوما نادى مناد من السماء قد غفرلك ماسلف فاستانف العمل وقد بدلت سياتك حسنات ومن زاد زاده الله ثم نقل عن شيخه الحاكم ان الحديث الاول موقوف على ابى قلابة وهو من التابعين فمثله لايقوله الاعن بلاغ عمن قوله ممايأتيه الوحى ثم روى عن ابى هريرة ان النبى صلى الله عليه وسلم لم يصم بعد رمضان الارجب وشعبان ثم قال اسناده ضعيف اه قدتقرران الحديث الضعيف والمرسل والمنقطع والمعضل والموقوف يعمل بها فى فضائل الاعمال اجماعا ولاشك ان صوم رجب من فضائل الاعمال فيكتفى فيه بالاحاديث الضعيفةونحوهاولاينكرذلك الاجاهل مغرور وروى الازدى فى الضعفاء من حديث السنن من صام ثلاثة ايام من شهر حرام الخميس والجمعة والسبت كتب الله له عبادة سبعمائة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی رجب کی کسی مخصوص تاریخ میں ایسی فضیلت کا قائل ہو جو کہ معتبر سند سے ثابت نہیں جیسا کہ ستائیس رجب کے روزے کے بارے میں بہت سے لوگوں کا ہزار روزوں کے برابر کی فضیلت کا عقیدہ ہے، تو وہ درست نہیں، البتہ اس قسم کی فضیلت کا عقیدہ رکھے بغیر کسی تاریخ میں بھی مستحب سمجھتے ہوئے روزہ رکھ لیا جائے تو اس کے جائز بلکہ مستحب ہونے میں کوئی شبہ نہ ہوگا۔

اسی سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ ایک تو ماہِ رجب کے عام روزے کی فضیلت اور اس کے ثبوت کا مسئلہ ہے اور دوسرا مسئلہ خاص ستائیس رجب کے روزے کی فضیلت کا ہے، جس کو عوام ہزاروی روزہ کہتے ہیں، اور یہ دونوں مسئلے الگ الگ ہیں، دونوں میں خلط ملط ہوجانے کی وجہ سے بعض اوقات اہلِ علم حضرات بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔

لہٰذا دونوں مسئلوں کو الگ الگ رکھنا چاہئے۔

ماہِ رجب کے مطلق اور عام روزوں کے مستحب ہونے کا حکم تفصیل کے ساتھ ہم نے ماقبل میں ذکر کردیا ہے۔

جہاں تک خاص ستائیس رجب کے روزے اور اس کی فضیلت کا معاملہ ہے تو اس پر کلام ستائیس رجب کے منکرات اور رسموں کے ذیل میں آگے مستقل عنوان ''ہزاری روزہ'' کے تحت آرہا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عام(الفتاویٰ الکبری الفقهية ج ۲ ص ۵۴تا۵۵،ملخصاً،مطبوعه بيروت)

واماشهررجب فقد قال بعض ائمتنا انه افضل من سائر الشهورلكنها مقالة ضعيفة بل لم يصح انه صلى الله عليه وسلم صامه بل روى ابن ماجه عن ابن عباس انه صلى الله عليه وسلم نهى عن صيامه لكن الصحيح وقفه على ابن عباس وحينئذٍفلاشاهد فى ذلك لكراهة صوم رجب خلافالمن وردعليه بل روى ابوداؤد انه صلى الله عليه وسلم ندب الصوم فى الاشهرالحرم ورجب احدها وروى ابوداؤد وغيره عن عروة انه قال لعبدالله بن عمرهل كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصوم فى رجب قال نعم ويشرفه قالهاثلاثا وقد قال ابوقلابة ان فى الجنة قصرصوام رجب قال البيهقى ابوقلابة من كبارالتابعين لايقوله الاعن بلاغ فثبت ندب صومه وانه ليس مكروها وان القول بالكراهة فاسدبل غلط بل قدعلمت فضل صوم شعبان ومع ذلك صوم رجب افضل منه اذالمعتمد ان افضل الشهور بعدرمضان المحرم ثم بقية الحرم ثم شعبان (الفتاویٰ الكبریٰ الفقهية لابن حجر الهيتمى ج ۲ ص ۶۹، مطبوعه بيروت)

ماہِ رجب کی بدعات ومنکرات

اب ماہِ رجب کے حوالے سے بعض بدعات اور منکرات کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے، کیونکہ بدعات ومنکرات کے مل جانے سے ایک مستحب عمل بھی گناہ کے زمرے میں داخل ہوجاتا ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں بھی اس مہینہ میں بعض رسمیں انجام دی جاتی تھیں، شریعت نے ان کو ختم کردیا اور آج بھی اس مہینہ کی نسبت سے کئی رسمیں لوگوں میں رائج ہیں۔

ذیل میں ان پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

(۱)......رجب یا اس کی مخصوص راتوں کے غیر مستند فضائل

ماہِ رجب کی فضیلت کے بارے میں چند اصولی باتوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے، ورنہ ''نیکی برباد گناہ لازم'' کا مصداق بن جاتا ہے۔

(۱)...... ماہِ رجب سال کے چار عظمت والے مہینوں میں سے ہے، لہٰذا یہ فضیلت والا مہینہ ہے، جس میں دن اور رات کے سب اوقات داخل ہیں، اور اس میں عبادت کی فضیلت ہے، لیکن شریعت کی طرف سے اس کے لئے کوئی مخصوص عبادت مقرر نہیں کی گئی۔

بعض لوگ ماہِ رجب کی فضیلت اور اس مہینہ یا اس کی مخصوص تاریخوں کے بارے میں مختلف مخصوص عبادات سے متعلق موضوع اور منگھڑت روایات کا سہارا لے کر عجیب وغریب فضائل بیان کرتے ہیں، جن کو محدثین نے بے اصل اور منگھڑت قرار دیا ہے۔

لہٰذا اس قسم کی بے سند اور بے اصل باتوں پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے۔ [۱]

---

[۱] (۱)...... حدیث :رجب شهر الله، وشعبان شهری، ورمضان شهر أمتی ."رواه أبو بكر النقاش المفسر، أنبأنا أحمد بن العباس الطبری، أنبأنا الكسائی، أنبأنا أبو معاوية، عن الأعمش، عن إبراهيم، عن علقمة، عن أبی سعيد الخدری .وهو سند مركب، ولا يعرف لعلقمة سماع من أبی سعيد، والكسائی المذكور فی السند لا يدری من هو، وليس هو علی بن حمزة المقدسی؛ فإنه أقدم من هذه الطبقة بكثير .والعهدة فی هذا الإسناد علی النقاش (تبيين العجب فيما فی فضل رجب لابن حجر، الحديث السابع، ص ۲۰، ۲۱)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

(۲)......رجب کے مہینے کی کوئی خاص عبادت مقرر نہیں، بلکہ نفل نماز، تلاوت، ذکر، استغفار، درود شریف، دعا اور ہر قسم کی نفلی عبادت کرنے کا اختیار ہے، جس میں حسبِ استطاعت نفلی روزے بھی داخل ہیں، اور ہر ایک اپنی حسبِ منشاء جتنی اور جونسی چاہے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

هذا حديث موضوع على رسول الله -صلى الله عليه وسلم ، والنقاش هذا هو مؤلف كتاب "شِفاءِ الصدور "وقدُ ملأ أكثره بالكذب وَالزور(أداء ما وجب من بيان وضع الوضاعين فى رجب ،لابى الخطاب عمر بن حسن الأندلسى الشهير بابن دحية الكلبى)

(۲)...... عن أنس، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :خيرة الله من الشهور شهر رجب، وهو شهر الله، من عظم شهر رجب فقد عظم أمر الله أدخله جنات النعيم، وأوجب له رضوانه الأكبر، وشعبان شهرى، فمن عظم شهر شعبان فقد عظم أمرى، ومن عظم أمرى كنت له فرطا وذخرا يوم القيامة، وشهر رمضان شهر أمتى، فمن عظم شهر رمضان، وعظم حرمته، ولم ينتهكه، وصام نهاره، وقام ليله، وحفظ جوارحه، خرج من رمضان وليس عليه ذنب يطالبه الله تعالى به .قال البيهقى :هذا حديث منكر بمرة .قلت:بل هو موضوع ظاهر الوضع، بل هو من وضع نوح الجامع، وهو أبو عصمة الذى قال عنه المبارك، لما ذكره لوكيع عندنا شيخ يقال له :أبو عصمة، كان يضع الحديث، وهو الذى كانوا يقولون فيه :نوح الجامع جمع كل شىء إلا الصدق، وقال الخليلى : أجمعوا على ضعفه(ايضاً، الحديث السابع،ص ۲۴)

(۳)...... عن أنس، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم" :فضل شهر رجب على سائر الشهور كفضل القرآن على سائر الأذكار، وفضل شعبان على سائر الشهور، كفضل محمد على سائر الأنبياء ، وفضل رمضان على سائر الشهور، كفضل الله على عباده ."ورجال هذا الإسناد ثقات، إلا السقطى فهو الآفة، وكان مشهورا بوضع الحديث، وتركيب الأسانيد، ولم يحدث واحد من رجال هذا الإسناد بهذا الحديث قط(ايضاً، الحديث الثامن،ص ۲۵)

(۴)...... حديث رجب، شهر الله ويدعى الأصم، وكان أهل الجاهلية إذا دخل رجب يعطلون أسلحتهم ويضعونها، فكان الناس يأمنون وتأمن السبل ولا يخافون بعضهم بعض حتى ينقضى .وهذا وإن كان معناه صحيحا فإنه لا يصح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم .رواه عيسى غنجار، عن أبان بن سفيان، عن غالب بن عبيد الله، عن عطاء ، عن عائشة، وأبان وغالب معروفان بوضع الحديث(ايضاً، الحديث التاسع،ص ۲۵،۲۶)

(۵)...... حديث" :من فرج عن مؤمن كربة فى رجب أعطاه الله تعالى فى الفردوس قصرا مد بصره، أكرموا رجبا يكرمكم الله بألف كرامة .وهو متن لا أصل له بل اختلقه أبو البركات هبة الله بن المبارك السقطى -لا بارك الله فيه -ووضع إسنادا رجاله ثقات، فقال:أخبرنا أبو غانم :محمد بن الحسن، أخبرنا على بن وصيف، حدثنا البغوى، أنبأنا خلف بن هشام، حدثنا أبو الأحوص، عن أبى إسحاق، عن عطاء ، عن عبد الله بن الزبير مرفوعا(ايضاً، الحديث الثانى عشر،ص ۲۷،۲۸)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

عبادت کرنے میں آزاد ہے، نہ تو ایک دوسرے کا پابند ہے اور نہ خاص طریقہ کی کوئی عبادت ماہِ رجب یا اس کی راتوں کے لئے مقرر ہے، اور اس سلسلہ میں جو بعض روایات میں مخصوص طریقہ پرعبادت کرنے کا ذکر آیا ہے، وہ روایات محدثین کے نزدیک بےاصل ہیں۔ [۱]

(۳)......بعض لوگ رجب کی دس تاریخ یا پندرہ تاریخ کو یا رجب کی پہلی شبِ جمعہ کو دوسرے دنوں اور راتوں کی بنسبت زیادہ افضل سمجھتے ہیں، اور ان تاریخوں میں مختلف اعمال انجام دیتے ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(۲)...... عن أنس بن مالك، قال :خطب رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل رجب بجمعة، فقال : أيها الناس، إنه قد أظلكم شهر عظيم، شهر رجب، شهر الله، الأصم، تضاعف فيه الحسنات، وتستجاب فيه الدعوات، ويفرج عن الكربات، لا يرد فيه للمؤمنين دعوة، فمن اكتسب فيه خيراً ضوعف له فيه أضعافاً مضاعفة، والله يضاعف لمن يشاء .فعليكم بقيام ليله، وصيام نهاره، فمن صلى في يوم فيه خمسين صلاة يقرأ في كل ركعة ما تيسر من القرآن، أعطاه الله من الحسنات بعد الشفع والوتر، وبعد الشعر والوبر، ومن صام يوماً منه كتب له به صيام سنة، ومن خزن فيه لسانه لقنه الله حجته عند مساء لة منكر ونكير، ومن تصدق فيه بصدقة كان بها فكاك رقبته من النار، ومن وصل فيه رحمه وصله الله في الدنيا والآخرة، ونصره على أعدائه أيام حيانه، ومن عاد فيه مريضاً أمر الله كرام ملائكته بزيارته والتسليم عليه، ومن صلى فيه على جنازة فكأنما أحيا مؤودة، ومن أطعم مؤمناً فيه طعاما أجلسه الله يوم القيامة على مائدة عليها إبراهيم ومحمد، ومن سقى فيه شربة ماء سقاه الله من الرحيق المختوم، ومن كسا فيه مؤمناً كساه الله ألف حلة من حلل الجنة، ومن أكرم فيه يتيما، ومسح يده على رأسه غفر الله له بعدد كل شعرة مستها يده، ومن استغفر الله فيه مرة واحدة غفر الله له، ومن سبح الله تسبيحة أو هلل تهليلة كتب عند الله من الذاكرين الله كثيراً والذاكرات، ومن ختم فيه القرآن مرة واحدة ألبس هو ووالده يوم القيامة كل واحد منهم تاج مكلل باللؤلؤ والمرجان وأمن فزع يوم القيامة وهذا حديث موضوع وإسناده مجهول(ايضاً، الحديث الثالث والعشرون،ص ۴۱، ۴۲)

[۱] عن أنس بن مالك، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :من صلى المغرب من أول ليلة من رجب، ثم صلى بعدها عشرين ركعة، يقرأ في كل ركعة بفاتحة الكتاب، وقل هو الله أحد مرة، ويسلم فيهن عشر تسليمات، أتدرون ما ثوابه؟ فإن الروح الأمين جبريل علمني ذلك، قلنا: الله ورسوله أعلم، قال :حفظه الله في نفسه وأهله وماله وولده، وأجير من عذاب القبر، وجاز على الصراط كالبرق بغير حساب ولا عذاب(تبيين العجب فيما في فضل رجب لابن حجر، الحديث الخامس عشر،ص ۳۰، ۳۱)

www.idaraghufran.org

جن کی کوئی اصل نہیں، اوراس سلسلہ میں جو بعض روایات پیش کی جاتی ہیں، ان کی کوئی معتبر سند و بنیاد نہیں۔

اسی طرح بہت سے لوگ رجب کے مہینے کی ستائیسویں رات کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں، اوراس کو معراج کی رات قرار دیتے ہیں۔

حالانکہ ستائیسویں رات کا معراج کی رات ہونا یقینی نہیں، اوراس رات میں کوئی مخصوص عبادت بھی مقرر نہیں، جس کی تفصیل آگے مستقل عنوان کے تحت آتی ہے۔[1]

(۴)...... یہ بات یادرکھنا چاہئے کہ نفلی عبادت مساجد وغیرہ میں جمع ہوکر کرنے کے بجائے تنہائی میں کرنے کا حکم ہے۔

لہٰذا اس کے لئے مجمع اور محفلیں جمانے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

---

[1] فائدة قد كنت لما سافرت من الوطن مع الوالدين المرحومين إلى حيدر آباد الدكن فى سنة أربع وثمانين بعد الألف والمائتين من الهجرة على صاحبها أفضل الصلوات والتحية دخلت بلدة حيدر آباد فى اليوم الخامس عشر من رجب فلقينى بعض مشايخها وقال مرحبا نعم المجىء جئت ما أحسن وصولک فى اليوم المبارک يوم الاستفتاح فقلت فى نفسى لعل لهذا اليوم فضلا ثابتا بالرويات ثم طلبت ذلک من مظانه فلم أجد لذلک أصلا ثم وقفت على كلام الشيخ الدهلوى فى ما ثبت بالسنة اعلم أنا لم نجد فى كتب الأحاديث لا إثباتا ولا نفيا ما اشتهر بينهم من تخصيص الخامس عشر من رجب بالتعظيم والصوم والصلاة وتسميته بيوم الاستفتاح وتسميته بمريم دوزه انتهى فعلمت أنه ليس إلا من جنس الأمور المشهورة بين الصوفية مما ليس له أصل فى كتب الشريعة(الآثار المرفوعة فى الأخبار الموضوعةللكنوى،ص۷۸،مكتبة الشرق الجديد -بغداد)

عن أنس بن مالک، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من صلى ليلة النصف من رجب، أربع عشرة ركعة، يقرأ فى كل ركعة الحمد مرة، وقل هو الله أحد إحدى عشرة مرة، وقل أعوذ برب الناس ثلاث مرات فإذا فرغ من صلاته صلى علىّ عشر مرات، ثم يسبح الله ويحمده، ويكبره ويهلله ثلاثين مرة، بعث الله إليه ألف ملک، يكتبون له الحسنات، ويغرسون له الأشجار فى الفردوس، ومحى عنه كل ذنب أصابه إلى تلک الليلة ولم يكتب عليه إلا مثلها من القابل، ويكتب له بكل حرف قرأ فى هذه الصلاة سبعمائة حسنة، وبنى له بكل ركوع وسجود عشرة قصور فى الجنة من زبرجد أخضر وأعطى بكل ركعة عشر مدائن فى الجنة ملک فيضع يده بين كتفيه، فيقول له .استأنف العمل .فقد غفر لک ما تقدم من ذنبک.

قال المصنف :وهذا موضوع، ورواته مجهولون .ولا يخفى تركيب إسناده ورجالة .والظاهر أنه من عمل الحسين بن إبراهيم(تبيين العجب فيما فى فضل رجب لابن حجر،الحديث التاسع عاشر ، ص۳۷،۳۸)

www.idaraghufran.org

(۵)...... پورے مہینے، اور سارے دن اور ساری رات عبادت کرنا ضروری نہیں، بلکہ جس وقت اور جتنی بھی توفیق ہو جائے، غنیمت ہے۔

(۶)...... یہ نفلی عبادت ہے، لہٰذا اس کی خاطر کسی فرض، واجب کو چھوڑ نا جائز نہیں، بلکہ ایسا کرنا نفسانی وشیطانی چالبازی ہے، مثلاً رات کو عبادت میں مصروف رہ کر فجر کی نماز کو قضا کر دینا۔

(۷)...... اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہر عمل کے قبول ہونے کے لئے اخلاص ضروری ہے، لہٰذا ریاء کاری کے ساتھ عبادت کرنے سے بچنا چاہئے۔

(۸)...... بعض لوگ رجب کی مخصوص راتوں میں مخصوص کھانے بناتے ہیں، اور مختلف تکلّفات کرتے ہیں، اور بعض لوگ مخصوص قسم کی نمازیں پڑھتے ہیں، اور ان اغراض کے لئے اجتماع کا اہتمام کرتے ہیں، اور غیر ضروری روشنیاں اور قمقمے لگاتے ہیں، یہ سب چیزیں غیر شرعی ہیں، ان سے بچنا چاہئے۔

اسی طرح اس مہینے کی مخصوص تاریخوں میں کونڈے وغیرہ کی رسم بھی غیر شرعی ہے، اس سے بھی بچنا چاہئے، جس پر تفصیلی کلام آگے آتا ہے۔ [۱]

---

[۱] الْمَرْتَبَةُ الثَّانِيَةُ الْمَوَاسِمُ الَّتِى نَسَبُوهَا إلَى الشَّرْعِ وَلَيْسَتْ مِنْهُ فَمِنْهَا أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَجَبٍ فَيَتَكَلَّفُونَ فِيهِ النَّفَقَاتِ، وَالْحَلاوَاتِ الْمُحْتَوِيَةِ عَلَى الصُّوَرِ الْمُحَرَّمَةِ شَرْعًا لِقَوْلِهِ -عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ :-مَنْ صَوَّرَ صُورَةً، فَإِنَّ اللَّهَ يُعَذِّبُهُ حَتَّى يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ فِيهَا أَبَدًا(المدخل لابن الحاج، ج ا ص ۲۹۱)

ومن البدع التى أحدثوها فى هذا الشهر الكريم :أن أول ليلة جمعة منه يصلون فى تلك الليلة فى الجوامع، والمساجد صلاة الرغائب، ويجتمعون فى بعض جوامع الأمصار ومساجدها ويفعلون هذه البدعة ويظهرونها فى مساجد الجماعات بإمام وجماعة كأنها صلاة مشروعة، وانضم إلى هذه البدعة مفاسد محرمة، وهى اجتماع النساء ، والرجال فى الليل على ما علم من اجتماعهم وأنه لا بد أن يكون مع ذلك ما لا ينبغى مع زيادة وقود القناديل وغيرها .وفى زيادة وقودها إضاعة المال لا سيما إذا كان الزيت من الوقف فيكون ذلك جرحة فى حق الناظر لا سيما إن كان الواقف لم يذكره، وإن ذكره لم يعتبر شرعا .وزيادة الوقود مع ما فيه من إضاعة المال كما تقدم سبب لاجتماع من لا خير فيه، ومن حضر من أرباب المناصب الدينية عالما بذلك فهو جرحة فى حقه إلا أن يتوب، وأما إن حضر ليغير وهو قادر بشرطه فيا حبذا، وقد ذكر الإمام أبو بكر الفهرى المعروف

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

(۲)......زمانۂ جاہلیت اور رجب کی قربانی

زمانۂ جاہلیت میں رجب کے مہینہ میں لوگ اپنے بتوں کے نام پر جانور کی قربانی کیا کرتے تھے، جس کا نام ''عتیرہ'' تھا، اوراسی نسبت سے رجب کے مہینہ کو عتیرہ کا مہینہ بھی کہا جاتا تھا۔ [1]

مگر اسلام نے اس قربانی کو ختم فرما دیا۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بالطرطوشی -رحمه الله تعالى -تقبيح اجتماعهم وفعلهم صلاة الرغائب فى جماعة، وأعظم النكير على فاعل ذلك، وقال فى كتابه :إنها بدعة قريبة العهد حدثت فى زمانه وأول ما حدثت فى المسجد الأقصى أحدثها فلان سماه فالتمسه هناك هذا قوله فيها، وهى على دون ما يفعلونه اليوم مما تقدم ذكره، فإن قال قائل قد ورد الحديث عن النبى -صلى الله عليه وسلم -فى الندب إلى هذه الصلاة ذكره أبو حامد الغزالى -رحمه الله تعالى -فى كتاب الإحياء له فالجواب أن الكلام إنما وقع على فعلها فى المساجد وإظهارها فى الجماعات، وما اشتملت عليه مما لا ينبغى كما تقدم، وأما الرجل يفعلها فى خاصة نفسه فيصليها سرا كسائر النوافل فله ذلك ويكره له أن يتخذها سنة دائمة لا بد من فعلها؛ لأن هذه الأحاديث الواردة فى فضائل الأعمال بالسند الضعيف قد قال العلماء فيها :إنه يجوز العمل بها ولكنها لا تفعل على الدوام فإنه إذا عمل بها، ولو مرة واحدة فى عمره، فإن يكن الحديث صحيحا، فقد امتثل الأمر به، وإن يكن الحديث فى سنده مطعن يقدح فيه فلا يضره ما فعل؛ لأنه إنما فعل خيرا ولم يجعله شعيرة ظاهرة من شعائر الدين كقيام رمضان وغيره هذا الكلام على صفة الجمع فى العمل بالحديث الصحيح، والحديث الذى أشكل علينا صحته، وأما مذهب مالك -رحمه الله تعالى :-فإن صلاة الرغائب مكروه فعلها، وذلك جار على قاعدة مذهبه؛ لأن تكرير قراء ة السورة الواحدة فى ركعة واحدة يمنعها؛ لأنه لم يكن من فعل من مضى، والخير كله فى الاتباع لهم -رضى الله عنهم (المدخل لابن الحاج، ج ا ص ۲۹۳، ۲۹۴ ،من البدع المحدثة صلاة الرغائب فى الجمعة الأولى من رجب)

[1] كان يُسمى فى الجاهلية شهر العتيرة، وذلك من فساد السريرة، ترجم البخارى فى "صحيحه "فى آخر كتاب العقيقة باب العتيرة :حدثنا على بن عبد الله قال :حدثنا سفيان قال الزهرى، عن سعيد بن المسيب، عنْ أبى هريرة، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال "لا فَرَع وَلا عتيرة "قال: وَالفرع أول نِتاج كان ينتجُ لهم كانوا يذبحونه لطواغيتهم، والعتيرة فى رجب العِتْرُ بكسر العين العتيرة وهى شاة كانوا يذبحونها فى رجب لآلهتهم(أداء ما وجب من بيان وضع الوضاعين فى رجب،لابى الخطاب عمر بن حسن الأندلسى الشهير بابن دحية الكلبى، ص۳۵،۳۶،المكتب الاسلامى، بيروت)

www.idaraghufran.org

لَافَرَعَ وَلَاعَتِيْرَةَ وَالْفَرَعُ اَوَّلُ النِّتَاجِ كَانُوْا يَذْبَحُوْنَهُ لِطَوَاغِيْتِهِمْ وَالْعَتِيْرَةُ فِيْ رَجَبٍ (بخاری) [1]

ترجمہ: نہ تو فرع (کی رسم) کا وجود ہے اور نہ ہی عتیرہ (کی رسم) کا وجود ہے، اور فرع اونٹنی کے سب سے پہلے اس بچے کو کہتے ہیں جو مشرکین اپنے بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے، اور عتیرہ اس قربانی کو کہتے ہیں جو رجب کے مہینے میں کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَتِيْرَةَ فِي الْإِسْلَامِ، وَلَا فَرَعَ (مسند احمد) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام میں نہ تو عتیرہ (کی رسم) کا وجود ہے، اور نہ فرع (کی رسم) کا وجود ہے (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْفَرَعِ، وَالْعَتِيْرَةِ (نسائی، حديث نمبر ۴۲۲۳، کتاب الفرع والعتيرة، مكتب المطبوعات الإسلامية -حلب)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرع اور عتیرہ کی رسم سے منع فرمایا (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے اِن الفاظ میں روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا فَرَعَةَ، وَلَا عَتِيْرَةَ (سنن ابن ماجه) [3]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ تو فرع (کی رسم) کا وجود ہے، اور نہ

---

[1] حديث نمبر ۵۴۷۳، كتاب العقيقة، باب الفرع، دار طوق النجاة، بيروت.

[2] حديث نمبر ۷۱۳۵، مؤسسة الرسالة، بيروت.

حديث صحيح، وهذا إسناد صحيح على شرط الشيخين إن كان هشيم سمعه من الزهري، وإن كان الواسطة بينهما سفيان بن حسين، فالإسناد ضعيف، لأن سفيان بن حسين ضعيف في الزهري خاصة، ومع ذلك، فهو متابع (حاشية مسند احمد)

[3] حديث نمبر ۳۱۶۹، كتاب الذبائح، باب الفرعة والعتيرة.

Idara Ghufran

عتیرہ (کی رسم) کا وجود ہے (ترجمہ ختم)

امام ترمذی رحمہ اللہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث نقل کرکے فرماتے ہیں کہ:

وَالعَتِيرَةُ :ذَبِيحَةٌ كَانُوا يَذْبَحُونَهَا فِي رَجَبٍ يُعَظِّمُونَ شَهْرَ رَجَبٍ لِأَنَّهُ أَوَّلُ شَهْرٍ مِنْ أَشْهُرِ الْحُرُمِ، وَأَشْهُرِ الْحُرُمِ :رَجَبٌ، وَذُو الْقَعْدَةِ، وَذُو الْحِجَّةِ، وَالْمُحَرَّمُ(ترمذی) [1]

ترجمہ: اور عتیرہ اس قربانی کا نام ہے، جس کو لوگ رجب کے مہینے کی تعظیم کے طور پر ذبح کرتے تھے، کیونکہ وہ عظمت والے مہینوں میں سے پہلا مہینہ ہے، اور عظمت والے مہینے یہ ہیں، رجب، اور ذوالقعدہ اور ذوالحجہ اور محرم (ترجمہ ختم)

جاہلیت کے زمانے میں یہ رواج تھا کہ جب کسی کی اونٹنی کے پہلا بچہ پیدا ہوتا تو وہ لوگ اس پہلے بچے کو اپنے بتوں کے نام پر قربان کیا کرتے تھے۔

جب اسلام آیا تو بتوں کے نام پر قربانی بند ہوگئی، لیکن پھر اس بچے کو اللہ کے نام پر ذبح کرتے تھے، اس کو ''فرع'' کہتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ''لافرع'' فرما کر اس کو ختم فرما دیا کہ اب اس کی مشروعیت باقی نہیں رہی۔

اور ''عتیرہ'' اس قربانی کو کہا جاتا تھا جو جاہلیت کے زمانے میں رجب کے مہینے میں کی جاتی تھی، اور یہ جاہلیت کے زمانے میں بتوں کے نام پر ہوتی تھی اور اسلام کے آنے کے بعد اللہ کے نام پر ہونے لگی، اس کو ''رجبیہ'' بھی کہا جاتا تھا۔ [2]

---

[1] حدیث نمبر ۱۵۱۲، ابواب الاضاحی، باب ما جاء فی الرخصة فی أکلها بعد ثلاث، شرکة مکتبة ومطبعة مصطفی البابی الحلبی -مصر.

[2] عَنْ مِخْنَفِ بْنِ سُلَيْمٍ، قَالَ :سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَتَيْنَاهُ فِي وَفْدٍ غَامِدٍ فَقَالَ " :إِنَّ عَلَى كُلِّ أَهْلِ بَيْتٍ فِي كُلِّ عَامٍ أُضْحَاةً وَعَتِيرَةً "، قَالَ :فَقُلْنَا مَا الْعَتِيرَةُ ؟ قَالَ " :الرَّجَبِيَّةُ "قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ :فَعَقَلْنَا بِهَذَا الْحَدِيثِ أَنَّ الْعَتِيرَةَ هِيَ الرَّجَبِيَّةُ (شرح مشکل الآثار للطحاوی، حدیث نمبر ۱۰۵۹، باب بیان مشکل ما روی عن رسول الله صلی الله علیه وسلم فی العتیرة، وهل هی الرجبیة أم لا ؟)

ان احادیث سے استدلال کرتے ہوئے جمہور فقہائے کرام نے فرمایا کہ رجب کے مہینے میں عتیرہ نام کی قربانی کا حکم منسوخ ہو چکا ہے، جس کا اسلام کے ابتدائی دور میں حکم تھا۔ [1]

اور جن احادیث میں اس کا حکم مذکور ہے، وہ منسوخ ہونے سے پہلے کے دور سے متعلق ہیں۔ [2]

---

[1] "لا فَرَع وَ لا عتيرة "وهـذه أسانيدُ صحيحة لا مطعن فيها، وأن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى الـمـؤمـنيـن عَنْ ذلک، وأكثر فُقهاءِ الفتوى يقولون بنسخه والنهى عنه وهو الصواب لقوله - صلى الله عليه وسلم " : -لا فرع وَلا عتيرة "لأنَّ "لا "تـأتى نفْياً ونهْياً، وتأتى زائدة، وتأتى بمعنَى ما، فقوله -صـلى الله عليه وسلم " : -لا فَرَع ولا عتيرةَ "نـفـى لحقيقته لان النكرةَ فى سياق النفى تعم، قاله جميع النحويين والأصوليين، فإذا قلت :لا رجل عنْدى، فهو نفى لكل رجل عموماً، فقوله: "لا فَـرَع ولا عتيـرةَ "نـفـى لهـمـا عـمـومـاً (أداء مـا وجـب مـن بيـان وضـع الـوضـاعيـن فـى رجب،ص ۳۸،باب فى ذكر رجب، المكتب الاسلامى، بيروت)

(ولا عتيرة) : وهـى شـاة تذبح فى رجب، يتقرب بها أهل الجاهلية والمسلمون فى صدر الإسلام. قال الخطابى :وهذا هو الذى يشبه معنى الحديث، ويليق بحكم الدين .وأما العتيرة التى يعترها أهل الجـاهـلية، فهى الـذبيحة التى كانت تذبح للأصنام، ويصب دمها على رأسها .فى النهاية :كانت العتيـرة بالمعنى الأول فى صدر الإسلام ثم نسخ .وفى شرح السنة :كـان ابن سيرين يذبح العتيرة فى رجب اهـ .ولعله ما بلغه النسخ.

(قال) أى :أبـو هريرة .قـال فى الأزهار .قيل :هـذا التـفسيـر مـن ابن شهاب، وبه قال الخطابى فى الأعلام، وقيل :مـن ابـن رافـع وهو المذكور فى كتاب مسلم، وقيل من أبى هريرة من نفسه، وقيل : مـن أبـى هـريـرة رواية وهـو الأقـرب والأرجـح، وبـه قال البخارى والترمذى، ذكره ميرک(مرقاة المفاتيح، ج۳ص ۱۰۸۹ ،كتاب الصلاة ،باب العتيرة،دارالفكر، بيروت)

[2] اس پر درجِ ذیل حدیث سے اشکال ہوتا ہے:

أَخْبَـرَنَـا مِـخْنَفُ بْنُ سُلَيْمٍ، قَالَ :وَنَـحْـنُ وُقُـوفٌ مَـعَ رَسُـولِ الـلَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بعَرَفَاتٍ قَالَ :يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ عَلَى كُلِّ أَهْلِ بَيْتٍ فِي كُلِّ عَامٍ أُضْحِيَّةً وَعَتِيرَةً، أَتَدْرُونَ مَا الْعَتِيـرَـةُ هَـذِهِ؟ الَّتِي يَقُـولُ الـنَّاسُ الرَّجَبِيَّةُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ :الْعَتِيـرَـةُ مَنْسُوخَةٌ هَذَا خَبَرٌ مَنْسُوخٌ(ابـوداؤد، حديث نمبر ۲۷۸۸، كتـاب الـضـحـايـا، بـاب مـا جاء فى إيجاب الأضاحى)

اس سے معلوم ہوا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطبہ دیا اس میں آپ نے فرمایا ’’عـلٰـی کُـلِّ اَهْـلِ بَيْتٍ كُلَّ عَامٍ اُضْحِيَّةٌ وَعَتِيْرَةٌ‘‘ یعنی ہر گھر والے پر ہر سال دو قربانیاں واجب ہیں۔ ایک اضحیۃ (عیدالاضحیٰ والی قربانی) اور ایک عتیرۃ (رجب والی قربانی)۔ اس موقع پر آپ نے ہر سال عتیرۃ کرنے کی بھی تاکید فرمائی۔

اس اشکال کے جواب میں جمہور فقہاء یہ فرماتے ہیں کہ ’’لاعتیرۃ‘‘ (یعنی عتیرہ کوئی چیز نہیں) والی حدیث حجۃ الوداع کے (اس) خطبے سے بھی بعد کی ہے، لہٰذا اس حدیث کے ذریعہ اس کا حکم ختم ہو گیا، امام ابوداؤد نے بھی اس حدیث کو نقل کر کے

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

بعض صحابۂ کرام اور تابعین کے آثار سے بھی عتیرہ (یعنی رجب کی قربانی) کے منسوخ ہونے کی تائید ہوتی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

''عتیرہ'' کو منسوخ قرار دیا، جیسا کہ اوپر کی عبارت میں مذکور ہے، اور دلیل اس کی یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابۂ کرام میں سے کسی سے بھی عتیرۃ پر عمل کرنا ثابت نہیں۔ اگر آپ نے اس کے حکم کو برقرار رکھا ہوتا تو صحابۂ کرام ضرور اس پر عمل فرماتے۔ جب صحابۂ کرام سے اس پر عمل کرنا منقول نہیں تو یہی سمجھا جائے گا کہ اس کا حکم ختم ہوگیا، اور ''لاعتیرۃ'' والی حدیث نے اس کو منسوخ کردیا۔

البتہ تابعین میں سے محمد بن سیرین رحمہ اللہ کا عتیرۃ کرنا منقول ہے، اور اسی وجہ سے بعض فقہاء نے یہ فرمایا کہ اگرچہ عتیرۃ مسنون تو نہیں ہے لیکن اگر کوئی کرے تو جائز ہے اور ''لاعتیرۃ'' کا مطلب ان کے نزدیک یہ ہے کہ واجب نہیں، پس اس سے جواز کی نفی کرنا مقصود نہیں۔

لیکن جمہور فقہاء کا یہ کہنا ہے کہ عتیرۃ کا حکم اب کسی حیثیت سے باقی نہیں رہا۔

وقال النووی :الصحیح عند أصحابنا وهو نص الشافعی، استحباب الفرع والعتیرة، وزعم القاضی عیاض والحازمی أن حدیث النهی ناسخ لأحادیث الإباحة، وعلیه جماهیر العلماء ، وقال ابن المنذر :ومعلوم أن النهی لا یکون إلا عن شیء قد کان یفعل، ولا نعلم أن أحدا من أهل العلم یقول : إن النبی صلی الله علیه وسلم، کان نهاهم عنهما أی :عن الفرع والعتیرة، ثم أذن فیهما(عمدة القاری شرح صحیح البخاری، ج ۲۱ ص ۸۹، کتاب العقیقة،باب الفرع،دار إحیاء التراث العربی - بیروت)

واما الجمهور فقالوا: ان حدیث الباب ناسخ لاحادیث الجواز اوالاستحباب ،لان النهی لایکون الا عن شیئی کان یفعل وما قال احد انه نهی عنهما ثم أذن فی فعلهما ثم انه لم ینقل عن احد من الصحابة انه فعلهما بعدالنبی صلی الله علیه وسلم وذلک دلیل علی النسخ ، لان الصحابة کانوا اسبق الناس الی الخیرات ، وکذلک لم یفعلهماالتابعون الا ماحکی عن ابن سیرین(تکمله فتح الملهم ج ۳ ص ۵۸۴و ۵۸۵)

قَالَ أَبُو حَاتِمٍ :هَذِهِ الذَّبَائِحُ الَّتِی أَبَاحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا کَانَ یَفْعَلُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِیَّةِ إِنَّمَا هِیَ غَیْرُ الْفَرَعِ وَالْعَتِیرَةِ الْمَنْهِیِّ عَنْهُمَا فی الإسلام(صحیح ابنِ حبان، ج۱۳ ص ۲۱۱، کتاب الذبائح)

والعتیرة :فی رجب .وترجم له باب (العتیرة) . قال أبو عمرو :وهی الفرع بنصب الراء أول ولد تلده الناقة ، کانوا یذبحونه فی الجاهلیة لآلهتهم فنهوا عنها .قال أبو عبید :و أما العتیرة فهی الرجبیة کان أحدهم إذا طلب أمرا نذر إن ظفر به أن یذبح من غنمه فی رجب کذا وکذا .فنسخ ذلک بعد .وکان ابن سیرین من بین سائر العلماء یذبح العتیرة فی رجب ، وکان یروی فیها شیئا لا یصح ، وأظنه حدیث ابن عون ، عن أبی رملة ، عن مخنف بن سلیم ، عن النبی (صلی الله علیه وسلم) أنه قال :(علی کل أهل بیت أضحی وعتیرة) ولا حجة فیه ؛ لضعفه ، ولو صح لکان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

چنانچہ حضرت ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ:

أَنَّ عَلِيًّا ، وَابْنَ مَسْعُودٍ كَانَا لَا يَرَيَانِ الْعَتِيْرَةَ(مصنف ابنِ ابی شیبة) ۱؎

ترجمہ: حضرت علی اور ابنِ مسعود رضی اللہ عنہما عتیرہ کے قائل نہیں تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت اسامہ بن زید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت قاسم سے عتیرہ کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ:

تِلْکَ الرَّجَبِيَّةُ ذَبَائِحُ أَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ(مصنف ابنِ ابی شیبة) ۲؎

ترجمہ: یہ رجبی ہے، جو کہ جاہلیت کے لوگوں کے ذبیحے ہیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت حسن سے مروی ہے کہ:

اَلْعَتِيْرَةُ ذَبَائِحُ أَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ(مصنف ابنِ ابی شیبة) ۳؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حديث أبى هريرة ناسخا له .والعلماء مجمعون على القول بحديث أبى هريرة(شرح صحيح البخارى ،لابن بطال، ج۵ص۳۷۸،كتاب العقيقة ،باب الفرع)

وَأَمَّا الْعَتِيرَةُ فَذَبِيحَةٌ تُذْبَحُ فِي رَجَبٍ يَتَقَرَّبُ بِهَا أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ وَالْإِسْلَامِ فِي الصَّدْرِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ نُسِخَ فِي الْإِسْلَامِ. كَذَا فِي الْأَصْلِ(البحر الرائق شرح كنز الدقائق،ج۸ص۱۹۷ ،كِتَابُ الْأُضْحِيَّةِ)

ولنا ما روى أبو هريرة، أن النبى -صلى الله عليه وسلم -قال :لا فرع، ولا عتيرة. متفق عليه .وهذا الحديث متأخر عن الأمر بها، فيكون ناسخا، ودليل تأخره أمران؛ أحدهما، أن راويه أبو هريرة، وهو متأخر الإسلام، فإن إسلامه فى سنة فتح خيبر، وهى السنة السابعة من الهجرة .والثانى، أن الفرع والعتيرة كان فعلهما أمرا متقدما على الإسلام، فالظاهر بقاؤهم عليه إلى حين نسخه، واستمرار النسخ من غير رفع له، ولو قدرنا تقدم النهى على الأمر بها، لكانت قد نسخت ثم نسخ ناسخها، وهذا خلاف الظاهر.

إذا ثبت هذا فإن المراد بالخبر نفى كونها سنة، لا تحريم فعلها، ولا كراهته، فلو ذبح إنسان ذبيحة فى رجب، أو ذبح ولد الناقة لحاجته إلى ذلك، أو للصدقة به وإطعامه، لم يكن ذلك مكروها، والله -تعالى -أعلم(المغنى لابنِ قدامة،ج۹ص۴۶۵،كتاب الاضاحى،فصل الفرعة والعتيرة)

وتكره أيضا العتيرة كجبيرة وهى :شاة كانت تذبح فى الجاهلية لرجب .وكانت أول الإسلام ثم نسخ ذلك بالضحية(بلغة السالك لأقرب المسالك المعروف بحاشية الصاوى على الشرح الصغير،ج۲ص۱۴۷،باب فى بيان الأضحية وأحكامها)

۱؎ حديث نمبر ۲۴۸۸۲، كتاب الاطعمة، باب فى العتيرة والفرعة.

۲؎ حديث نمبر ۲۴۸۸۳، كتاب الاطعمة، باب فى العتيرة والفرعة.

۳؎ حديث نمبر ۲۴۸۸۵، كتاب الاطعمة، باب فى العتيرة والفرعة.

www.idaraghufran.org

ترجمہ: عتیرہ جاہلیت والوں کے ذبیحے ہیں (ترجمہ ختم)

بعض جہلاء میں آج کل ایک رسم ہے کہ جانور کے پہلا بچہ پیدا ہوتو اسے شیخ عبدالقادر جیلانی کے نام پر گیارہویں کے لئے مخصوص کردیتے ہیں، یا کسی دوسرے بزرگ کے نام کی نذر کردیتے ہیں اور پھران بزرگ کے عرس وغیرہ کے موقع پراس کوپیش کرتے ہیں، اور بعض لوگ اپنے جانور کے پہلا بچہ پیدا ہونے پراس قسم کی منت بھی مان لیتے ہیں، یہ رسم بھی زمانۂ جاہلیت کی فرع نامی رسم سے ملتی جلتی ہے، اور ایمان کے لئے سخت خطرناک ہے۔

(۳)......ماہِ رجب اور زکاۃ

بعض لوگ رجب کے مہینے کوزکاۃ کا مہینہ سمجھتے ہیں یعنی یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ زکاۃ رجب کے مہینے میں ادا کرنی چاہئے اوراسی وجہ سے اپنی زکاۃ رجب کے مہینہ میں ادا کرنے کا اہتمام کرتے ہیں، خواہ زکاۃ دوسرے مہینے میں ہی کیوں نہ واجب ہورہی ہو یعنی کسی دوسرے مہینے میں زکاۃ کا سال پورا کیوں نہ ہورہا ہواور خواہ غریبوں کو دوسرے مہینوں میں ہی ضرورت کیوں نہ ہو، مگر یہ لوگ ان تمام چیزوں کونظرانداز کرکے رجب کے مہینے میں ہی زکاۃ کی ادائیگی کا اہتمام کرتے ہیں۔

جبکہ شرعی اعتبار سے زکاۃ کے واجب ہونے کا تعلق رجب کے مہینہ سے نہیں ہے، بلکہ سال پورا ہونے سے ہے، یعنی جب کسی کے نصابی مال پر سال پورا ہورہا ہو، جس کو''حولانِ حول'' کہا جاتا ہے، اس وقت زکاۃ کی ادائیگی ذمہ میں واجب ہوتی ہے، اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ تمام لوگ بیک وقت صاحبِ نصاب نہیں بنا کرتے، بلکہ اس بارے میں لوگوں کے حالات مختلف ہیں، لہٰذا جس شخص کا سال جس وقت مکمل ہورہا ہو اس کو اسی وقت زکاۃ دینا چاہئے، بلا عذر تاخیر کرنا مناسب نہیں اور ہرحال میں رجب کا مہینہ متعین کرلینے میں کئی خرابیاں ہیں، مثلاً:

(۱)......اگر کسی کے زکاۃ کا سال رجب کے مہینہ سے پہلے پورا ہورہا ہواور وہ اس وقت زکاۃ ادا نہیں کرتا اور رجب کے انتظار میں رہتا ہے، اور اللہ نہ کرے کہ رجب کے آنے سے پہلے فوت ہوجاتا ہے تو وہ گناہ گار ہوکر فوت ہوگا اوراس کے ذمہ زکاۃ کا فریضہ باقی رہے گا۔

Idara Ghufran

(۲)......اگر زکاۃ کا سال رجب کے مہینے سے پہلے پورا ہو رہا ہے لیکن اس وقت زکاۃ ادا نہیں کی اور رجب کے مہینہ میں اس کا مال کسی طرح کم ہو گیا مثلاً اس نے کچھ خرچ کرلیا، اور جب رجب میں حساب کر کے زکاۃ ادا کی تو کم مال کی زکاۃ ادا کی اور جتنا مال سال پورا ہونے کے بعد خرچ ہو گیا اس کی زکاۃ ذمہ میں باقی رہی، اسی طرح اگر مال میں اضافہ ہو گیا تو بلاوجہ زیادہ مال کی زکاۃ دینی پڑی، جو کہ شرعاً لازم نہیں تھی۔

(۳)......ہر عبادت کو اس کے صحیح وقت پر ادا کرنے کا عظیم ثواب ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ، اُولٰئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ"

ترجمہ: اور جو آگے بڑھنے والے ہیں (ان کا کیا کہنا) وہ آگے ہی بڑھنے والے ہیں (ترجمہ ختم)

نیز ارشاد ہے:

"یُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرَاتِ"

ترجمہ: یہ لوگ نیک کاموں میں دوڑ پڑنے والے ہیں (ترجمہ ختم)

اور جب سال پورا ہونے کے بجائے اس کے بعد رجب کے مہینے میں زکاۃ دی جائے گی تو اس فضیلت سے محرومی ہوگی۔

(۴)......جب بے شمار لوگ رجب میں زکاۃ ادا کریں گے اور دوسرے دنوں میں نہیں کریں گے تو سال کے گیارہ مہینے غریبوں کو اپنی ضروریات پوری کرنے میں مشکلات کا سامنا ہوگا، اور یہ بات شریعت کے مزاج کے خلاف ہے۔

لہٰذا زکاۃ کے لئے رجب کی تخصیص کرنا غلط ہے ہر شخص کو اپنے سال پورا ہونے پر زکاۃ صحیح صحیح مصرف میں ادا وخرچ کرنی چاہیئے، البتہ اگر کسی کا سال رجب ہی کے مہینہ میں پورا ہو رہا ہو تو پھر رجب کے مہینہ ہی میں زکاۃ ادا کرنے کی زیادہ فضیلت ہوگی (مزید تفصیل کے لئے ہماری کتاب "رمضان المبارک کے فضائل واحکام" ملاحظہ فرمائیں)

ایک شبہ کا جواب:......بعض لوگوں کو یہ مغالطہ ہوا ہے کہ زکاۃ معراج کی رات میں فرض کی گئی تھی

www.idaraghufran.org

اور معراج کا واقعہ رجب کے مہینہ میں پیش آیا تھا، لہٰذا زکاۃ کا رجب کے مہینے سے ایک خاص تعلق ثابت ہوگیا، اور اس مناسبت کی وجہ سے رجب کے مہینے میں زکاۃ ادا کرنے کی اہمیت یا فضیلت زیادہ ہوگی۔

مگر ہم ان شاء اللہ تعالیٰ آگے ذکر کریں گے کہ معراج کس مہینے میں واقع ہوئی؟ خود اس بارے میں ہی اختلاف پایا جاتا ہے۔

لہٰذا رجب کے مہینے کے بارے میں قطعی وحتمی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ مہینہ واقعی معراج والا مہینہ ہے، دوسرے اگر یہ بات ثابت بھی ہوجائے کہ معراج واقعی رجب کے مہینے میں واقع ہوئی تھی، تب بھی اس مہینے کو زکاۃ کے لئے مخصوص کرنے کی اجازت نہیں ہوسکتی، جیسا کہ نماز کے بارے میں ہر شخص کے لئے حکم اس کی شرائط کے ساتھ علیٰحدہ ہے یعنی مثلاً نماز بالغ ہونے پر فرض ہوتی ہے، اور سب لوگوں کے حق میں نماز فرض ہونے کا کوئی ایک مہینہ مخصوص نہیں، اور مثلاً حج کہ وہ اپنی شرائط کے ساتھ مخصوص زمانے میں فرض ہوتا ہے، اور فرض ہونے کا اس بات سے تعلق نہیں ہوتا کہ اس کی فرضیت کا حکم کون سے مہینے میں آیا تھا وغیرہ، وغیرہ۔

پس اسی طرح زکاۃ کا معاملہ ہے، کیونکہ خود شریعت نے زکاۃ کی ادائیگی کے احکام کو مستقل طور پر علیٰحدہ بیان فرمادیا ہے، جہاں رجب کے مہینے کا کوئی ذکر نہیں، لہٰذا اپنی طرف سے ایک غلط قیاس اور فلسفہ قائم کرکے شرعی احکام کی خلاف ورزی کیسے جائز ہوسکتی ہے؟ اور اگر بالفرض رجب کے مہینے میں زکاۃ کی فرضیت یا حکم نازل ہونا مان لیا جائے تو اس میں زکاۃ کی کیا تخصیص ہے؟ معراج کی رات میں تو اور بھی بہت سے احکامات ملے ہیں مثلاً نماز، تو اس طرح تو نماز بھی صرف رجب کے مہینے میں فرض ہونی چاہئے، خواہ کسی دوسرے مہینے میں بالغ ہوا ہو۔

(۴)......تبارک کی رسم

بعض جگہ رجب کے مہینے میں جمعہ یا کسی دوسرے دن تبارک کے نام سے ایک رسم انجام دی جاتی ہے، اس رسم میں سورہ ملک مخصوص طریقہ پر پڑھی جاتی ہے اور سورہ ملک کا آغاز ''تبارک'' کے لفظ

سے ہوتا ہے اور بعض لوگ اس سورت کو ''تبارک الذی'' کی سورت بھی کہتے ہیں، اسی نسبت سے اس رسم کا نام ''تبارک کی رسم'' ہوگیا ہے۔

بعض علاقوں میں سورہ ملک مخصوص طریقہ پر مخصوص قسم کی روٹیوں پر ایصالِ ثواب کے طور پر پڑھی جاتی ہے اور پھر ان روٹیوں کو برکت کا ذریعہ اور تبرک سمجھ کر تناول کیا جاتا ہے۔

مگر اس رسم کا قرآن وحدیث، صحابۂ کرام اور فقہائے عظام سے کوئی ثبوت نہیں ملتا بلکہ یہ لوگوں کی اپنی خود ساختہ رسم اور بدعت ہے، جس کا کرنا ثواب نہیں بلکہ الٹا گناہ کا باعث ہے۔

چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ میں ہے کہ:

تبارک ورجبی بدعت ہیں، ان کی کوئی اصل شرع میں نہیں (فتاویٰ رشیدیہ ص۱۴۹، مبوب بطرزِ جدید، دارالاشاعت، کراچی)

اور اس بارے میں فتاویٰ محمودیہ سے ایک سوال وجواب نقل کیا جاتا ہے:

سوال:......رجبُ المرجب کا جب مہینہ آتا ہے تو لوگ جمعہ کے دن کچھ میٹھی روٹی پکواتے ہیں، اور اکتالیس بار سوہ ملک پڑھواتے ہیں اس کو تبارک کہتے ہیں، اور سب لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ روٹی میت کی جانب سے فدیہ یا صدقہ یا خیرات کی جارہی ہے، پھر بھی پڑھنے والے اس روٹی کو حاصل کرنے کے لئے سبقت کرتے ہیں اور جگہ جگہ سے روٹی باندھ کر لے آتے ہیں اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ صاحبِ خانہ مسجد میں بھیج دیتا ہے اور سب پر تقسیم کر دیتا ہے، اس کو بھی تبرک سمجھ کر کھاجاتے ہیں، چاہے وہ صاحبِ نصاب ہو یا کوئی دوسرا، ہر شخص اس کو کھاتا ہے، تو یہ کیسا ہے؟

جواب:......صورتِ مسئولہ میں ایصالِ ثواب کی یہ صورت نہ قرآن سے ثابت ہے، نہ حدیث شریف سے، نہ صحابۂ کرام سے، نہ فقہاء ومجتہدین کی کتب سے، بلکہ منگھڑت ہے۔ ایسی چیز کو شریعت میں بدعت کہتے ہیں، اس کا ترک کرنا واجب ہے۔ قرآن کریم یا اس کی کوئی سورت پڑھ کر اُجرت لینا جائز نہیں۔ پڑھنے والے کے حق میں ممانعت کی یہ مستقل وجہ موجود ہے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ نے معتمد (ومعتبر) کتب سے اس

کو نقل کیا ہے، ردُالمحتار میں بھی، شرح عقود رسم المفتی میں بھی، شفاءُ العلیل میں بھی (اور ایصالِ ثواب کے لئے قرآن پڑھ کر اس طرح کھانا اجرت میں داخل ہے) (فتاویٰ محمودیہ ج ۲ ص ۲۸۲، ۲۸۳، مبوب، دارالاشاعت، کراچی)

بہرحال رجب کے مہینے میں جمعہ کے دن یا کسی اور دن تبارک کی رسم کرنا اور تبارک الذی کی سورت پڑھنے اور میٹھی روٹی پکانے کو خاص سمجھنا شریعت سے ثابت نہیں، بلکہ لوگوں کی خودساختہ بدعت ہے، جس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

اوراس کے بجائے کسی رسم اور تاریخ ومہینہ وغیرہ کی پابندی کئے بغیر اخلاص کے ساتھ ذکر وتلاوت، استغفار، صدقہ وغیرات اور نفلی روزوں وغیرہ کی شکل میں ہر شخص کو اپنے طور پر حسبِ سہولت نیک اعمال کو اختیار کرنا چاہئے۔

(۵)......بی بی فاطمہ کی کہانی اور صحنک

بعض علاقوں میں ۲۲/رجب کی رات میں بعض عورتیں نہادھوکر باوضو ہوکر بڑے اہتمام کے ساتھ میدہ، گھی، شکر، دودھ اور میوہ جات وغیرہ کے خاص تناسب سے پوریاں بناتی ہیں، پھر ان کو مٹی کے کورے کونڈوں میں بھر کر کسی چوکی یا صاف چادر وغیرہ پر رکھ کر ایک منظوم کتاب پڑھواتی ہیں، جس کا نام داستانِ عجیب ہے، بعض عورتیں اس کو بی بی فاطمہ کی کہانی اور بی بی فاطمہ کی صحنک کا نام دیتی ہیں، اور بعض لوگ خصوصاً بے علم عورتیں اس کی منت مانتی ہیں، اور کہانی کو پڑھتی اور سنتی ہیں۔

یہ بالکل من گھڑت اور خلافِ شریعت رسم ہے، دراصل یہ مروّجہ کونڈوں کی ایک خاص شکل ہے جو پہلے دور میں تو کافی عام تھی اور اب بھی بعض علاقوں میں پائی جاتی ہے، مگر اکثر وبیشتر علاقوں میں آج کل اس کی کچھ شکل تبدیل ہوگئی ہے اور اس نے کونڈوں کی شکل اختیار کرلی ہے۔

بی بی فاطمہ کی کہانی اور صحنک کے نام سے یہ رسم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام کی نذر ونیاز اور ان کے نام کی من گھڑت کہانی پڑھ کر ہوتی ہے اور کونڈوں کی مروّجہ رسم حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کے نام کی نذر ونیاز کے ساتھ اور بعض اوقات ان کے نام کی من گھڑت کہانی پڑھ کر ہوتی ہے۔

www.idaraghufran.org

بہر حال دونوں جگہ عقائد ملتے جلتے ہیں اوران دونوں رسموں کا آغاز اہلِ روافض سے ہونا معلوم ہوتا ہے۔

پس بی بی فاطمہ کی صحنک کے نام کی یہ رسم شریعت سے ثابت نہیں بلکہ بدعت ہے،اور کئی ایسے غلط عقائد ونظریات اس میں شامل ہیں، جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایسے عمل سے کب راضی اور خوش ہونگی، جس سے ان کے والد ماجد (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) نے منع فرمایا ہو۔

اس سلسلہ میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے ایک واقعہ بیان فرمایا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے زمانہ میں بادشاہ کی ایک عزیزہ تھی جس کا نام بی چھکّو تھا بڑی تیز مزاج تھی ،ان سے کسی نے یہ کہا کہ مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ بی بی (فاطمہ) کی صحنک کو منع کرتے ہیں،انہوں نے کہا کہ بلاؤ مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ کو (چنانچہ ان کو) وعظ کے حیلہ سے بلایا گیا،مولانا کو اس واقعہ کی بالکل خبر نہ تھی اور بالکل خالی الذہن تھے، آنے کے بعد معلوم ہوا کہ بی چھکّو سے کسی نے (میرے بارے میں) اس طرح سے لگایا ہے (اور شکایت کی ہے) مولانا نے بی چھکّو کو اس طرح سے سلام کیا کہ اماں سلام (جس سے بی چھکّو کے غصہ میں کمی آئی) انہوں نے کہا کہ اسماعیل میں نے سنا ہے کہ تم بی بی (فاطمہ) کی صحنک کو منع کرتے ہو (حضرت نے جواب میں) فرمایا اسماعیل کی کیا مجال ہے جو بی بی (فاطمہ) کی صحنک کو منع کرے، بی بی (فاطمہ) کے ابّا جان خود منع کرتے ہیں، کہا یہ کیسے؟ آپ نے ’’**كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ**‘‘ (یعنی ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے) حدیث پڑھ کر اس پر ایک مبسوط (مفصّل) بحث (اور گفتگو) کی، جس (کی وجہ سے) سے وہ (خاتون) تائب ہوگئی اور کہا کہ ہمیں کیا معلوم تھا کہ بی بی (فاطمہ) کے ابّا منع کرتے ہیں، ہم تو ان کی رضامندی ہی کے لئے کرتے تھے، جب وہ ناراض ہوتے ہیں تو ہم کیوں کریں؟ (جدید ملفوظات، ملقب بہ اشرف التنبیہ ص۶)

(۶)...... بائیس رجب کے کونڈوں کا تفصیلی جائزہ

آج کل رجب کے مہینے میں بائیس تاریخ کو بڑی دھوم دھام کے ساتھ جو رسم انجام دی جاتی ہے وہ کونڈوں کی رسم ہے، اوراس کی نسبت حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف کی جاتی ہے، اور کونڈوں کے متعلق مختلف گھڑی ہوئی داستانیں اور واقعات چھاپ کر لوگوں میں عام کئے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ نے کونڈوں کی اس رسم کو انجام دینے کا حکم فرمایا تھا، اوراس رسم کو انجام دینے والے کی منت پوری کرنے کی ذمہ داری قبول کی تھی۔

مشہور ہے کہ ۲۲/ رجب حضرت جعفر صادق علیہ الرحمۃ کی ولادت کا دن ہے، اوراس کے لئے بنیاد حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس فرضی داستان کو بنایا جاتا ہے کہ انہوں نے وزیر اعظم کے گھر جھاڑو پوچے کا کام کرنے والی عورت سے جو کسی لکڑ ہارے کی بیوی تھی، کہا تھا کہ ۲۲/ رجب کو پوریاں پکا کر کونڈے بھر کر ہمارے نام سے فاتحہ کرے، ورنہ تو حشر کے روز اس کا ہاتھ ہوگا اور ہمارا دامن (نعوذ باللہ من ذالک) [1]

---

[1] کونڈوں کی رسم کو عام کرنے کے لئے بعض لوگوں نے جو داستان گھڑ کر لوگوں میں مشہور کر دی ہے اس کی تفصیل یہ بیان کی جاتی ہے کہ: مدینہ منورہ کا ایک لکڑ ہارا قسمت کا مارا روزی کمانے کسی دوسرے ملک کو چلا گیا۔اس کی بیوی نے مدینہ کے وزیر اعظم کے یہاں جھاڑو دینے کی نوکری کرلی۔ایک دن جب وہ صحن خانہ میں جھاڑو دے رہی تھی تو امام جعفر صادق اس راہ سے یہ فرماتے ہوئے گذرے کہ: ”کوئی شخص کیسی ہی مشکل اور حاجت رکھتا ہو، آج ۲۲/رجب کو پوریاں پکا کر دو کونڈوں کو بھر کر ہمارے نام سے فاتحہ دلادے تو مراداس کی پوری ہو۔اگر نہ ہو تو حشر کے روز اس کا ہاتھ ہوگا اور ہمارا دامن“۔یہ سنتے ہی لکڑ ہارن نے اپنے دل میں منت مانی کہ میرا شوہر جسے گئے ہوئے ۱۲ سال گذر گئے تھے جیتا جاگتا کچھ کمائی کے ساتھ واپس آجائے تو میں امام کے نام کے کونڈے کروں گی۔جس وقت وہ منت کی نیت کر رہی تھی، عین اسی وقت اس کے خاوند نے دوسرے ملک کے جنگل میں جب سوکھی جھاڑی پر کلہاڑی چلائی تو کسی سخت چیز پر لگ کر گری اس نے وہاں کی زمین کھودی تو اسے ایک دفینہ ملا۔وہ یہ خزانہ لے کر مدینہ آیا۔اس نے ایک عالی شان حویلی بنوائی اور ٹھاٹھ سے رہنے لگا۔ جب لکڑ ہارن نے اپنی مالکہ، وزیر اعظم کی بیوی سے یہ حال بیان کیا تو اس نے کونڈوں کے اثر سے خزانہ ملنے کو جھوٹ سمجھا، چنانچہ اس بدعقیدگی کی پاداش میں اسی دن وزیر اعظم پر عتابِ شاہی نازل ہوا اور مال و دولت ضبط کر کے شہر بدر کر دیا گیا۔ جنگل کو جاتے ہوئے وزیر نے بیوی سے پیسے لے کر خربوزہ خریدا اور رومال میں باندھ کر ساتھ لے چلے۔راستے میں شاہی پولیس نے انہیں شہزادے کے قتل کے شبہ میں گرفتار کرلیا۔جب بادشاہ کے سامنے رومال کھولا گیا تو خربوزے کی جگہ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس رسم کو عوام اس عقیدہ کے ساتھ کرتے ہیں کہ اس رسم کو انجام دینے سے بلائیں اور مصیبتیں دور ہوتی ہیں، مقاصد، مرادیں حاصل ہوتی ہیں، لہٰذا وہ اس دن کونڈوں میں کھیر پکا کر دودھ ملے میدہ میں تیار شدہ پوریوں کے ساتھ نوش جاں کرتے ہیں اور اسے مخصوص طریقے سے مخصوص شرائط کے ساتھ انجام دیتے ہیں، بعض لوگ تو سال کے دوران منتیں مان کر جمع رکھتے ہیں اور اس دن انہیں اہتمام کے ساتھ پورا کرتے ہیں۔

حالانکہ یہ بے پر کی باتیں سراسر جھوٹ ہیں اور حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ پر سخت تہمت ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی ہی میں اپنی فاتحہ دلا کر منت پوری کرنے کی ذمہ داری لی ہو۔ آپ کا دامن ایسی لغو اور بے ہودہ باتوں سے پاک ہے۔ اور دینی علوم کی بصیرت میں ان کا بلند مقام ہے، اور یہ اہلُ السنۃ والجماعۃ کے سلسلے کے بہت بڑے بزرگ ہیں، جن کا کچھ ذکر آگے آتا ہے، مگر اہلِ تشیع ان کی طرف غلط اور خلافِ حقیقت باتیں منسوب کر کے ان کو اپنا خاص امام قرار دیتے ہیں۔

اتنی بڑی بزرگ شخصیت پر اتنا بڑا بہتان باندھنا بہت بڑا گناہ ہے، اور اس سے بڑھ کر اتنی بڑی بزرگ شخصیت کی طرف نذر و نیاز جیسی شرکیہ حرکت کی ترغیب دینے کی نسبت کرنے میں تو ایمان ہی چلے جانے کا خطرہ ہے (نعوذ باللہ تعالیٰ من ذلک) [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

شہزادے کے خون سے لتھڑا ہوا سر نکلا۔ بادشاہ نے غضبناک ہو کر حکم دیا کہ کل صبح سویرے اس کو پھانسی دی جائے رات کو قید خانہ میں یہ دونوں میاں بیوی دل میں سوچ رہے تھے کہ ہم سے ایسی کیا خطا ہو گئی جس کی وجہ سے اس حال کو پہنچے۔ یکا یک وزیر کی بیوی کو خیال آیا کہ میں امام کے کونڈے کرنے سے انکار کر بیٹھی تھی۔ اس نے اسی وقت توبہ کی اور مصیبت سے نجات ملنے پر کونڈے بھرنے کی منت مانی اس کا منت ماننا تھا کہ حالات کا رنگ پلٹا، گم شدہ شہزادہ صبح کو صحیح سلامت واپس آ گیا۔ ان دونوں کو قید سے رہائی ملی۔ وہ واپس مدینہ آئے۔ بادشاہ نے وزیر کو دوبارہ وزارتِ عظمیٰ پر بحال کیا اور اس کی بیوی نے دھوم دھام سے امام کے کونڈے بھرے (یہ روایت سراسر جھوٹی اور من گھڑت ہے۔ جس کی کوئی حقیقت نہیں اس کو صحیح سمجھنا اس پر یقین کرنا اور اس کو پڑھنا یا سننا سنانا سب ناجائز اور گناہ ہے)

[1] **ہندوستان میں کونڈوں کے ایجاد کا تاریخی پسِ منظر ملاحظہ ہو:**

ماہِ رجب کے کونڈوں کے بارے میں اہلِ علم حضرات نے جو تفصیل ذکر کی ہے، وہ یہاں نقل کی جاتی ہے۔

حکیم عبدالغفور صاحب آنولوی نے اپنے مضمون (رجب کے کونڈے) مندرجہ رسالہ ''صحیفۂ اہل حدیث'' کراچی، اشاعت

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

www.idaraghufran.org

بہت سے اہلِ علم حضرات کی تحقیق یہ ہے کہ بائیس رجب دراصل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخِ وفات ہے، اور یہ رسم اہلِ تشیع نے (نعوذ باللہ تعالیٰ) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عداوت میں ان کی وفات کی خوشی میں جاری کی ہے۔ واللہ اعلم۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

۱۴/اگست ۱۹۶۴ء میں اس طرح بیان کیا ہے کہ:

کونڈوں کی رسم بالکل جدید ہے، اور اس کا شانِ نزول یہ ہے کہ ''نواب حامد علی خاں والیٔ رامپور اپنی کسی ''منظورِ نظر رنڈی'' سے ناراض ہوئے اور عتابِ شاہی صدور ہوا، اس چالاک کسبی نے نواب صاحب کے مذہبی عقائد سے فائدہ اٹھاتے ہوئے امام جعفر صادق کے نام سے ایک تراشیدہ افسانہ کے مطابق نواب صاحب کی رضا حاصل کرنے کے لئے ۲۲/رجب کو کونڈے کئے۔

یہ افسانہ اس داشتۂ نواب کا اپنا تراشا ہوا نہیں۔ اس نے تو لکڑ ہارے کی اس داستانِ عجیب کے اتباع میں کونڈے کئے تھے۔ دراصل یہ داستان امیر مینائی مرحوم لکھنوی شاعر کے فرزند خورشید مینائی نے اس زمانے میں طبع کرا کے اہل رامپور میں تقسیم کرادی تھی۔

پیر جماعت علی شاہ محدث رحمہ اللہ کے ایک مرید مصطفیٰ علی خاں نے اپنے کتابچہ ''جواہر المناقب'' کے حاشیے پر حامد حسن قادری مرحوم کا یہ بیان درج کیا ہے کہ:

''احقر حامد حسن قادری کو اس داستانِ عجیب (یا لکڑ ہارے کی کہانی) کی اشاعت اور ۲۲/رجب والی پوریوں کی نیاز کے متعلق یہ علم ہے کہ یہ کہانی اور نیاز سب سے پہلے ۱۹۰۶ء میں ریاست رامپور (یوپی) میں حضرت امیر مینائی لکھنوی کے خاندان سے نکلی ہے۔ میں اس زمانے میں امیر مینائی صاحب کے مکان کے متصل رہتا تھا اور ان کے خاندان اور ہمارے خاندان میں تعلقات تھے.........الخ گویا رام پور، روہیل کنڈ میں اس رسم کا آغاز لکھنوی خاندان ہی کی بدولت ہوا''

مولوی مظہر علی سندیلوی اپنے روز نامچہ میں جو ۱۹۱۱ء کی ایک نادر یادداشت ہے، لکھتے ہیں کہ:

۱۹۱۱ء آج مجھے ایک نئی رسم دریافت ہوئی جو میرے اور میرے گھر والوں میں رائج ہوئی جو اس سے پہلے میری جماعت میں نہیں آئی تھی، وہ یہ ہے کہ: ''۲۱/رجب کو بوقتِ شام میدہ، شکر اور گھی دودھ ملا کر ٹکیاں پکائی جاتی ہیں اور اس پر امام جعفر صادق رحمہ اللہ کا فاتحہ ہوتا ہے اور ۲۲/رجب کی صبح کو عزیز واقارب کو بلا کر کھلائی جاتی ہے، یہ ٹکیاں باہر نکلنے نہیں پاتیں۔ جہاں تک مجھے علم ہوا ہے اس کا رواج ہر مقام پر ہوتا ہے میری یاد میں کبھی اس کا تذکرہ بھی سماعت میں نہیں آیا۔ یہ فاتحہ اب ہر ایک گھر میں نہایت عقیدت مندی کے ساتھ ہوا کرتا ہے اور یہ رسم برابر بڑھتی جارہی ہے۔

عظیم مناظرِ اسلام مولانا عبدالشکور مرحوم نے اپنے رسالہ ''النجم'' لکھنؤ کی اشاعت جمادی الاولیٰ ۱۳۴۸ھ میں لکھا تھا کہ:

''ایک بدعت ابھی تھوڑے دنوں سے ہمارے اطراف میں شروع ہوئی ہے اور تین چار سال سے اس کا رواج

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

کونڈوں کی رسم کے ناجائز ہونے پر چند فتاویٰ

اب کونڈوں کی رسم کی شرعی حیثیت پر چند فتاویٰ ذکر کیئے جاتے ہیں:

(۱)......حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

رجب کے کونڈوں کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ یہ گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔ ان کو ترک کر دینا چاہئے، تبارک پڑھنے اور پڑھوانے کا طریقہ بھی شریعت سے ثابت نہیں۔ یہ بھی لوگوں کا خود گھڑا ہوا طریقہ ہے۔ اسے بھی ترک کر دینا لازم ہے۔ شبِ برأت کا حلوا، محرم کا کھچڑا، کونڈے اور تبارک، یہ کوئی شرعی چیزیں نہیں ہیں۔ ان کو شرعی سمجھ کر پکانا بنانا بدعت ہے (کفایت المفتی ج ۱ ص ۲۵۳، مدلل ومکمل)

(۲)......حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

کونڈوں کی مروّجہ رسم مذہبِ اہل سنت والجماعت میں محض بے اصل، خلافِ شرع اور بدعتِ ممنوعہ ہے، کیونکہ بائیسویں رجب نہ حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخِ پیدائش ہے اور نہ تاریخِ وفات۔ حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۸/رمضان ۸۰ھ یا ۸۳ھ میں ہوئی اور وفات شوال ۱۴۸ھ میں ہوئی۔ [۱]

پھر بائیسویں رجب کی تخصیص کیا ہے؟ اور اس تاریخ کو حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے کیا خاص مناسبت ہے؟ ہاں بائیسویں رجب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

یوماً فیوماً بڑھتا جارہا ہے۔ یہ بدعت کونڈوں کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے متعلق ایک فتویٰ بصورتِ اشتہار تین سال سے لکھنؤ میں شائع کیا جارہا ہے"

اسی دور کے ایک شیعہ عالم محمد باقر شمسی کا قول ہے کہ:

لکھنؤ کے شیعوں میں ۲۲/رجب کے کونڈوں کا رواج بیس پچیس سال پہلے شروع ہوا تھا (رسالہ النجم لکھنؤ)

(یہ تمام تاریخی تفصیل رسالہ "ماہ رجب کے کونڈے"، مطبوعہ صدیقی ٹرسٹ کراچی سے ماخوذ ہے)

[۱] مگر بندے کو تلاشِ بسیار کے باوجود حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی ولادت کے ۸ رمضان اور وفات کے شوال میں ہونے کی مؤرخین سے تصریح نہیں ملی۔ محمد رضوان

www.idaraghufran.org

تاریخِ وفات ہے (دیکھو تاریخ طبرانی ذکرِ وفاتِ معاویہ)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس رسم کو محض پردہ پوشی کے لئے حضرت امام جعفر صادق کی طرف منسوب کیا گیا۔ ورنہ درحقیقت یہ تقریب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں منائی جاتی ہے۔ جس وقت یہ رسم ایجاد ہوئی۔ اہلِ سنت والجماعت کا غلبہ تھا، اس لئے یہ اہتمام کیا گیا کہ شیرینی بطورِ حصہ علانیہ نہ تقسیم کی جائے، تاکہ راز فاش نہ ہو، بلکہ دشمنانِ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خاموشی کے ساتھ ایک دوسرے کے یہاں جاکر اسی جگہ یہ شیرینی کھالیں جہاں اس کو رکھا گیا ہے اور اس طرح اپنی خوشی ومسرت ایک دوسرے پر ظاہر کریں۔ جب کچھ اس کا چرچا ہوا تو اس کو حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرکے یہ تہمت امام موصوف پر لگائی کہ انہوں نے خود خاص اس تاریخ میں اپنی فاتحہ کا حکم دیا ہے حالانکہ یہ سب من گھڑت باتیں ہیں۔ لہٰذا برادرانِ اہلِ سنت کو اس رسم سے بہت دور رہنا چاہئے نہ خود اس رسم کو بجالائیں اور نہ اس میں شرکت کریں (فتاویٰ محمودیہ ج۳ ص۲۸۱،۲۸۲، مبوب)

ایصالِ ثواب جس کو چاہے، جب چاہے بلا کسی التزامِ تاریخ ومہینہ وغیرہ کے (یعنی کسی تاریخ، مہینہ، دن وغیرہ کو لازم کئے بغیر) کرنے میں کوئی مضائقہ (حرج) نہیں، بلکہ بہت بہتر ہے، لیکن کونڈہ کرنا جیسا کہ رواج ہے بے اصل اور بدعت ہے (ایضاً ج۳ ص۲۸۱)

(۳)...... حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

کونڈوں کی مروّج رسم دشمنانِ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر اظہارِ مسرت کے لئے ایجاد کی ہے۔ ۲۲/رجب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخِ وفات ہے (طبری۔ استیعاب)

۲۲/رجب کو حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ سے کوئی تعلق نہیں نہ اس میں ان کی ولادت ہوئی نہ وفات۔ حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی ولادت ۸/رمضان ۸۰ھ یا ۸۳ھ کی ہے

www.idaraghufran.org

اور وفات شوال ۱۴۸ھ میں ہوئی۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس رسم کو محض پردہ پوشی کے لئے حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ ورنہ درحقیقت یہ تقریب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں منائی جاتی ہے۔ جس وقت یہ رسم ایجاد ہوئی شیعہ مسلمانوں سے مغلوب وخائف تھے، اس لئے یہ اہتمام کیا گیا کہ شیرینی علانیہ تقسیم نہ کی جائے تاکہ راز فاش نہ ہو بلکہ دشمنانِ حضرت معاویہ خاموشی کے ساتھ ایک دوسرے کے ہاں جاکر اسی جگہ یہ شیرینی کھالیں جہاں اس کو رکھا گیا ہے اور اس طرح اپنی خوشی ومسرت ایک دوسرے پر ظاہر کریں۔ جب اس کا چرچا ہوا تو اس کو حضرت جعفر صادق کی طرف منسوب کرکے یہ تہمت ان پر لگائی کہ انہوں نے خود اس تاریخ کو اپنی فاتحہ کا حکم دیا ہے، حالانکہ یہ سب من گھڑت ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ہرگز ایسی رسم نہ کریں بلکہ دوسروں کو بھی اس کی حقیقت سے آگاہ کرکے اس سے بچانے کی کوشش کریں (احسن الفتاویٰ ج۱ص۳۶۸)

(۴)......خیرُ الفتاویٰ میں ایک سوال کے جواب میں تحریر ہے کہ:

۲۲ رجب نہ امامِ جعفر رحمہ اللہ کا یومِ ولادت ہے، نہ یومِ وفات ہے۔ بلکہ یہ دن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یومِ وفات ہے (طبری، استیعاب)

اور یہ بھی بالکل صحیح ہے کہ یہ رسم رافضیوں کی ایجاد کردہ ہے۔ تقیہ اور جھوٹ ان کا شعارِ خاص ہے۔ پہلے اس تاریخ کو علانیہ خوشی کا اظہار کرتے تھے۔ جب سنیوں کا غلبہ ہوا تو عام تقسیم بند کردی اور گھر میں پکا کر رکھ دیتے ہیں اور ایک دوسرے کو بلا کر کھلاتے ہیں۔ جب یہ متحقق ہوا کہ یہ رسم رافضیوں کی ایجاد ہے تو اس امر کی تحقیق کی ضرورت ہی نہیں رہتی کہ کس سن میں ایجاد ہوئی اور موجِد کون ہے۔ سنیوں کو ہرگز اس رسم میں شرکت نہیں کرنی چاہئے۔ بلکہ حتی الوسع اسے مٹانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس دن خیرات نیک مقصد کے تحت کرنے کی بھی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ کیونکہ اس میں تشبہ

بالروافض (یعنی رافضیوں کے ساتھ تشبہ) ہے۔

نیز ان کے مکروہ ترین عمل کو تقویت دینا ہے۔ جس عمل کی بنیادی غرض ہی صحابیٔ رسول کی توہین ہو اور مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنا ہو، اسے رسمِ بد کہنے پر سوال کرنا تعجب ہے (خیر الفتاویٰ ج ا ص ۵۷۲ تا ۵۷۳)

(۵)......اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں کہ:

اس سے بھی زیادہ آج کل معاشرے میں فرض و واجب کے درجہ میں جو چیز پھیل گئی ہے وہ کونڈے ہیں، اگر آج کسی نے کونڈے نہیں کیئے تو وہ (گویا کہ) مسلمان ہی نہیں نماز پڑھے یا نہ پڑھے، روزے رکھے یا نہ رکھے، گناہوں سے بچے یا نہ بچے، لیکن کونڈے ضرور کرے۔ اور اگر کوئی شخص نہ کرے یا کرنے والوں کو منع کرے تو اس پر لعنت اور ملامت کی جاتی ہے، خدا جانے یہ کونڈے کہاں سے نکل آئے؟ نہ قرآن وحدیث سے ثابت ہیں، نہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے، نہ تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے، نہ تبعِ تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے اور نہ بزرگانِ دین سے، کہیں سے اس کی کوئی اصل ثابت نہیں، اور اس کو اتنا ضروری سمجھا جاتا ہے کہ گھر میں دین کا کوئی دوسرا کام ہو یا نہ ہو لیکن کونڈے ضرور ہوں گے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ذرا مزہ اور لذت آتی ہے، اور ہماری قوم لذت اور مزہ کی خوگر ہے، کوئی میلہ ٹھیلہ ہونا چاہیئے اور کوئی حظِّ نفس (نفس کے مزہ) کا سامان ہونا چاہیئے۔ اور ہوتا یہ ہے کہ جناب! پوریاں پک رہی ہیں، حلوہ پک رہا ہے، اور اِدھر سے اُدھر جا رہی ہیں، اور اُدھر سے اِدھر آ رہی ہیں اور ایک میلہ لگا ہوا ہے، تو چونکہ یہ بڑے مزے کا کام ہے، اس واسطے شیطان نے اس میں مشغول کر دیا کہ نماز پڑھو یا نہ پڑھو، وہ کوئی ضروری نہیں، مگر یہ کام ضرور ہونا چاہیئے، بھائی! ان چیزوں نے ہماری امت کو خرافات میں مبتلا کر دیا ہے۔ ؎

حقیقت روایات میں کھوگئی　　　یہ امت خرافات میں کھوگئی

اس قسم کی چیزوں کو لازمی سمجھ لیا گیا اور حقیقی چیزیں پس پشت ڈال دی گئیں۔ اس کے

www.idaraghufran.org

بارے میں رفتہ رفتہ اپنے بھائیوں کو سمجھانے کی ضرورت ہے، اس لئے کہ بہت سے لوگ صرف ناواقفیت کی وجہ سے کرتے ہیں، ان کے دلوں میں کوئی عناد نہیں ہوتا، لیکن دین سے واقف نہیں، ان بیچاروں کو اس کے بارے میں پتہ نہیں ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح عیدُ الاضحیٰ کے موقع پر قربانی ہوتی ہے، اور گوشت اِدھر سے اُدھر جاتا ہے، یہ بھی قربانی کی طرح کوئی ضروری چیز ہوگی، اور قرآن وحدیث سے اس کا بھی کوئی ثبوت ہوگا، اس لئے ایسے لوگوں کو محبت، پیار اور شفقت سے سمجھایا جائے، اور ایسی تقریبات میں خود شریک ہونے سے پرہیز کیا جائے (اصلاحی خطبات ج۱ص۵۴، ۵۵، بعنوان وعظ: ماہِ رجب چند غلط فہمیوں کا ازالہ)

حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ اسلام کی عظیم شخصیت ہیں اور کونڈوں جیسی رسم سے بالکل بری ہیں، آپ سنہ اسّی (۸۰) ہجری میں مدینہ میں پیدا ہوئے۔

آپ کا نام ''جعفر'' اور آپ کی کنیت ''ابوعبداللہ'' اور آپ کا لقب ''صادق'' ہے۔

آپ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے، کئی روایات بھی آپ سے مروی ہیں، فضل وکمال کے لحاظ سے آپ اپنے وقت کے امام ہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جیسے حضرات آپ کے شاگرد ہیں۔

آپ کا نسب نامہ یہ ہے، جعفر ابن محمد باقر بن علی بن ابی طالب، اس طرح آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں، آپ کی والدہ ماجدہ امِ فروہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے قاسم بن محمد کی بیٹی تھیں۔

نانہالی شجرہ یہ ہے ام فروہ بنتِ اسماء بنتِ عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، اس طرح حضرت جعفر صادق کی رگوں میں دوطرف سے صدیقی خون بھی شامل تھا۔

اور اسی وجہ سے آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے انتہائی محبت رکھتے تھے، اور حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے والوں پر غیظ وغضب کا اظہار فرماتے تھے۔

چنانچہ علامہ ذھبی رحمہ اللہ آپ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

وَأُمُّهُ :هِىَ أُمُّ فَرْوَةَ بِنْتُ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِىْ بَكْرٍ التَّيْمِيِّ.وَأُمُّهَا :

www.idaraghufran.org

هِىَ أَسْمَاءُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِىْ بَكْرٍ، وَلِهٰذَا كَانَ يَقُوْلُ :وَلَدَنِىْ أَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ مَرَّتَيْنِ .وَكَانَ يَغْضَبُ مِنَ الرَّافِضَةِ، وَيَمقُتُهُمْ إِذَا عَلِمَ أَنَّهُمْ يَتَعَرَّضُوْنَ لِجَدِّهِ أَبِىْ بَكْرٍ ظَاهِراً وَّبَاطِناً، هٰذَا لَا رَيْبَ فِيْهِ، وَلٰكِنَّ الرَّافِضَةَ قَوْمٌ جَهَلَةٌ، قَدْ هَوٰى بِهِمُ الْهَوٰى فِى الْهَاوِيَةِ، فَبُعداً لَّهُمْ (سير أعلام النبلاء ،للذهبى ج٦ ص ٢٥٥ ، مؤسسة الرسالة،بيروت)

ترجمہ: اورآپ کی والدہ امِ فروہ ہیں، جوکہ قاسم بن محمد بن ابی بکر تیمی کی بیٹی ہیں، اور آپ کی والدہ کی والدہ اسماء بنتِ عبدالرحمٰن بن ابی بکر ہیں، اوراسی وجہ سے حضرت امام جعفرصادق رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ: مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو مرتبہ جنم دیا ہے، اورآپ رافضیوں پر غصہ ہوتے تھے، اوران سے ناراض ہوتے تھے، جبکہ انہیں یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ آپ کے دادا حضرت ابوبکر کی ظاہراً اور باطناً تنقیص کرتے ہیں، اس بارے میں کوئی شک نہیں، لیکن رافضی جاہل لوگ ہیں، ان کو خواہشات نے گمراہی میں ڈال دیا ہے، پس ان کا ناس ہو (ترجمہ ختم)

اورحضرت سالم بن ابی حفصہ سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرَ وَّابْنَهٗ جَعْفَراً عَنْ أَبِى بَكْرٍ وَعُمَرَ، فَقَالَ :يَا سَالِمُ! تَوَلَّهُمَا، وَابْرَأْ مِنْ عَدُوِّهِمَا، فَإِنَّهُمَا كَانَا إِمَامَىْ هُدًى .ثُمَّ قَالَ جَعْفَرُ :يَا سَالِمُ !أَيَسُبُّ الرَّجُلُ جَدَّهٗ، أَبُوْ بَكْرٍ جَدِّىْ، لَا نَالَتْنِىْ شَفَاعَةُ مُحَمَّدٍ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنْ لَّمْ أَكُنْ أَتَوَلَّاهُمَا، وَأَبرَأُ مِنْ عَدُوِّهِمَا (ايضاً ج٦ ص٢٥٨، ٢٥٩)

ترجمہ: میں نے حضرت امام ابوجعفر، اورآپ کے بیٹے حضرت جعفر سے حضرت ابوبکر اورحضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں رائے معلوم کی، تو انہوں نے فرمایا کہ اے سالم! ان سے محبت رکھئے، اوران کے دشمنوں سے برأت ظاہر کیجئے، کیونکہ یہ دونوں ہدایت یافتہ امام ہیں، پھر حضرت جعفر نے فرمایا کہ اے سالم! کیا آدمی اپنے دادا کو برا

www.idaraghufran.org

کہہ سکتا ہے، حضرت ابوبکر میرے دادا ہیں، اگر میں ان سے محبت نہیں رکھوں گا، اور ان کے دشمنوں سے برأت ظاہر نہیں کروں گا، تو مجھے قیامت کے دن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت حاصل نہیں ہوگی (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبدالجبار بن عباس ہمدانی سے روایت ہے کہ حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ نے ان سے فرمایا کہ:

مَنْ زَعَمَ أَنِّیْ إِمَامٌ مَعصُوْمٌ، مُفتَرَضُ الطَّاعَةِ، فَأَنَا مِنهُ بَرِیْءٌ، وَمَنْ زَعَمَ أَنِّیْ أَبْرَأُ مِنْ أَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ، فَأَنَا مِنهُ بَرِیْءٌ(ایضاً ج۶ص ۲۵۹)

ترجمہ: جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ میں امامِ معصوم ہوں، اور میری اطاعت فرض کی گئی ہے، تو میں ایسا گمان کرنے والے سے بری ہوں، اور جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ میں حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے بری ہوں، تو میں ایسا گمان کرنے والے سے بری ہوں (ترجمہ ختم)

اور حضرت حنان بن سدیر سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ جَعْفَرَ بْنَ مُحَمَّدٍ، وَسُئِلَ عَنْ أَبِی بَکْرٍ وَعُمَرَ، فَقَالَ :إِنَّکَ تَسْأَلُنِیْ عَنْ رَجُلَیْنِ قَدْ أَکَلا مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ(ایضاً، ج۶ص ۵۹)

ترجمہ: میں نے حضرت جعفر بن محمد سے سنا، جب ان سے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں سوال کیا گیا، انہوں نے جواب میں فرمایا کہ آپ مجھ سے دو ایسی شخصیتوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں، جو جنت کے پھل کھا رہے ہیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت عمرو بن قیس ملائی سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ جَعْفَرَ بنَ مُحَمَّدٍ یَقُوْلُ :بَرِءَ اللّٰہُ مِمَّنْ تَبَرَّأَ مِنْ أَبِی بَکْرٍ وَعُمَرَ(ایضاً ج۶ص ۲۶۰)

ترجمہ: میں نے حضرت جعفر بن محمد سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص سے بری ہے، جو ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر تبری کرتا ہو (ترجمہ ختم)

اس قسم کی روایات نقل کرنے کے بعد علامہ ذھبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قُلْتُ :هٰـذَا الْـقَـوْلُ مُتَوَاتِرٌ عَنْ جَعْفَرَ الصَّادِقِ، وَأَشْهَدُ بِاللّٰهِ إِنَّـهُ لَبَارٌّ فِيْ قَوْلِهِ، غَيْرُ مُنَافِقٍ لِأَحَدٍ، فَقَبَّحَ اللّٰهُ الرَّافِضَةَ(ایضاً، ج۶ص ۲۶۰)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ حضرت جعفر صادق سے یہ بات تواتر ویقین کے ساتھ مروی ہے، اور میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ حضرت جعفر صادق کسی کو منافق قرار دینے سے بری ہیں، پس اللہ تعالیٰ رافضیوں کا برا کرے (جو یہ خیال کرتے ہیں) (ترجمہ ختم) [1]

---

[1] جعفر بن محمد بن علي القرشي الهاشمي (ع)ابن الشهيد أبي عبد الله ريحانة النبي -صلى الله عليه وسلم -وسبطه ومحبوبه الحسين بن أمير المؤمنين أبي الحسن علي بن أبي طالب عبد مناف بن شيبة، وهو عبد المطلب بن هاشم، واسمه :عمرو بن عبد مناف بن قصي .الإمام، الصادق، شيخ بني هاشم، أبو عبد الله القرشي، الهاشمي، العلوي، النبوي، المدني، أحد الأعلام.وأمه :هي أم فروة بنت القاسم بن محمد بن أبي بكر التيمي .وأمها :هي أسماء بنت عبد الرحمن بن أبي بكر، ولهذا كان يقول :ولدني أبو بكر الصديق مرتين.وكان يغضب من الرافضة، ويمقتهم إذا علم أنهم يتعرضون لجده أبي بكر ظاهرا وباطنا، هذا لا ريب فيه، ولكن الرافضة قوم جهلة، قد هوى بهم الهوى في الهاوية، فبعدا لهم.ولد :سنة ثمانين.ورأى بعض الصحابة، أحسبه رأى :أنس بن مالك، وسهل بن سعد ....علي بن الجعد :عن زهير بن معاوية، قال :قال أبي لجعفر بن محمد :إن لي جارا يزعم أنك تبرأ من أبي بكر وعمر .فقال جعفر :برء الله من جارك، والله إني لأرجو أن ينفعني الله بقرابتي من أبي بكر، ولقد اشتكيت شكاية، فأوصيت إلى خالي عبد الرحمن بن القاسم .قال ابن عيينة :حدثونا عن جعفر بن محمد، ولم أسمعه منه، قال :كان آل أبي بكر يدعون على عهد رسول الله -صلى الله عليه وسلم -آل رسول الله -صلى الله عليه وسلم .-وروى :ابن أبي عمر العدني، وغيره، عن جعفر بن محمد، عن أبيه، نحو ذلك .محمد بن فضيل :عن سالم بن أبي حفصة، قال :سألت أبا جعفر وابنه جعفرا عن أبي بكر وعمر، فقال :يا سالم !تولهما، وابرأ من عدوهما، فإنهما كانا إمامي هدى .ثم قال جعفر :يا سالم !أيسب الرجل جده، أبو بكر جدي، لا نالتني شفاعة محمد -صلى الله عليه وسلم -يوم القيامة إن لم أكن أتولاهما، وأبرأ من عدوهما. وقال حفص بن غياث :سمعت جعفر بن محمد، يقول:ما أرجو من شفاعة علي شيئا، إلا وأنا أرجو من شفاعة أبي بكر مثله، لقد ولدني مرتين .كتب إلي عبد المنعم بن يحيي الزهري، وطائفة، قالوا:أنبأنا داود بن أحمد، أنبأنا محمد بن عمر القاضي، أنبأنا عبد الصمد بن علي، أنبأنا أبو الحسن الدارقطني، حدثنا أحمد بن محمد بن إسماعيل الأدمي، حدثنا محمد بن الحسين الحنيني، حدثنا مخلد بن أبي قريش الطحان، حدثنا عبد الجبار بن العباس الهمداني :أن جعفر بن محمد أتاهم وهم يريدون أن يرتحلوا من المدينة، فقال :إنكم -إن شاء الله -من صالحي أهل مصركم، فأبلغوهم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ ایک سو اڑتالیس ہجری میں فوت ہوئے، اور اس وقت آپ کی عمر اڑسٹھ سال تھی، اور آپ مدینہ منورہ کے قبرستان بقیع میں دفن کئے گئے، جہاں آپ کے والد اور دادا علی زین العابدین کی بھی قبر ہے۔ ۱؎

ملحوظ رہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخِ وفات میں کئی اقوال ہیں، البتہ برصغیر پاک وہند میں اور بطورِ خاص شیعہ حلقوں میں ۲۲/ رجب ہی زیادہ مشہور ہے، اور کئی مورخین نے آپ کی تاریخِ وفات ۲۲/ رجب ہی ذکر کی ہے۔ ۲؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عنی :من زعم أني إمام معصوم، مفترض الطاعة، فأنا منه برىء ، ومن زعم أني أبرأ من أبي بكر وعمر، فأنا منه برىء .وبه :عن الدارقطني، حدثنا إسماعيل الصفار، حدثنا أبو يحيى جعفر بن محمد الرازي، حدثنا علي بن محمد الطنافسي، حدثنا حنان بن سدير، سمعت جعفر بن محمد، وسئل عن أبي بكر وعمر، فقال :إنك تسألني عن رجلين قد أكلا من ثمار الجنة وبه :حدثنا الحسين بن إسماعيل، حدثنا محمود بن خداش، حدثنا أسباط بن محمد، حدثنا عمرو بن قيس الملائي، سمعت جعفر بن محمد يقول :برء الله ممن تبرأ من أبي بكر وعمر .قلت :هذا القول متواتر عن جعفر الصادق، وأشهد بالله إنه لبار في قوله، غير منافق لأحد، فقبح الله الرافضة (سير أعلام النبلاء ،للذهبي ج٦ ص ٢٥٥ تا ٢٦٠، ملخصاً، مؤسسة الرسالة،بيروت)

۱؎ ومن أهل المدينة الإمام جعفر بن محمد الصادق وكان يسأله ويطارحه وهو تابعي من أكابر أهل البيت روى عن أبيه محمد الباقر وغيره سمع منه الأئمة الأعلام نحو يحيى بن سعيد وابن جريج ومالك بن أنس والثوري وابن عيينة وكذا أبو حنيفة كما ذكره صاحب المشكاة في أسماء رجاله فيكون من رواية الأقران ولد سنة ثمانين ومات سنة ثمان أربعين ومائة وهو ابن ثمان وستين سنة ودفن بالبقيع بقبر فيه أبوه وجده علي زين العابدين رضي الله عنهم (الجواهر المضية في طبقات الحنفية،لعبد القادر بن أبي الوفاء محمد بن أبي الوفاء القرشي، ج٢ ص ٥٤٥، مير محمد كتب خانه -كراتشي،الباكستان)

۲؎ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخِ وفات میں اختلاف ہونے سے کونڈوں کی مروّجہ رسم کی شرعی حیثیت اور اس رسم کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں ایجاد ہونے پر کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔

کیونکہ اولاً تو مشہور تاریخِ وفات ۲۲/ رجب ہی ہے، خصوصاً ان لوگوں کے سلسلہ میں جن کی طرف کونڈوں کی رسم ایجاد کرنے کی نسبت ہے یعنی اہلِ روافض۔

دوسرے جب تاریخ سے اس رسم کی نسبت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی طرف ثابت ہوجائے تو تاریخِ وفات کی مختلف ہونے سے اس نسبت میں کوئی خلل نہیں آتا، اس بنیاد پر جس تاریخ میں بھی مذکورہ رسم انجام دی جائے گی اس کے

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں، اور کسی صحابی سے بغض رکھنا یا اس کی شان میں گستاخی کرنا سخت گناہ کی بات ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ناجائز ہونے میں کوئی شبہ نہ ہوگا۔

تیسرے اہلِ بدعت واہلِ باطل اپنی اس قسم کی کسی بھی رسم کے لئے کسی نہ کسی قول کو تو لیتے ہی ہیں، اگر کوئی دوسرا قول لے لیا جاتا تب بھی یہ شبہ ہوسکتا تھا۔

اور اگر اس تمام تفصیل سے قطع نظر کر لی جائے اور کہا جائے کہ کونڈوں کی مروّجہ رسم کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی سے کوئی تعلق نہیں اور بالفرض اس مہینہ میں حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی ولادت وغیرہ بھی ثابت ہو جائے یا اس رسم کی نسبت کسی طرح سے حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف مان لی جائے کہ اس رسم میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت نہیں کی جاتی بلکہ حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف نسبت کر کے اور ان کے نام سے یہ رسم انجام دی جاتی ہے تب بھی اس رسم کے ناجائز ہونے میں کوئی شبہ نہ ہوگا، کیونکہ اس رسم کے ناجائز ہونے کی بنیاد صرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات سے تعلق ہونا ہی نہیں ہے بلکہ اس میں اور بھی اعتقادی وعملی خرابیاں ہیں۔

لہٰذا اس کے باوجود بھی یہ رسم ناجائز ٹھہرتی ہے، اور ایمان کے خطرہ کا بھی باعث ہے، کیونکہ اس رسم میں ایک غرض غیرُ اللہ کو نفع نقصان کا مالک ومختار سمجھنے اور اس کھانے سے غیرُ اللہ کا تقرب حاصل کرنا ہوتی ہے، اور اگر کسی کا یہ فاسد نظریہ وعقیدہ نہ بھی ہو تب بھی اس کا بدعت ہونا برقرار رہتا ہے، جو کہ اس رسم کے ناجائز ہونے کے لئے کافی ہے۔

مات معاوية رضی اللہ عنہ بدمشق يوم الخميس لثمان بقين من رجب (تاريخ خليفه بن خياط ج ا ص ۲۲۶، مؤسسة الرسالة، بيروت)

ومات يوم الخميس لثمان بقين من رجب(تاريخ دمشق لابنِ عساكر ج ۵۹ ص ۶۰)

وفی هذه السنة مات معاوية بن أبی سفيان أبو عبد الرحمن فی يوم الخميس بثمان بقين من رجب وهو ابن ثمان وسبعين سنة (تاريخ مولد العلماء ووفياتهم،لمحمد بن عبد الله بن أحمد بن سليمان بن زبر الربعی، ج ا ص ۱۶۷،دارالعاصمة، الرياض)

وبقی معاوية فی إمارته تلک إلى أن مات يوم الخميس لثمان بقين من رجب سنة ستين وقد قيل إن معاوية مات للنصف من رجب من هذه السنة وكان له يوم توفی ثمان وسبعون سنة(كتاب الثقات،لا بن حبان)

معاوية بن أبی سفيان واسم أبی سفيان صخر بن حرب بن أمية بن عبد شمس بن عبد مناف وهو أخو يزيد أبو عبد الرحمن القرشی الاموی نزل الشام وأمه هند بنت عتبة بن ربيعة بن عبد شمس أخرج البخاری فی الحج والعلم وغير موضع عن بن عباس وحميد بن عبد الرحمن وعمير بن هانء وحمدان بن أبان عنه عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال عمرو بن علی ولی معاوية يوم الاثنين لخمس بقين من ربيع الاول سنة إحدى وأربعين فملک معاوية سبع عشرة سنة وثلاثة أشهر واثنتين وعشرين ليلة وتوفی يوم الخميس لثمان بقين من رجب سنة ستين وهو بن ثمان وسبعين سنة(التعديل والتجريح لمن خرج عنه البخاری فی الجامع الصحيحلأبی الوليد سليمان بن خلف بن سعد ابن أيوب الباجی المالكی، ج ۲ ص ۷۱۴، تحت رقم الترجمة ۶۲۵) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ أَصْحَابِيْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا بَعْدِيْ فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ أَبْغَضَهُمْ وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِيْ وَمَنْ آذَانِيْ فَقَدْ آذَى اللّٰهَ وَمَنْ آذَى اللّٰهَ فَيُوْشِكُ أَنْ يَّأْخُذَهٗ (ترمذی) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، میرے بعد انہیں (اعتراضات کا) نشانہ مت بنانا کیونکہ جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا اور جس نے ان کو ایذاء پہنچائی اس نے مجھے ایذاء پہنچائی اور جس نے مجھے ایذاء پہنچائی اس نے اللہ کو ایذاء پہنچائی اور جو اللہ کو ایذاء پہنچانا چاہتا ہے تو قریب ہے کہ اللہ اس کو عذاب میں پکڑے گا (ترجمہ ختم)

اس حدیث کو سند کے اعتبار سے بعض محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے، لیکن بعض حضرات نے اس حدیث کے مضمون کو صحیح قرار دیا ہے۔ [۲]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وفی هَـذِهِ السنة هلک مُعَاوِيَة بن أَبِي سُفْيَانَ بدمشق، فاختلف فِي وقت وفاته بعد إجماع جميعهم عَلَى أن هلاكه كَانَ فِي سنة ستين من الهجره، وفی رجب منها، فَقَالَ هِشَام بن مُحَمَّد :مات مُعَاوِيَة لهلال رجب من سنة ستين .وَقَالَ الْوَاقِدِيّ :مات مُعَاوِيَة للنصف من رجب .وَقَالَ عَلِيّ بن مُحَمَّد :مات مُعَاوِيَة بدمشق سنة ستين يوم الخميس لثمان بقين من رجب، حَدَّثَنِي بِذَلِكَ الْحَارِث عنه (تاریخ الطبری، ج۵ ص ۳۲۳، ۳۲۴،دارالتراث، بیروت)

واتفقوا على أنه توفى بدمشق، ثم المشهور أنه توفى يوم الخميس لثمان بقين من رجب، وقيل: لنصف رجب سنة ستين من الهجرة، وقيل :سنة تسع وخمسين وهو ابن اثنين وثمانين سنة، وقيل: ثمان وسبعين سنة، وقيل :ست وثمانين(تهذيب الأسماء واللغات للنووی، ج۲ ص ۱۰۳، حرف الميم، دارالكتب العلمية ، بيروت)

[۱] حديث نمبر ۳۸۶۲،كتاب المناقب،باب فيمن سب أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ،شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابی الحلبی -مصر، واللفظ لهٗ،مسند احمد حديث نمبر ۱۶۸۰۳ .

[۲] قَالَ أَبُو عِيسَى :هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ(حواله بالا)

وقال شعيب الارنؤوط:إسناده ضعيف، عبد الله بن عبد الرحمن، مختلف فی اسمه، فيقال :عبد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِيْ فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهُ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میرے صحابۂ کرام کو برا بھلا مت کہو، کیونکہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا بھی (اللہ کے راستے میں) خرچ کر دے، تو (اس کا ثواب) میرے صحابہ میں سے کسی کے ایک مُد (تقریباً آدھا کلو) اور نصف مُد (تقریباً ایک پاؤ) کے برابر نہیں پہنچ سکتا (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

لَا تَسُبُّوا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمُقَامُ أَحَدِهِمْ سَاعَةً خَيْرٌ مِنْ عَمَلِ أَحَدِكُمْ عُمُرَهُ (سنن ابنِ ماجه) [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الرحمن بن زياد -قال البخارى :وفيه نظر -ويقال :عبد الرحمن بن عبد الله، انفرد بالرواية عنه عبيدة بن أبى رائطة، ولم يؤثر توثيقه عن غير ابن حبان، وقال ابن معين :لا أعرفه، وكذلك قال الذهبى فى "الميزان :"لا يعرف(حاشية مسند احمد)

قال ابوحفص عمر بن ابراهيم انصارى القرطبى:

وهذا الحديث ، وإن كان غريب السند فهو صحيح المتن ؛ لأنه معضود بما قدمناه من الكتاب وصحيح السنة وبالمعلوم من دين الأمة ؛ إذ لا خلاف فى وجوب احترامهم ، وتحريم سبهم(المفهم لما اشكل من تلخيص كتاب مسلم، كتاب النبوات،باب : وجوب احترام أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم)

[1] حديث نمبر ٣٦٧٣، كتاب المناقب،باب قول النبى صلى الله عليه وسلم لو كنت متخذا خليلا،دارطوق النجاة، بيروت ، واللفظ لهٗ،مسلم ، ج۴ص۱۹۶۷ ، كتاب فضائل الصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم ،باب تحريم سب الصحابة رضى الله عنهم.

[2] حديث نمبر ١٦٢ ،باب فضل اهل البدر.

قال شعيب الارنؤوط: اسناده قوى(حاشية ابنِ ماجه)

وقال ابن حجر:رواه مسدد موقوفا بسند صحيح.(اتحاف المهرة ، كتاب علامات النبوة،باب ما جاء فيمن صحب النبى صلى الله عليه وسلم)

وقال الكنانى: هذا إسناد صحيح رجاله ثقات والطريق الأول رواه مسدد فى مسنده عن يحيى القطان عن سفيان عن نسير فذكره بإسناده ومتنه (مصباح الزجاجة للكنانى، كتاب اتباع السنة، باب فضل الانصار)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کو برا بھلا مت کہو، کیونکہ ان میں سے کسی کا ایک لمحہ کے لئے قیام کرنا تم میں سے کسی کے پوری عمر عمل کرنے سے زیادہ بہتر ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِیْ لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ سَبَّ أَصْحَابِیْ (المعجم الاوسط) [1]

ترجمہ: تم میرے صحابہ کو برا بھلا مت کہو، جو میرے صحابہ کو برا بھلا کہتا ہے، اس پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے (ترجمہ ختم)

کونڈوں کے کھانے میں شرکت کا شرعی حکم

گزشتہ تفصیل سے دلائل کے ساتھ معلوم ہوگیا کہ ۲۲/ رجب کے کونڈے کرنا شرعاً جائز نہیں، اور ان میں شرکت کرنا اور کسی طرح سے لوگوں کو ترغیب دینا بھی درست نہیں۔

اگر یہی مال جو کونڈوں کی رسم میں خرچ کیا جاتا ہے کسی صحیح دینی مصرف میں لگایا جائے تو دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل ہو۔

رجب کے کونڈوں کا کھانا اگر غیرُ اللہ کو نفع نقصان کا مالک سمجھ کر نہ پکایا جائے، تو یہ کھانا بذاتِ خود تو حرام نہیں ہے، لیکن اس کے قبول کرنے میں ایک بدعت کے گناہ کی تائید لازم آتی ہے، اس لئے ایسا کھانا کھانے اور ایسی چیز کے استعمال کرنے سے اجتناب و پرہیز کرنا چاہئے۔

اور اگر کوئی غیرُ اللہ کو نفع ونقصان کا مالک سمجھ کر اور اس کا تقرب حاصل کرنے کے لئے اس طرح کا کھانا تیار کرے، یا غیرُ اللہ کے تقرب کے لئے نذر ومنت مان کر کسی شخص کو کوئی ایسا کھانا وغیرہ پیش کرے، تو بعض حضرات نے اس طرح کے کھانے کو ''ما اُہِل لغیر اللہ بہٖ'' میں داخل کر کے مُردار کی طرح حرام قرار دیا ہے، اور ہم نے بھی پہلے اس کے مطابق حکم لکھا تھا، لیکن بعد میں تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ بہت سے حضرات کے نزدیک ایسا کھانا فی نفسہٖ حرام نہیں ہے، جبکہ استعمال کرنے

---

[1] للطبرانی حدیث نمبر ۴۷۷۱، دارالحرمین، قاھرۃ)

قال الھیثمی: رواہ الطبرانی فی الأوسط، ورجالہ رجال الصحیح غیر علی بن سھل، وھو ثقۃ (مجمع الزوائد، رقم الحدیث ۱۶۴۲۹، باب ما جاء فی حق الصحابۃ رضی اللہ عنھم والزجر عن سبھم)

www.idaraghufran.org

والے کا اپنا عقیدہ درست ہو، تاہم اس کے قبول کرنے میں بھی گناہ کا تعاون لازم آتا ہے، اس لئے ایسا کھانا کھانے اور اشیاء کے استعمال کرنے سے اجتناب وپرہیز کرنا چاہئے، تاآنکہ اس طرح کا کھانا تیار کرنے والا اپنے غلط عقیدہ کی اصلاح وتوبہ نہ کرلے، اور دلائل کے لحاظ سے اب ہمارے نزدیک یہی راجح ہے، البتہ اگر کوئی اس طرح کے مذکورہ عقیدہ کے ساتھ جانور ذبح کرے، تو اس کے ''ما اُھِل لغیر اللہ بہ'' میں داخل ہو کر حرام ہونے میں شبہ نہیں۔ [1]

(تفصیل ودلائل کے لئے ملاحظہ ہو، ہمارا رسالہ ''غیرُ اللہ کی نذرونیاز وذبح کا حکم'')

کونڈوں کی مروّجہ رسم میں پائی جانے والی خرابیاں

عوام میں جو کونڈوں کی رسم رائج ہے اس میں مندرجہ ذیل خرابیاں پائی جاتی ہیں:

(۱)......اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کسی ہستی اور شخصیت کو نفع نقصان کا مالک ومختار سمجھنا، اور اس سے اپنی مرادیں اور حاجتیں طلب کرنا جو کہ حرام ہے، اور اس میں شرک کا خطرہ ہے۔

(۲)......غیرُ اللہ کو نفع نقصان کا مالک ومختار سمجھ کر اس کے نام کی نذرونیاز دینا، جو کہ مستقل گناہ ہے، اور اس میں بھی ایمان ضائع ہوجانے کا اندیشہ ہے۔

---

[1] وهَلُ كَرَاهَةُ اَخُذِهٖ لِكَوُنِ هٰذَا الْمَنُذُوُرِ دَاخِلًا فِيُمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيُرِ اللّٰهِ اَمُ لِوَجُهٍ آخَرَ، وَعِنُدِىُ اَنَّ عِلَّةَ الْكَرَاهَةِ لَيُسَ كَوُنُهٗ مِمَّا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيُرِ اللّٰهِ لِمَا عَرَفُتَ اَنَّ مَعُنَاهُ مَاذُبِحَ لِغَيُرِ اللّٰهِ وَبِاسُمِ غَيُرِ اللّٰهِ فَغَيُرُ الْمَذُبُوُحِ خَارِجٌ عَنُهُ سَوَاءٌ كَانَ غَيُرَ حَيُوَانٍ اَوُحَيُوَانًا قُرِبَ بِهٖ اِلٰى قَبُرِ صَالِحٍ لَايَقُصَدُ الذِّبُحَ.........

وَيُؤَيِّدُ مَاقُلُنَا اِطُلَاقُ الْبَحُرِ عَلَيُهِ لَفُظَ السُّحُتِ وَالْحَرَامِ دُوُنَ الْمَيُتَةِ وَالنَّجِسِ وَالسُّحُتُ يُطُلَقُ عَلَى الرِّشُوَةِ وَالرِّبَا وَكُلُّ مَالَا يَجُوُزُ كَسُبُهٗ وَعَلَى الْمَغُصُوُبِ وَغَيُرِهٖ وَالْكَلَامُ لَيُسَ فِىُ ذٰلِكَ وَاِنَّمَا الْكَلَامُ فِى الْحُرُمَةِ الَّتِىُ تُلُحَقُ الشَّيُئَ بِمَا اُهِلَّ لِغَيُرِ اللّٰهِ بِهٖ حَتّٰى يَكُوُنُ مَيُتَةً بَعُدَ الذِّبُحِ ،فَكَلَامُ الْبَحُرِ لَايَدُلُّ عَلٰى حُدُوُثِ مِثُلِ تِلُكَ الْحُرُمَةِ فِىُ مِثُلِ هٰذَا الْمَنُذُوُرِ فَلَمُ يَكُنُ مُعَارِضًا لِقَوُلِ اِبُنِ تَيُمِيَّةَ اَنَّ هٰذَا الْمَالَ الْمَنُذُوُرَ، إِذَا صَرَفَهٗ فِىُ جِنُسِ تِلُكَ الْعِبَادَةِ مِنَ الْمَشُرُوُعِ، مِثُلِ أَنُ يَّصُرِفَهٗ فِىُ عِمَارَةِ الْمَسَاجِدِ، أَوِ الصَّالِحِيُنَ مِنُ فُقَرَاءِ الْمُسُلِمِيُنَ كَانَ حَسَنًا. ا ھ.

فَاِنَّ الْمَالِكَ اَىِ النَّاذِرَ اِذَا صَرَفَهٗ فِىُ غَيُرِ الْمَنُذُوُرِ كَانَ ذٰلِكَ تَغُيِيُرًا لِنَذُرِهِ الْاَوَّلِ الَّذِىُ هُوَ مَعُصِيَةٌ فَلَا شَكَّ فِىُ كَوُنِ صَرُفِهٖ اِلَى الْمَشُرُوُعِ حَسَنًا وَاَمَّا اِذَا لَمُ يَصُرِفُهُ الْمَالِكُ بِنَفُسِهٖ وَصَرَفَهٗ غَيُرُهٗ اِلَى الْمَصُرَفِ الْمَشُرُوُعِ فَلَايَجُوُزُ لِبَقَاءِ الْحُرُمَةِ فِيُهِ لِكَوُنِهٖ سَائِبَةً لَايَمُلِكُهَا آخِذُهَا وَمَصُرَفُهَا الْفُقَرَاءُ الْمُضُطَرُّوُنَ الْعَاجِزُوُنَ عَنِ الْكَسُبِ. هٰذَا مَاظَهَرَ لِىُ فِىُ تَحُرِيُرِ الْمَقَامِ وَالْعِلُمُ عِنُدَ اللّٰهِ الْمَلِكِ الْعَلَّامِ

(''البذر للخير فى النذر للغير''، سلسله النور، رمضان صفحه ۲۲ تاصفحه ۲۴، وذیقعده صفحه ۱۵، مطبوعه: تهانه بهون)

www.idaraghufran.org

(۳)......اس رسم میں حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف بڑا بہتان ہے کہ انہوں نے ایک شرک وبدعت کی ترغیب دی، اور ایسے عظیم بزرگوں کی طرف مذکورہ نسبت کرنا خطرناک بات ہے۔

(۴)...... یہ رسم بہت بعد کی پیداوار ہے، جس کے کم از کم بدعت ہونے میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں (جیسا کہ پیچھے تاریخی حوالوں سے معلوم ہوا)

اور بدعت کبیرہ گناہ اور حرام ہے، اور بدعت پر شریعت کی طرف سے سخت عذاب کی وعیدیں آئی ہیں (ان تمام باتوں کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب ''ماہِ ربیعُ الاٰخر'' میں بیان کردی ہے)

(۵)......بعض اہلِ علم حضرات کی تحقیق کے مطابق اس رسم کا آغاز اہلِ روافض کی طرف سے ایک عظیم صحابیٔ رسول ''حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ'' کی وفات کی خوشی میں ہوا تھا، اور یہ رسم مذکورہ صحابی سے بغض کی علامت ہے، کیونکہ مشہور روایت کے مطابق ۲۲/ رجب کی تاریخ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخِ وفات ہے، اور کسی صحابی سے بغض رکھنا سخت گناہ کی بات ہے۔

(۶)......کونڈوں کی رسم میں تیار شدہ کھانے کو بہت متبرّک اور باعثِ برکت سمجھا جاتا ہے، اور اس کھانے کے لئے لوگ دور دراز سے آکر شریک ہوتے ہیں۔

حالانکہ بدعت اور اس سے بڑھ کر شرکیہ نظریات پر مشتمل ایسے کھانے کو متبرّک اور بابرکت سمجھنا مستقل اور دہرا جرم وگناہ ہے، اور ''چوری وسینہ زوری'' والا معاملہ ہے۔

(۷)......کونڈوں کی رسم میں مزید کئی قیود اور شرائط بھی اپنی طرف سے گھڑ لی گئی ہیں، جن کا شریعت میں کوئی ثبوت اور وجود نہیں، ان قیود وشرائط کو دین کا حصہ سمجھ کر اختیار کرنا بھی الگ اپنی ذات میں گناہ ہے۔

ان سب وجوہات کی بناء پر کونڈوں کی مروّجہ رسم کو انجام دینا، اس رسم میں شرکت کرنا، اور اس میں تعاوُن کرنا، سب گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کی شرک اور منکرات سے حفاظت فرمائیں، اور توحید وسنت کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

ستّائیس رجب کے منکرات اور رسمیں

آ ج کل رجب کی ستائیس تاریخ میں بے شمار ایسی چیزیں ہونے لگی ہیں جن کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں، بلکہ بہت سی چیزیں شرعاً گناہ ہیں۔

اکثر علاقوں میں شبِ معراج شریف ستائیسویں رجب کو منائی جاتی ہے اور اس رات کو نعوذ باللہ تعالیٰ شبِ قدر کا درجہ دیا جاتا ہے، دن کو حلوا پوری پکایا جاتا ہے۔

رنگین کاغذوں کی جھنڈیاں لگائی جاتی ہیں، رات کو آتش بازی چلائی جاتی ہے اور مٹی کی چھوٹی رکابیوں پر رنگین کاغذ منڈھے جاتے ہیں جن میں چراغ رکھ کر رات کو درو دیوار پر چراغاں کیا جاتا ہے، اس رات میں گھروں کو صاف ستھرا کیا جاتا ہے۔

پنجابی میں اس رسم کو ''کول جلانا'' کہتے ہیں جو شخص ان رسموں کی مخالفت کرے اسے وہابی کا لقب دیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ عموماً ائمۂ مساجد جاہلوں کی اس گالی سے ڈر کر ان کی مخالفت نہیں کرتے، حالانکہ حلوہ پکانے کو عبادت سمجھنا بالکل فضول ہے اور باقی رسموں میں فضول خرچی اور اسراف پایا جاتا ہے، جو شرعاً حرام ہے۔

(۱)......ستائیس رجب کو شبِ معراج قرار دینا اور اس رات کی فضیلت میں غلو

ستائیس رجب کو اس قسم کی چیزیں زیادہ تر اس بنیاد پر انجام دی جارہی ہیں کہ ۲۷/رجب کے بارے میں مشہور ہو گیا ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کی تاریخ ہے، اور اس رات میں ہی گویا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس اور آسمانوں پر تشریف لے گئے تھے، اور عوام میں رجب کے مہینے کی ستائیسویں رات ہی کو قطعی اور حتمی طور پر شبِ معراج سمجھا جاتا ہے۔

حالانکہ شبِ معراج کی تاریخوں، مہینوں بلکہ سالوں میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔

پس ۲۷/رجب کو حتمی ویقینی طور پر شبِ معراج سمجھنے کے کیا معنیٰ؟

چنانچہ ابو عبداللہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی رحمہ اللہ (المتوفیٰ ۱۱۲۲ھ) فرماتے ہیں کہ:

وَلَـمَّـا كَـانَ فِـيُ شَهُـرِ رَبِيُعِ الْاَوَّلِ اَوِ الْاٰخِرِ اَوْ رَجَبٍ اَوْرَمَضَانَ اَوْشَوَّالٍ اَقْـوَالٌ خَـمْسَةٌ اُسْرِىَ بِرُوْحِهٖ وَجَسَدِهٖ يَقْظَةً "لَا مَـنَـامًا مَرَّةً وَّاحِدَةً فِيُ لَيْـلَةٍ وَّاحِـدَةٍ عِـنُدَ جَمْهُوْرِ الْمُحَدِّثِيْنَ وَالْفُقَهَاءِ وَالْمُتَكَلِّمِيْنَ وَتَوَارَدَتْ عَلَيْهِ ظَوَاهِرُ الْأَخْبَارِ الصَّحِيْحَةِ، وَلَا يَنْبَغِيْ الْعُدُوْلُ عَنْهُ(شرح الزرقانی)

ترجمہ: اور جب ربیع الاول کا مہینہ ہوا، یا ربیع الاٰخر کا، یا رجب کا، یا رمضان کا یا شوال کا مہینہ ہوا، اس سلسلہ میں یہ پانچ اقوال ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روح اور جسم کے ساتھ جاگنے کی حالت میں معراج کرائی گئی، نہ کہ نیند کی حالت میں، ایک مرتبہ ایک ہی رات میں، جمہور محدثین اور فقہاء اور متکلمین کے نزدیک، اور صحیح احادیث صاف طور پر اس سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں، جن سے ہٹنے کی گنجائش نہیں ہے (ترجمہ ختم)

اور علامہ ابنِ کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

فَـعَـلٰـى قَـوْلِ السُّـدِّيِّ يَـكُـوْنُ الْـإِسْرَاءُ فِيُ شَهْرِ ذِى الْقَعْدَةِ، وَعَلٰى قَوْلِ الـزُّهْـرِيِّ وَعُـرْوَـةَ يَـكُـوْنُ فِـيُ رَبِيُعِ الْأَوَّلِ......وَقَدْ أَوْرَدَ حَدِيْثًا لَا يَصِحُّ سَـنَـدُهُ ذَكَـرْنَـاهُ فِـى فَـضَـائِـلِ شَهْـرِ رَجَبٍ أَنَّ الْإِسْرَاءَ كَانَ لَيْلَةَ السَّابِعِ وَالْعِشْرِيْنَ مِنْ رَجَبٍ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .وَمِـنَ النَّاسِ مَنْ يَّزْعَمُ أَنَّ الْإِسْرَاءَ كَانَ أَوَّلَ لَيْـلَةِ جُـمُـعَةٍ مِـنْ شَهْرِ رَجَبٍ وَهِىَ لَيْلَةُ الرَّغَائِبِ الَّتِيْ أُحْدِثَتْ فِيُهَا الصَّلَاةُ الْمَشْهُوْرَةُ وَلَا أَصْلَ لِذٰلِكَ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ(البداية والنهاية) [2]

ترجمہ: پس سُدّی کے قول کے مطابق معراج ذوالقعدۃ کے مہینے میں، اور زہری اور عروہ کے قول کے مطابق ربیع الاول کے مہینے میں ہوئی......اور ایک حدیث جس کی سند صحیح نہیں ہے، اور اس کو ہم نے فضائلِ شہرِ رجب میں ذکر کیا ہے، یہ ہے کہ معراج رجب کی ستائیسویں رات میں ہوئی، واللہ اعلم۔ اور بعض لوگوں کا گمان یہ ہے کہ معراج رجب کے مہینے کی پہلی شبِ جمعہ میں ہوئی، اور یہ رات رغائب کہلاتی ہے،

---

[1] على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج ٢ ص ٦٧، وقت الإسراء.

[2] ج٣ص ١٣٥، فصل الاسراء برسول الله صلى الله عليه وسلم من مكة إلى بيت المقدس، دار إحياء التراث العربى، بيروت، السيرة النبوية، لابن كثير.

www.idaraghufran.org

جس میں ایک مشہور نماز ایجاد کی گئی ہے، اور اس (نماز) کی کوئی اصل نہیں ہے، واللہ اعلم (ترجمہ ختم)

اور علامہ ابنِ جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قَالَ الْوَاقِدِيُّ :كَانَ الْمَسْرٰى فِيْ لَيْلَةَ السَّبْتِ لِسَبْعِ عَشَرَةَ لَيْلَةً خَلَتْ مِنْ رَمَضَانَ فِي السَّنَةِ الثَّانِيَةِ عَشَرَةَ مِنَ النُّبُوَّةِ، قَبْلَ الْهِجْرَةِ بِثَمَانِيَةَ عَشَرَ شَهْراً .وَرُوِيَ عَنْ أَشْيَاخٍ أُخَرَ قَالُوْا :أُسْرِيَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَيْلَةَ سَبْعَةَ عَشَرَ مِنْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ، قَبْلَ الْهِجْرَةِ بِسَنَةٍ .وَقَالَ مُؤَلِّفُ الْكِتَابِ :وَيُقَالُ إِنَّهُ كَانَ لَيْلَةَ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ مِنْ رَجَبٍ(المنتظم) ۱؎

ترجمہ: امام واقدی نے فرمایا کہ معراج، ہجرت سے اٹھارہ مہینے پہلے اور (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو) نبوت ملنے کے بارہویں سال میں رمضان کی ستائیسویں تاریخ میں ہفتہ کی رات میں ہوئی، اور دوسرے مشائخ سے یہ قول مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کومعراج ہجرت سے ایک سال پہلے ربیع الاول کے مہینے کی ستائیسویں رات میں ہوئی، اور مؤلفِ کتاب (ابنِ جوزی) نے فرمایا کہ ایک قول رجب کے مہینے کی ستائیسویں رات کا ہے (ترجمہ ختم)

اور علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اُخْتُلِفَ فِيْ شَهْرِهٖ وَلَيْلَتِهٖ فَقَالَ النَّوَوِيُّ فِي الْفَتَاوٰى :كَانَ فِيْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ وَقَالَ فِيْ شَرْحِ مُسْلِمٍ تَبْعًا لِّلْقَاضِيْ عَيَاضٍ :إِنَّهُ فِيْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْآخِرِ وَجَزَمَ فِي الرَّوْضَةِ بِأَنَّهُ فِيْ رَجَبٍ وَقِيْلَ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ وَقِيْلَ : فِيْ شَوَّالٍ وَكَانَ عَلٰى مَا قِيْلَ اللَّيْلَةَ السَّابِعَةَ وَالْعِشْرِيْنَ مِنَ الشَّهْرِ(روح المعانی) ۲؎

ترجمہ: معراج کے مہینے اور رات میں اختلاف ہے، امام نووی نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا کہ معراج ربیع الاول کے مہینے میں ہوئی، اور مسلم کی شرح میں (امام نووی نے)

۱؎ لابن الجوزی، ج۳ص۲۵، ۲۶،ذکر الحوادث فی سنة اثنتی عشرة من النبوة،الإسراء والمعراج ،دارالکتب العلمیة، بیروت.

۲؎ للألوسی ،ج۸ص۸،تحت سورة الاسراء،دار الکتب العلمیة -بیروت.

قاضی عیاض کی اتباع کرتے ہوئے فرمایا کہ معراج ربیع الآخر کے مہینے میں ہوئی، اور روضہ میں یقین کے ساتھ یہ فرمایا کہ رجب کے مہینے میں ہوئی، اور ایک قول رمضان کے مہینے کا ہے، اور ایک قول شوال کے مہینے کا ہے، اور کہا گیا ہے کہ معراج مہینے کی ستائیسویں رات میں ہوئی (ترجمہ ختم)

اور علامہ عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَهُوَ أَمْرٌ مُخْتَلَفٌ فِيْهِ بَيْنَ الْمُحَدِّثِيْنَ وَالْمُؤَرِّخِيْنَ فَقِيْلَ كَانَ ذٰلِكَ فِيْ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ، وَقِيْلَ فِيْ رَبِيْعِ الْآخِرَةِ، وَقِيْلَ فِيْ ذِي الْحِجَّةِ وَقِيْلَ فِيْ شَوَّالٍ، وَقِيْلَ فِيْ رَمَضَانَ، وَقِيْلَ فِيْ رَجَبٍ فِيْ لَيْلَةِ السَّابِعِ وَالْعِشْرِيْنَ وَقَوَّاهُ بَعْضُهُمْ (الآثار المرفوعة)[1]

ترجمہ: اور اس (معراج کی تاریخ) کے بارے میں محدثین اور مؤرخین کے درمیان اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ معراج ربیع الاول کے مہینے میں ہوئی، اور ایک قول ربیع الآخر کے مہینے کا ہے، اور ایک قول ذی الحجہ کے مہینے کا ہے، اور ایک قول شوال کے مہینے کا ہے، اور ایک قول رمضان کے مہینے کا ہے، اور ایک قول رجب کی ستائیسویں تاریخ کا ہے، جس کو بعض نے قوی قرار دیا ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تفسیر ''معارف القرآن'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ معراج کی تاریخ میں روایات بہت مختلف ہیں، موسیٰ بن عقبہ کی روایت یہ ہے کہ یہ واقعہ ہجرتِ مدینہ سے چھ ماہ قبل پیش آیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت خدیجہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کی وفات نمازوں کی فرضیت نازل ہونے سے پہلے ہو چکی تھی، امام زہری فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ کی وفات کا واقعہ بعثتِ نبوی کے سات سال بعد ہوا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ واقعۂ معراج، بعثتِ نبوی سے پانچ سال بعد میں ہوا ہے، ابن اسحاق کہتے ہیں کہ واقعۂ معراج اس وقت پیش آیا جبکہ اسلام عام قبائلِ عرب میں پھیل چکا تھا۔

---

[1] فی الأخبار الموضوعة للكنوی، ص۷۷، حديث صلاة الرغائب، مكتبة الشرق الجديد -بغداد.

www.idaraghufran.org

ان تمام روایات کا حاصل یہ ہے کہ واقعۂ معراج، ہجرتِ مدینہ سے کئی سال پہلے کا ہے۔ حربی کہتے ہے کہ واقعۂ اسراء ومعراج ربیع الثانی کی ستائیسویں شب میں ہجرت سے ایک سال پہلے ہوا ہے اور ابن قاسم ذہبی کہتے ہیں کہ بعثت سے اٹھارہ مہینے کے بعد یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ حضراتِ محدثین نے روایاتِ مختلفہ ذکر کرنے کے بعد کوئی فیصلہ کن چیز نہیں لکھی اور مشہور عام طور پر یہ ہے کہ ماہِ رجب کی ستائیسویں شب، شبِ معراج ہے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم (معارف القرآن ج۵ص۴۴۲و۴۴۳)

مذکورہ تفصیل کی روشنی میں معلوم ہوا کہ معراج کس مہینے میں ہوئی؟ اس سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں، جن میں سے ایک قول ربیع الاول کے مہینہ کا، دوسرا قول ربیع الآخر کے مہینے کا، تیسرا قول رجب کے مہینے کا، چوتھا قول رمضان کے مہینے کا، پانچواں قول شوال کے مہینے کا، چھٹا قول ذوالقعدۃ کے مہینے کا، اور ساتواں قول ذی الحجہ کے مہینے کا ہے، اور مشہور عام طور پر ستائیسویں رجب ہے۔

اور مہینوں میں اختلاف کے ساتھ ساتھ تاریخوں اور سالوں میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ ؎۱

؎۱ وكما اختلف فى مبدأ الاسراء اختلف فى سنته فذكر النووى فى الروضة أنه كان بعد النبوة بعشر سنين وثلاثة أشهر وفى الفتاوى أنه كان سنة خمس أو ست من النبوة ونقل عنه الفاضل الملا أمين العمرى فى شرح ذات الشفاء الجزم بأنه كان فى السنة الثانية عشرة من المبعث وعن ابن حزم دعوى الاجماع على ذلك وضعف ما فى الفتاوى بأن خديجة رضى الله عنها لم تصل الخمس وقد ماتت قبل الهجرة بثلاث سنين وقيل كان قبل الهجرة بسنة وخمسة أشهر وقيل ثلاثة أشهر ووقع فى حديث شريك بن أبى نمرة عن أنس أنه كان قبل أن يوحى إليه وقد خطأه غير واحد فى ذلك ونقل الحافظ عبد الحق فى كتابه الجمع بين الصحيحين حديث شريك الواقع فيه ذلك بطوله ثم قال هذا الحديث بهذا اللفظ من رواية شريك عن أنس قد زاد فيه زيادة مجهولة وأتى بألفاظ غير معروفة ، وقد روى حديث الإسراء عن أنس جماعة من الحفاظ المتقنين والأئمة المشهورين كابن شهاب وثابت البنانى وقتادة فلم يأت أحد منهم بما أتى به شريك وشريك ليس بالحافظ عند أهل الحديث وأجاب عن ذلك محيى السنة وغيره بما ستسمعه إن شاء الله تعالى . وكذا اختلف فى شهره وليلته فقال النووى فى الفتاوى :كان فى شهر ربيع الأول وقال فى شرح مسلم تبعا للقاضى عياض :إنه فى شهر ربيع الآخر وجزم فى الروضة بأنه فى رجب وقيل فى شهر رمضان وقيل :فى شوال وكان على ما قيل الليلة السابعة والعشرين من الشهر وكانت ليلة السبت كما نقله ابن الملقن عن رواية الواقدى وقيل :كانت ليلة الجمعة لمكان فضلها وفضل الإسراء ورد بأن جبرائيل عليه السلام صلى بالنبى أول يوم بعد الإسراء الظهر ولو كان يوم الجمعة لم يكن فرضها الظهر قاله محمد بن عمر السفيرى وفيه أن العمرى ذكر فى شرح ذات الشفاء أن الجمعة والجنازة وجبتا بعد الصلوات الخمس وفى شرح المنهاج للعلامة ابن حجر إن صلاة الجمعة ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

پس ۲۷/ رجب کی رات کو معراج کی یقینی رات سمجھنا درست نہیں۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ فرضت بمكة ولم تقم بها لفقد العدد أو لأن شعارها الاظهار وكان بها مستخفيا وأول من أقامها بالمدينة قبل الهجرة أسعد بن زرارة بقرية على ميل من المدينة ونقل الدميرى عن ابن الأثير أنه قال :الصحيح عندى أنها كانت ليلة الاثنين واختاره ابن المنير وفى البحر قيل إن الإسراء كان فى سبع عشرة من شهر ربيع الأول والرسول ابن إحدى وخمسين سنة وتسعة أشهر وثمانية وعشرين يوما وحكى أنها ليلة السابع والعشرين من شهر ربيع الآخر عن الجرمى وهى على ما نقل السفيرى عن الجمهور أفضل الليالى حتى ليلة القدر مطلقا وقيل هى أفضل بالنسبة إلى النبى وليلة القدر أفضل بالنسبة إلى أمته عليه الصلاة و السلام ورد بأن ما كان أفضل بالنسبة إليه فهو أفضل بالنسبة إلى أمته عليه الصلاة و السلام فهى أفضل مطلقا نعم لم يشرع التعبد فيها والتعبد فى ليلة القدر مشروع إلى يوم القيامة والله تعالى أعلم (روح المعانى للآلوسى، ج۸ص۸،۹، تحت سورة الاسراء)

واختلفوا فى أى سنة كان، فجزم جمع بأنه كان قبل الهجرة بسنة، وجرى عليه الامام النووى، وبالغ ابن حزم فنقل فيه الاجماع .وقال القاضى :قبل الهجرة بخمس سنين لانه لاخلاف أن خديجة صلت معه بعد فرض الصلاة، ولا خلاف أنها توفيت قبل الهجرة، ولا خلاف أن فرض الصلاة كان ليلة الاسراء ، وتعقبه ابن دحية بأن المراد بالصلاة التى صلتها معه هى التى كانت من أول البعثة، وكانت ركعتين بالغداة وركعتين بالعشى، وإنما الذى فرض ليلة الاسراء الصلوات الخمس .وقد قالت عائشة رضى الله عنها :(إن خديجة رضى الله عنها ماتت قبل أن تفرض الصلاة) رواه ابن سعد، ويعقوب بن سفيان . فالمعتمد أن مراد من قال :بعد أن فرضت ا لصلاة، ما فرض قبل الصلوات الخمس، إن ثبت ذلک .ومراد عائشة بقولها :ماتت قبل أن تفرض الصلاة، أى الخمس، فيجمع بين القولين بذلک .ويلزم منه أنها ماتت قبل الاسراء وقد حكى العسكرى أنها ماتت قبل الهجرة بسبع سنين وسيأتى تحقيق ذلک فى ترجمتها .واختلفوا فى أى الشهور كان (الاسراء) فجزم ابن الاثير وجمع، منهم النووى فى فتاويه كما فى النسخ المعتمدة، بأنه كان فى ربيع ا لاول، قال النووى :(ليلة سبع وعشرين)وجرى عليه جمع، وهكذا عن الفتاوى الاسنوى فى المهمات، والاذرعى -بفتح أوله والراء وسكون الذال المعجمة بينهما -فى التوسط، والزركشى فى الخادم، والدميرى فى حياة الحيوان، وغيرهم . وكذا رأيته فى عدة نسخ من الفتاوى وفى بعض النسخ من شرح مسلم كذلک، وفى أكثرها ربيع الاخر كما فى نسخ الفتاوى.ونقله ابن دحية فى الابتهاج، والحافظ فى الفتح، وجمع عن الحربى .والذى نقله عنه ابن دحية فى كتابيه :التنوير والمعراج الصغير، وأبو شامة فى الباعث، والحافظ فى فضائل رجب، ربيع الاول .وقيل :كان فى رجب، وجزم به النووى فى الروضة تبعا للرافعى، وقيل فى رمضان، وقيل فى شوال .قال ابن عطية بعد أن حكى الخلاف والتحقيق :(إنه كان بعد شق الصحيفة وقبل بيعة العقبة، قال ابن دحية :(ويمكن أن يعين ا ليوم الذى أسفرت عنه تلک الليلة، ويكون يوم الاثنين (سبل الهدى والرشاد،للامام محمد بن يوسف الصالحى ، ج۳ص۶۵ ،الباب الرابع فى أى زمان ومكان وقع الإسراء ،دارالكتب العلمية،بيروت)

۱؎ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ اپنے مضمون ’’تحقیق شبِ معراج‘‘ میں فرماتے ہیں:

۲۷ رجب کو یقینی طور پر شبِ معراج قرار دینا سراسر غلط ہے ،اس میں کئی اقسام کے بہت اختلافات ہیں، صرف تاریخ ہی میں نہیں بلکہ مبدأ میں، سال میں، مہینے میں، تاریخ میں، دن میں، ہر ایک میں کئی کئی اقوال ہیں۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بالفرض ستائیس رجب کی رات میں معراج کے واقعہ کا ہونا تسلیم کرلیا جائے، تب بھی اس رات کے اپنی ذات میں افضل ہونے کے باوجود، اس کے لئے شریعت کی طرف سے کوئی عبادت مقرر

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مبدأ:......اس میں پانچ اقوال ہیں:

(۱) بیتہٖ صلی اللہ علیہ وسلم (۲) بیتِ امِّ ھانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا (۳) حطیم (۴) قریب حجرِ اسود (۵) بین المقام وزمزم

سال اور اس کے اجزاء:......اس میں تقریباً چھتیس اقوال ہیں:

(۱) قبل البعثۃ (۲) بعد البعثۃ ایک سال چھ ماہ = رمضان (۳) ۵ نبوی (۴) بعد البعثۃ پانچ سال = ربیع الاول (۵) ۶ نبوی (۶) بعد البعثۃ دس سال = ربیع الاول (۷) بعد البعثۃ دس سال تین ماہ = جمادی الآخرۃ (۸) ۱۲ نبوی (۹) قبل الہجرۃ چھ ماہ = رمضان (۱۰) قبل الہجرۃ آٹھ ماہ = رجب (۱۱) قبل الہجرۃ ایک سال = ربیع الاول (۱۲) قبل الہجرۃ ایک سال دو ماہ = محرم (۱۳) قبل الہجرۃ ایک سال تین ماہ = ذی الحجہ (۱۴) قبل الہجرۃ ایک سال چار ماہ = ذی قعدہ (۱۵) قبل الہجرۃ ایک پانچ ماہ = شوال (۱۶) قبل الہجرۃ ایک سال چھ ماہ = رمضان (۱۷) قبل الہجرۃ تین سال = ربیع الاول (۱۸) قبل الہجرۃ پانچ سال = ربیع الاول۔

بعثت میں دو قول ہیں:

ربیع الاول اور رمضان، ہجرت میں بھی دو قول ہیں، بعثت سے دس سال بعد اور تیرہ سال بعد۔ اس طرح عددِ مذکور تقریباً دوگنا ہوجائے گا، نمبر ۶ میں نمبر ۱۷، اور نمبر ۸ میں نمبر ۱۲ تا نمبر ۱۶ داخل ہیں مع ھذا انہیں مستقل اسی بناء پر شمار کیا ہے۔

ماہ:......اس میں آٹھ اقوال ہیں:

(۱) محرم (۲) ربیع الاول (۳) ربیع الآخر (۴) رجب (۵) رمضان (۶) شوال (۷) ذی قعدہ (۸) ذی الحجہ۔ ان میں سے بعض مہینوں کے اقوال کی کتبِ سیرت میں تصریح ہے، اور بعض سال مذکورہ فہرست سے التزاماً ثابت ہوتے ہیں۔

تاریخ:......اس میں نو سے زیادہ اقوال ہیں:

(۱) ۱۲ ربیع الاول (۲) ۱۷ ربیع الاول (۳) ۲۷ ربیع الاول (۴) ۱۷ ربیع الآخر (۵) ۲۷ ربیع الآخر (۶) ۲۷ رجب (۷) ۱۷ رمضان (۸) ۲۷ رمضان (۹) ۲۷ شوال۔ یہ نو اقوال پانچ مہینوں کی تواریخ میں ہیں، بقیہ تین ماہ، محرّم، ذی قعدہ، ذی الحجہ کی تواریخ منقول نہیں، اس طرح تواریخ میں مجموعۂ اقوال نو سے زیادہ ہوجاتے ہیں۔

دن:......اس میں تین اقوال ہیں:

(۱) جمعہ (۲) ہفتہ (۳) پیر (سات مسائل صفحہ ۱۱ تا ۱۳، مطبوعہ: دار الافتاء والارشاد، کراچی)

نہیں کی گئی، اور امت کے لئے اس رات کے ساتھ فضیلت کو وابستہ نہیں کیا گیا۔

بلکہ یہ رات دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فضیلت والی تھی۔

چنانچہ ابوعبداللہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی رحمہ اللہ (المتوفیٰ ۱۱۲۲ھ) فرماتے ہیں کہ:

"فَإِنْ قُلْتَ :اَيَّمَا أَفْضَلُ لَيْلَةُ الْإِسْرَاءِ أَمْ لَيْلَةُ الْقَدْرِ "اَلَّتِيْ هِيَ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ؟ "فَالْجَوَابُ كَمَا قَالَهُ الشَّيْخُ أَبُوْ أُمَامَةَ بْنُ النَّقَّاشِ، أَنَّ لَيْلَةَ الْإِسْرَاءِ أَفْضَلُ فِيْ حَقِّ النَّبِيِّ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -مِنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ "لِمَا أُكْرِمَ بِهٖ فِيْهَا مِنْ خَوَارِقِ الْعَادَاتِ الَّتِيْ أَجَلُّهَا رُؤْيَتُهٗ لِلّٰهِ تَعَالٰى عَلَى الصَّحِيْحِ "وَلَيْلَةَ الْقَدْرِ أَفْضَلُ فِيْ حَقِّ الْأُمَّةِ؛ لِأَنَّهَا "أَيْ :الْعَمَلَ فِيْهَا " خَيْرٌ لَّهُمْ مِنْ عَمَلٍ فِيْ ثَمَانِيْنَ سَنَةً لِمَنْ قَبْلَهُمْ "بِإِلْغَاءِ الْكَسْرِ، وَهُوَ ثَلَاثُ سِنِيْنَ وَثُلُثُ سَنَةٍ، بِنَاءً عَلٰى أَنَّ الْمُرَادَ حَقِيْقَةُ الْعَدَدِ وَهُوَ أَلْفُ شَهْرٍ، وَصَدَرَ الْبَيْضَاوِيُّ، بِأَنَّ الْمُرَادَ اَلتَّكْثِيْرُ "وَأَمَّا لَيْلَةُ الْإِسْرَاءِ فَلَمْ يَأْتِ فِيْ أَرْجَحِيَّةِ الْعَمَلِ فِيْهَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ "أَرَادَ بِهٖ مَا يَشْمَلُ الْحَسَنَ بِدَلِيْلِ قَوْلِهٖ "وَلَا ضَعِيْفٌ، وَلِذٰلِكَ لَمْ يُعَيِّنْهَا النَّبِيُّ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -لِأَصْحَابِهٖ، وَلَا عَيَّنَهَا أَحَدٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ، وَلَا صَحَّ إِلَى الْآنَ، وَلَا "يَصِحُّ "إِلٰى أَنْ تَقُوْمَ السَّاعَةُ فِيْهَا شَيْئٌ " لِأَنَّهٗ إِذَا لَمْ يَصِحَّ مِنْ أَوَّلِ الزَّمَانِ، لَزِمَ أَنْ لَّا يَصِحَّ فِيْ بَقِيَّتِهٖ، لِعَدَمِ إِمْكَانِ تَجَدُّدِ وَاحِدٍ عَادَةً يَطَّلِعُ عَلٰى ذٰلِكَ بَعْدَ الزَّمَنِ الطَّوِيْلِ، وَهٰذَا لَا يَشْكُلُ عَلَيْهِ مَا قِيْلَ أَنَّهٗ كَانَ لَيْلَةَ سَبْعَ عَشَرَةَ، أَوْ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْن خَلَتْ مِنْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْأَوَّلِ، أَوْ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ مِنْ رَمَضَانَ، أَوْ مِنْ رَبِيْعِ الْآخَرِ، أَوْ مِنْ رَجَبٍ، وَاخْتِيْرَ وَعَلَيْهِ الْعَمَلُ؛ لِأَنَّ اِبْنَ النَّقَّاشِ لَمْ يَنْفِ الْخِلَافَ فِيْهَا مِنْ أَصْلِهٖ، وَإِنَّمَا نَفٰى تَعْيِيْنَ لَيْلَةٍ بِخُصُوْصِهَا لِلْإِسْرَاءِ وَأَنَّهَا أَصَحُّ "وَمَنْ قَالَ فِيْهَا شَيْئًا، فَإِنَّمَا قَالَ مِنْ كَيْسِهٖ "أَيْ :مِنْ عِنْدِ نَفْسِهٖ دُوْنَ اِسْتِنَادٍ لِنَصٍّ يُعْتَمَدُ عَلَيْهِ "

لِمَرْجِعٍ ظَهَرَ لَهٗ، اِسْتَأْنَسَ بِهٖ "لِمَا جَزَمَ بِهٖ "وَلِهٰذَا "أَیْ :عَدَمِ إِتْیَانِ شَیْئٍ فِیْهَا "تَصَادَمَتِ الْأَقْوَالُ فِیْهَا وَتَبَایَنَتْ، وَلَمْ یَثْبُتِ الْأَمْرُ فِیْهَا عَلٰی شَیْئٍ وَلَوْ تَعَلَّقَ بِهَا نَفْعٌ لِلْأُمَّةِ وَلَوْ بِذَرَّةٍ " أَیْ :شَیْئًا قَلِیْلًا جِدًّا "لَبَیَّنَهٗ لَهُمْ نَبِیُّهُمْ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "لِأَنَّهٗ حَرِیْصٌ عَلٰی نَفْعِهِمْ (شرح الزرقانی) [1]

ترجمہ: اگر آپ یہ کہیں کہ معراج کی رات افضل ہے یا شبِ قدر کی رات جو کہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے، جیسا کہ شیخ ابوامامہ بن نقاش نے فرمایا کہ کہ معراج کی رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں شبِ قدر سے افضل ہے، کیونکہ اس رات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عظیم معجزات کے ذریعے سے اعزاز بخشا گیا، جس میں صحیح قول کے مطابق اللہ تعالیٰ کی رؤیت بھی داخل ہے۔

اور امت کے حق میں شبِ قدر افضل ہے، کیونکہ شبِ قدر میں امت کے نیک عمل کا ثواب پہلی امتوں کے مقابلے میں تراسی سال اور تین مہینے کے برابر ہے، جبکہ اس سے ہزار مہینے کی حقیقت مراد لی جائے، اور بیضاوی نے فرمایا کہ اس عدد سے مراد کثرت ہے۔

جہاں تک معراج کی رات کا تعلق ہے، تو اس میں کسی عمل کی فضیلت کے بارے میں کوئی صحیح اور معتبر حدیث نہیں آئی، اور اسی وجہ سے اس رات (اور اس کی کسی عبادت) کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے لئے تعیین نہیں فرمائی، اور نہ ہی صحابہ میں سے کسی نے صحیح سند کے ساتھ اس کی تعیین فرمائی، اور نہ ہی اب تک اس بارے میں کوئی صحیح سند آئی، اور نہ ہی قیامت تک آسکے گی، کیونکہ جب پہلے زمانے میں کوئی سند نہیں، تو اگلے زمانے میں صحیح سند کیسے آسکے گی؟

کیونکہ ایک طویل زمانہ گزرنے کے بعد دوبارہ صحیح سند کا آنا ممکن نہیں، اور اس پر ان اقوال سے کوئی اشکال نہیں پیدا ہوتا کہ معراج سترہویں یا ستائیسویں ربیع الاول کی

---

[1] علی المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیة،المقصد الخامس :فی تخصیصه علیه الصلاة والسلام بخصائص المعراج والإسراء ،جلد ۸ صحفه ۱۷، دارالکتب العلمیة، بیروت.

www.idaraghufran.org

رات میں ہوئی، یا ستائیسویں رمضان میں ہوئی، یا ربیع الآخر کے مہینے میں، یا رجب کے مہینے میں، اور رجب کے مہینے کو اختیار کیا گیا ہے، اوراسی پر عمل کیا گیا ہے، کیونکہ ابنِ نقاش نے اس میں اصل اختلاف کی نفی نہیں کی، بلکہ انہوں نے معراج کی مخصوص رات کی تعیین کی نفی کی ہے، اور یہی صحیح ہے۔اور جس نے اس کے بارے میں کچھ کہا ہے(کہ فلاں مہینے اور فلاں تاریخ میں ہوئی) تو اس نے اپنی عقل وسمجھ سے اپنے پاس سے کہا ہے، کسی ایسے نص کی بنیاد پر نہیں کہا، جس پر اعتماد کیا جاسکے، اوراس رات میں کسی مخصوص عمل کے نہ ہونے کی وجہ سے ہی اس رات کے بارے میں اقوال ایک دوسرے سے مختلف اور جدا جدا ہیں، اور کسی قول پر کوئی مضبوط دلیل اور اتفاق نہیں ہے، اور اگر اس رات کے ساتھ امت کا کوئی نفع وابستہ ہوتا، اگر چہ تھوڑی مقدار میں ہی ہو، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو امت کے لئے خود ضرور بیان فرمادیتے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم امت کے فائدے کے لئے حریص تھے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ معراج کی رات کے لئے امت کے حق میں کوئی خاص عمل مقرر نہیں ہے، ورنہ اس میں اختلاف نہ پایا جاتا۔ [1]

---

[1] چنانچہ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ اپنے مضمون ''تحقیق شبِ معراج'' میں فرماتے ہیں:
چونکہ اس رات یا دن سے متعلق کوئی حکمِ شرعی اور کسی قسم کی کوئی عبادت نہیں، اس لئے نہ تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازخود اس کی طرف کوئی اشارہ فرمایا اور نہ ہی حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کسی نے دریافت کرنے کی ضرورت سمجھی، اس کی تعیین کو لغو قرار دے کر اس سے مکمل طور پر سکوت اختیار کیا گیا، بلکہ موجبِ فسادِ عقیدہ وبدعات ہونے کی وجہ سے اس کی طرف توجہ اوراس کی تحقیق کو گویا ناجائز قرار دیا گیا۔اگر حفاظتِ دین کی یہ مصلحت پیشِ نظر نہ ہوتی تو کم از کم تجسسِ حالاتِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو حقوق ومقتضیاتِ محبت ہی میں شمار کر کے اس کے بارے میں کسی صحابی نے سوال کرلیا ہوتا (سات مسائل صفحہ۱۱ تا۱۳، مطبوعہ: دارالافتاء والارشاد، کراچی)

آگے چل کر حضرت مفتی صاحب موصوف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ایک نہایت اہم سوال، اور بہت زبردست اشکال!

شبِ معراج کی تعیین میں تقریباً چھتیس اقوال ہیں۔اس قدر اہم اورایسی مبارک رات کے بارے میں اتنا شدید اختلاف کیوں؟ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پس رجب کی ستائیسویں رات کو یقینی طور پر شبِ معراج قرار دینا یا اس کے لئے مخصوص عبادت مقرر کرنا درست نہیں۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مبارک رات کی تفاصیل تو بیان فرمائیں (کہ شبِ معراج میں کیا کیا واقعات ومناظر پیش آئے) مگر اس کی تعیین سے مکمل سکوت کیوں اختیار فرمایا؟ حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس شب کو تلاش کرنے کی کوئی کوشش کیوں نہیں فرمائی؟ اس قدر بے اعتنائی (بے توجہی) کہ کسی ایک صحابی نے بھی اس بارے میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں پوچھا۔ حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شدتِ محبت کی وجہ سے آپ کے وہ حالات بلکہ خدوخال تک بھی بہت غور سے دیکھتے تھے جن سے کوئی حکمِ شرع متعلق نہیں، غلبۂ شوق سے ایک دوسرے سے پوچھتے، بتاتے اور باہم مذاکرہ کر کے لطف اندوز ہوتے، اس عشق ومحبت کے باوجود انہوں نے شبِ معراج سے اس قدر بے اعتنائی (بے توجہی) کیوں برتی؟

جواب:......اس کا جواب پوری دنیا سوچنے بیٹھے اور قیامت تک سوچتی رہے تو بھی اس کے سوا کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات میں نہ تو کسی خاص عبادت کا حکم فرمایا ہے، اور نہ ہی اس میں عام عبادات کی کوئی فضیلت اور دوسری راتوں کی بنسبت اجر وثواب میں کوئی زیادتی بیان فرمائی ہے، اس لئے حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کی تعیین کی طرف توجہ کو بے سود اور لغو وعبث (فضول) قرار دیا۔ اس جواب کے بعد بھی یہ اشکال بدستور باقی ہے کہ اگرچہ اس سے کوئی حکمِ شرع وابستہ نہیں تاہم بمقتضائے محبت ہی اس طرف توجہ کی جاتی، جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدوخال اور نقش ونگار کو بھی محض بمقتضائے محبت ضبط (ومحفوظ) کرنے کا اہتمام کیا گیا تو آخر اس شب سے اس قدر بے اعتنائی (وبے توجہی) کی کیا وجہ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس شب میں خرافات وبدعات کی بھرمار کا شدید خطرہ تھا، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سدِّ باب (بدعات وخرافات کا راستہ بند کرنے) کی غرض سے اس کو مبہم رکھنا ہی ضروری سمجھا۔ دینِ اسلام کی اور بالخصوص اس مبارک رات کی خرافات وبدعات سے حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمودہ اور حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قلوب (دلوں) میں القاء کردہ اس تدبیر کو بعد کے ''عاشقانِ رسول'' نے قبول کرنے سے صاف انکار کردیا، صراطِ مستقیم سے کُھلا انحراف کر کے ۲۷ رجب کی تعیین بھی خود ہی گھر بیٹھے کرلی، پھر اس کو عبادت کی رات قرار دینے اور اس میں طرح طرح کی عبادات خود ایجاد کرنے کی بدعات بھی'' (سات مسائل صفحہ ۱۶ و ۱۷، مطبوعہ: دارالافتاء والارشاد، کراچی)

۱؎ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں:

۲۷ / رجب کی شب کے بارے میں یہ مشہور ہوگیا ہے کہ یہ شب معراج ہے، اور اس شب کو بھی اسی طرح گزارنا چاہئے جس طرح شب قدر گزاری جاتی ہے، اور جو فضیلت شب قدر کی ہے، کم وبیش شب معراج کی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

(۲)......ستّائیس رجب کا جلسہ

۲۷/رجب کو شبِ معراج سمجھنے کی وجہ سے آج کل بعض مقامات پر اس رات میں جلسے اوراجتماعات منعقد کیئے جاتے ہیں، اوران میں کئی منکرات وخرافات جمع ہوچکی ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بھی وہی فضیلت سمجھی جاتی ہے، بلکہ میں نے تو ایک جگہ یہ لکھا ہوا دیکھا کہ ''شبِ معراج کی فضیلت شب قدر سے بھی زیادہ ہے'' اور پھراس رات میں لوگوں نے نمازوں کے بھی خاص خاص طریقے مشہور کردیئے کہ اس رات میں اتنی رکعات پڑھی جائیں، اور ہر رکعت میں فلاں فلاں خاص سورتیں پڑھی جائیں۔ خدا جانے کیا کیا تفصیلات اس نماز کے بارے میں لوگوں میں مشہور ہوگئیں۔ خوب سمجھ لیجئے: یہ سب بے اصل باتیں ہیں، شریعت میں ان کی کوئی اصل اورکوئی بنیاد نہیں۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ۲۷/رجب کے بارے میں یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ یہ وہی رات ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تھے، کیونکہ اس باب میں مختلف روایتیں ہیں۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ربیع الاول کے مہینے میں تشریف لے گئے تھے، بعض روایتوں میں رجب کا ذکر ہے، اور بعض روایتوں میں کوئی اورمہینہ بیان کیا گیا ہے۔ اس لئے پورے یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ کونسی رات صحیح معنی میں معراج کی رات تھی۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے۔ اس سے آپ خود اندازہ کرلیں کہ اگرشب معراج بھی شب قدر کی طرح کوئی مخصوص رات ہوتی، اوراس کے بارے میں کوئی خاص احکام ہوتے جس طرح شب قدر کے بارے میں ہیں تو اس کی تاریخ اورمہینہ محفوظ رکھنے کا اہتمام کیا جاتا۔ لیکن چونکہ شب معراج کی تاریخ محفوظ نہیں تو اب یقینی طور سے ۲۷/رجب کوشب معراج قرار دینا درست نہیں۔ اوراگر بالفرض یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۷/رجب ہی کومعراج کے لئے تشریف لے گئے تھے، جس میں یہ عظیم الشان واقعہ پیش آیا، اورجس میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مقامِ قرب عطا فرمایا، اوراپنی بارگاہ میں حاضری کا شرف بخشا، اورامت کے لئے نمازوں کا تحفہ بھیجا، تو بے شک وہی ایک رات بڑی فضیلت والی تھی۔ کسی مسلمان کواس کی فضیلت میں کیا شبہ ہوسکتا ہے؟ لیکن یہ فضیلت ہر سال آنے والی ۲۷/رجب کی شب کو حاصل نہیں۔ پھر دوسری بات یہ ہے کہ (بعض روایتوں کے پیشِ نظر۔ ناقل) یہ واقعۂ معراج سن ۵/نبوی میں پیش آیا۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی بننے کے پانچویں سال یہ شب معراج پیش آئی، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس واقعہ کے بعد ۱۸/سال تک آپ دنیا میں تشریف فرما رہے، لیکن ان اٹھارہ سال کے دوران یہ کہیں ثابت نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج کے بارے میں کوئی خاص حکم دیا ہو، یا اس کومنانے کا اہتمام فرمایا ہو، یا اس کے بارے میں یہ فرمایا ہو کہ اس رات میں شبِ قدر کی طرح جاگنا زیادہ اجروثواب کا باعث ہے۔ نہ تو آپ کا ایسا کوئی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوّل تو اس قسم کے جلسے خاص ۲۷/ تاریخ میں منعقد کرنا ہی شرعی اصولوں کے خلاف ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام، تابعین اور تبعِ تابعین، فقہائے کرام اور محدثینِ عظام سے ان کا کوئی ثبوت نہیں۔

دوسرے اس قسم کے جلسوں کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ یہ معراج کی رات ہے، جب کہ اس رات کا شبِ معراج ہونا معتبر سند سے ثابت نہیں، جس کی تفصیل پہلے ذکر کی جا چکی ہے۔

اور اگر ثابت ہو بھی جائے تب بھی اس رات میں مذکورہ اجتماعات کا شرعاً کوئی ثبوت نہیں، اور جب اس میں مزید خرابیاں جمع ہو جائیں تو اس وقت ان جلسوں اور اجتماعات کے ناجائز ہونے کا حکم اور زیادہ سخت ہو جاتا ہے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ارشاد ثابت ہے، اور نہ آپ کے زمانے میں اس رات میں جاگنے کا اہتمام ثابت ہے، نہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم جاگے اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس کی تاکید فرمائی اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے طور پر اس کا اہتمام فرمایا۔ پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد (تقریباً) سو سال تک صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دنیا میں موجود رہے، اس پوری صدی میں کوئی ایک واقعہ ثابت نہیں ہے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ۲۷/ رجب کو خاص اہتمام کر کے منایا ہو۔ لہٰذا جو چیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کی اور جو آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نہیں کی، اس کو دین کا حصہ قرار دینا، یا اس کو سنت قرار دینا یا اس کے ساتھ سنت جیسا معاملہ کرنا بدعت ہے، اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں (معاذ اللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ جانتا ہوں کہ کونسی رات زیادہ فضیلت والی ہے، یا کوئی شخص یہ کہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے زیادہ مجھے عبادت کا ذوق ہے، اگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہ عمل نہیں کیا تو میں اس کو کروں گا تو اس کے برابر کوئی احمق نہیں (اصلاحی خطبات ج اص ۴۸ تا ۵۱)
حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ اور تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ دین کو سب سے زیادہ جاننے والے، دین کو خوب سمجھنے والے، اور دین پر مکمل طور پر عمل کرنے والے تھے۔ اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں ان سے زیادہ دین کو جانتا ہوں، یا ان سے زیادہ دین کا ذوق رکھتا ہوں، یا ان سے زیادہ عبادت گزار ہوں تو حقیقت میں وہ شخص پاگل ہے، وہ دین کی فہم نہیں رکھتا۔ لہٰذا اس رات میں عبادت کے لئے خاص اہتمام کرنا بدعت ہے۔ یوں تو ہر رات میں اللہ تعالیٰ جس عبادت کی توفیق دے دیں وہ بہتر ہی بہتر ہے، لہٰذا آج کی رات بھی جاگ لیں، کل کی رات بھی جاگ لیں، اسی طرح ستائیسویں رات کو بھی جاگ لیں، لیکن اس رات میں اور دوسری راتوں میں کوئی فرق اور کوئی نمایاں امتیاز نہیں ہونا چاہئے (ایضاً ص ۵۱، ۵۲)

چنانچہ علامہ ابنِ حاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

أَنَّهُمْ أَحْدَثُوا فِيهَا مِنَ الْبِدَعِ أَشْيَاءَ، فَمِنْهَا إِتْيَانُهُمُ الْمَسْجِدَ الْأَعْظَمَ وَاجْتِمَاعُهُمْ فِيهِ، وَمِنْهَا زِيَادَةُ وَقُودِ الْقَنَادِيلِ فِيهِ، وَقَدْ تَقَدَّمَ مَا فِيْ ذٰلِكَ مِنَ الْمَفَاسِدِ لِمَا وَقَعَ الْكَلَامُ عَلٰى أَوَّلِ لَيْلَةِ جُمُعَةٍ مِنْ شَهْرِ رَجَبٍ، وَمِنْهَا مَايَفْرِشُوْنَهُ مِنَ الْبُسُطِ، وَالسَّجَّادَاتِ وَغَيْرِهِمَا، وَمِنْهَا أَطْبَاقُ النُّحَاسِ فِيهَا الْكِيزَانُ، وَالْأَبَارِيقُ وَغَيْرُهِمَا كَأَنَّ بَيْتَ اللّٰهِ تَعَالٰى بَيْتُهُمْ، وَالْجَامِعُ إِنَّمَا جُعِلَ لِلْعِبَادَةِ لَا لِلْفِرَاشِ، وَالرُّقَادِ، وَالْأَكْلِ، وَالشُّرْبِ .فَإِنْ احْتَجَّ أَحَدٌ مِّنْهُمْ بِمَا وَرَدَ فِي الْحَدِيثِ اَلْمَسْجِدُ بَيْتُ كُلِّ تَقِيٍّ وَبِفِعْلِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ -رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا -فِيْ مُلَازَمَتِهِ الْمَسْجِدَ وَمَبِيتِهٖ فِيهِ حَتّٰى اَنَّهٗ كَانَ يُسَمّٰى حَمَامَةَ الْمَسْجِدِ فَالْجَوَابُ أَنَّ الْتِزَامَهُمُ الْمَسْجِدَ -رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ -وَمَبِيتَهُمْ فِيهِ لِمَعْنًى بَيِّنٍ، وَذٰلِكَ؛ لِأَنَّ أَهْلَ الصُّفَّةِ لَيْسَ لَهُمْ بَرَاحٌ مِنْهُ لَا لَيْلًا وَّلَا نَهَارًا فَكَيْفِيَّةُ الْتِزَامِهِمْ مَعْلُومَةٌ مَعْرُوفَةٌ بِمَا نُقِلَ عَنْهُمْ، إِذْ أَنَّهُمْ كَانُوا لَا يَزَالُوْنَ فِيْ أَحْوَالٍ سُنِّيَّةٍ إِمَّا صَلَاةٍ، أَوْ ذِكْرٍ، أَوْ تِلَاوَةٍ، أَوْ فِكْرٍ كُلُّ ذٰلِكَ فِيمَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَبِّهِمْ (المدخل لابن الحاج، ج ا ص ۲۹۴ تا ۲۹۶ ،من البدع التى أحدثوها فى ليلة المعراج)

ترجمہ: لوگوں نے اس رات میں کئی بدعت والی چیزیں جمع کرلی ہیں، جن میں سے ایک خرابی بڑی مسجد میں آنا، اوراس میں جمع ہونا ہے، اورایک خرابی زیادہ روشنیوں کا کرنا ہے، اوراس میں جوخرابیاں ہیں، ان پر کلام رجب کے مہینے کی پہلی جمعہ کی رات کے بیان میں گزر چکا ہے(کہ اس میں مال کوضائع کرنا ہے، اوراگر مسجد کا مال ہو، تواور بڑی خرابی ہے) اورایک خرابی چٹائیوں اور دریوں وغیرہ کا بچھانا ہے، اورایک خرابی مسجد میں پراتوں اور برتنوں وغیرہ کا جمع کرنا ہے، گویا کہ اللہ تعالیٰ کا گھر ان کا اپنا گھر ہے، اور مساجد تو عبادت کے لئے بنائی گئی ہیں، نہ کہ بچھونے اورسونے اورکھانے پینے

کے لئے، اگر کوئی اس سے دلیل پکڑے کہ حدیث میں یہ آیا ہے کہ مسجد ہر متقی آدمی کا گھر ہے، اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں آتا ہے کہ وہ مسجد میں چمٹے رہتے تھے، اوراسی میں رات گزارتے تھے، یہاں تک کہ ان کا نام مسجد کا کبوتر پڑ گیا تھا؟

تواس کا جواب یہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا مسجدوں میں چمٹے رہنا، اوران میں رات گزارنا، ایک دوسری واضح وجہ سے تھا، اوروہ اس لئے کہ اصحابِ صفہ مسجد میں رات اوردن میں آرام نہیں کیا کرتے تھے، ان کے مسجد میں ٹھہرنے کا طریقہ معلوم اورمشہور ہے، جیسا کہ ان کے بارے میں منقول ہے، کیونکہ وہ سنت طریقہ کے مطابق یا تو نماز میں مشغول ہوتے تھے، یا ذکر میں یا تلاوت میں، یا فکر میں، ہرایک اپنے اپنے طور پر اپنے رب کے ساتھ عبادت میں مشغول ہوتا تھا (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ صحابۂ کرام مساجد میں ان خرافات کے لئے جمع نہیں ہوتے تھے، بلکہ وہ عبادت کے لئے مساجد میں تشریف لاتے تھے، اورفرض نماز کے علاوہ ہرایک نفل عبادت اور ذکر وتلاوت اپنے اپنے طور پر کیا کرتا تھا، اور نہ ہی رجب کی ستائیسویں رات میں وہ کسی اجتماعی عبادت کے لئے جمع ہوتے تھے۔

اس سلسلہ میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے فتاویٰ سے ایک سوال وجواب نقل کیا جاتا ہے۔

سوال:...... چندسال سے ہندوستان کے کئی مقامات میں رجبی شروع ہونے لگی ہے، یعنی ۲۷و۲۸ شب کوحضور سرورِ کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کا حال پڑھا جاتا ہے، اور بڑا مجمع ہوتا ہے۔ اور کثرت سے روشنی کا سامان فراہم ہوتا ہے اور بعض جگہ اسی مجلس میں بعد بیانِ معراج شریف، قوالی ہوتی ہے اورحال آتا ہے۔ اور یوماً فیوماً اس کی ترقی ہے، تو براہِ مہربانی شریعت کی رو سے اس کے مضار ومنافع (فوائد ونقصانات) سے مطلع فرمایئے کہ اس کا کرنے والا اورشریک ہونے والا اور مدد دینے والا داخلِ حسنات (نیکی میں داخل) ہوگا یا موجبِ سیئات (یعنی گناہ کا ذریعہ)

جواب:......جلسۂ رجبی بھیئتِ متعارفہ زمانہ ھذا (یعنی رجب کا جلسہ جس طریقہ پر آج کے دور میں رائج ہے) میں جو منکرات (اور مفاسد وخرابیاں) مجتمع (جمع) ہیں وہ ظاہر ہیں:

(۱) التزام مالا یلزم (یعنی غیر لازم چیز کو لازم کرلینا) جس کی کراہت (یعنی مکروہ ہونا) فقہاء کے کلام میں منصوص (واضح طور پر مذکور) ہے، اور بہت فروعِ فقہیہ (فقہی جزئیات) کو اس پر متفرع کیا ہے، کَمَا لَایَخفٰی عَلَی الْمَاھِرِ۔

(۲) کثرتِ روشنی میں اسراف (یعنی فضول خرچی) کا ہونا جس کی ممانعت منصوصِ قرآنی (یعنی اس کی ممانعت قرآن مجید میں واضح طور پر مذکور) ہے۔

(۳) اس میں تداعی (ایک دوسرے کو بلانے) کا اہتمام، جو تطوعات (یعنی نفل ومستحب عبادت) کے لئے مکروہ ہے، اسی بناء پر جماعتِ نافلہ (یعنی نفلوں کی جماعت) کو مکروہ کہا ہے۔

(۴) اور بھی جس قدر منکرات کو محققین نے مجالسِ متعارفہ میلاد میں (یعنی مروَّجہ میلاد میں جن خرابیوں کا محققین نے) ذکر کیا ہے، اکثر بلکہ کل مع شئ زائد (یعنی اس سے بھی کچھ زیادہ) اس میں مجتمع (جمع) ہیں، بالخصوص اگر اس کے ساتھ قوالی بھی ہوتو منکرات مضاعف (یعنی خرابیاں دوگنا) ہوجاویں گے، کیونکہ مجالسِ متعارفہ سماع میں شرائطِ اباحت محض مفقود ہیں (یعنی سماع کی مروَّجہ مجلسوں میں جائز ہونے کی شرائط کا لحاظ نہیں ہے) اور عوارضِ مانعہ بکثرت موجود ہیں (یعنی ممانعت والی چیزیں کثرت سے اس میں شامل ہیں) چنانچہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق سماع متعارف پر منطبق کرنے سے اس کی تصدیق ہوسکتی ہے (یعنی امام غزالی رحمہ اللہ نے جو مروَّجہ سماع پر تحقیق فرمائی ہے اس کو ان جلسوں پر منطبق کرنے سے ان جلسوں کے ناجائز ہونے کی تصدیق ہوتی ہے) بناء بر وجوہِ مذکورہ (یعنی مذکورہ وجوہات کی بناء پر) جلسۂ مذکورہ کے داعی اور ساعی وبانی ومعین وشریک (یعنی مذکورہ جلسہ کی دعوت دینے والے اور کوشش کرنے والے اور اس کو منعقد کرنے والے اور اس میں تعاون

کرنے والے اوراس میں شرکت کرنے والے) سب کے سب شرعاً قابلِ ملامت وتشنیع (یعنی ملامت اور برائی کے قابل اور مستحق)ہوں گے ۔ طالبِ حق (حق کے متلاشی اورطلب گار) کے لئے یہ مختصر(جواب) کافی ہے، اورمخاصم (یعنی جھگڑا کرنے والے) کے لئے دفتر کے دفتر غیروافی (وناکافی) ہیں (امدادالفتاویٰ ج۵ص۲۸۶)

اورحضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

(شبِ معراج میں لوگوں کو جمع کرکے وعظ، شیرینی اورنفل نمازوں کا) یہ التزام واہتمام بے دلیل، بدعت، خلافِ شرع ہے، جواس التزام کو نہ مانے وہ گنہگار نہیں بلکہ اس کو روکنے والا ماجور(ثواب کا مستحق) ہے۔اس (۲۷/ رجب کی) شب میں خصوصیت سے کوئی نماز علاوہ روزانہ کی نماز کے مسنون ومشروع نہیں۔نفسِ وعظ، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے جمع کرنا شرعاً درست ہے اوراس شب کواس کے لئے مخصوص کرنا بے دلیل ہے، اسی طرح شیرینی کا اہتمام بے اصل ہے اورالتزام مالا یلزم (یعنی ایک غیرلازم چیز کولازم کرلینا) ہے (فتاویٰ محمودیہ ج۳ص۲۸۴،مبوب)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ستائیس رجب میں جلسہ کی تخصیص شریعت سے ثابت نہیں، لہٰذا اس کے اہتمام والتزام سے بچنا چاہئے۔

(۳)......ستّائیس رجب کی رات میں خاص طریقے پرنمازیں پڑھنا

رجب کے مہینے کی ستائیسویں رات میں خاص طریقے پرمخصوص تعداد میں نفل نمازیں پڑھی جاتی ہیں، پہلے زمانے میں اس طرح کی نمازیں رجب کے پہلے جمعہ کی رات میں پڑھی جاتی تھیں، اور ان کو''صلوٰۃ الرغائب'' کہا جاتا تھا۔

اوران نمازوں کے متعلق مختلف قسم کے من گھڑت فضائل عوام میں مشہور ہیں، جن کو حاصل کرنے کے لئے ان نمازوں کا اہتمام کیا جاتا ہے، مگر محدثین نے ان کا سختی کے ساتھ انکار کیا ہے۔

چنانچہ علامہ ابنِ حاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَقَـالُوْا فِيْ صَلَاةِ الرَّغَائِبِ إِنَّهَا بِدْعَةٌ مَكْرُوْهَةٌ وَأَنْكَرُوْهَا إِنْكَارًا شَدِيْدًا . حَتّٰـى أَنَّ مَـنْ هُـوَ عَـلٰـى مَذْهَبِ هٰذَا الْقَائِلِ، وَهُوَ الْإِمَامُ أَبُوْ زَكَرِيَّا يَحْيٰى النَّوَوِيُّ -رَحِمَهُ اللّٰهُ- أَنْكَـرَهَا إِنْكَارًا شَدِيْدًا فِيْ فَتَاوِيْهِ، وَهٰذَا لَفْظُهَا . قَالَ :مَسْأَلَةٌ :صَلَاـةُ الـرَّغَـائِبِ الْمَعْرُوْفَةِ فِيْ أَوَّلِ جُمُعَةٍ مِنْ رَجَبٍ هَلْ هِيَ سُنَّةٌ أَوْ فَضِيْلَةٌ أَوْ بِدْعَةٌ .اَلْجَوَابُ هِيَ بِدْعَةٌ قَبِيْحَةٌ مُنْكَرَةٌ أَشَدُّ إِنْكَارٍ اِشْتَـمَلَـتْ عَـلٰى مُنْكَرَاتٍ فَعُيِّنَ تَرْكُهَا وَالْإِعْرَاضُ عَنْهَا، وَإِنْكَارُهَا عَلٰى فَـاعِـلِهَـا وَعَلٰى وَلِيِّ الْأَمْرِ وَفَّقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْعُ النَّاسِ مِنْ فِعْلِهَا فَإِنَّـهٗ رَاعٍ وَكُلُّ رَاعٍ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ وَقَدْ صَنَّفَ الْعُلَمَاءُ كُتُبًا فِيْ إِنْكَارِهَا وَذَمِّهَا وَتَسْـفِيْـهِ فَـاعِـلِهَـا وَلَا يَغْتَرَّ بِكَثْرَةِ الْفَاعِلِيْنَ لَهَا فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْبُلْدَانِ وَلَا بِـكَـوْنِهَـا مَذْكُوْرَةً فِيْ قُوْتِ الْقُلُوْبِ وَإِحْيَاءِ عُلُوْمِ الدِّيْنِ وَنَحْوِهِمَا فَإِنَّهَا بِدْعَةٌ بَاطِلَةٌ.وَقَدْ صَحَّ أَنَّ النَّبِيَّ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- قَالَ مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ وَفِي الصَّحِيْحَيْنِ أَنَّـهٗ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- قَـالَ مَـنْ عَـمِـلَ عَـمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ .وَفِـيْ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ وَغَيْرِهٖ أَنَّـهٗ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- قَالَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ. وَقَدْ أَمَـرَنَـا الـلّٰـهُ تَـعَـالٰـى عِـنْـدَ التَّنَازُعِ بِالرُّجُوْعِ إِلٰى كِتَابِهٖ فَقَالَ تَعَالٰى (فَإِنْ تَـنَـازَعْتُـمْ فِـيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ) (النساء:۵۹) وَلَـمْ يَأْمُرْنَا بِـاتِّبَـاعِ الْـجَـاهِـلِيْـنَ وَلَا بِالْاِغْتِرَارِ بِغَلَطَاتِ الْمُخْطِئِيْنَ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.وَأَمَّا قَـوْلُـهٗ لِكَوْنِهَا رَاجِعَةً إِلٰى أَصْلٍ مِّنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ فَلَيْسَ كَمَا قَالَ؛ لِأَنَّ الـصَّلَاةَ تَوْقِيْفِيَّةٌ كَمَا تَقَدَّمَ .أَلَا تَـرٰى أَنَّـهٗ -عَـلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ- بَيَّنَ كَيْـفِيَّةَ صَلَاـةِ الْـعِيـدَيْـنِ وَالْـخُرُوْجِ إِلَيْهَا وَالتَّكْبِيْرِ فِيْهَا وَكَذٰلِكَ بَيَّنَ -عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ- صَلَاـةَ الْكُسُوْفِ وَصَلَاةَ الْخَوْفِ وَالرَّوَاتِبِ مَعَ الـصَّلَوَاتِ وَالْاِسْتِسْقَاءِ وَالْاِسْتِخَارَةِ وَالتَّهَجُّدِ وَصَلَاةِ الْمَرِيْضِ إِلٰى غَيْرِ

ذٰلِکَ فَبَيَّنَ -عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ- جَمِيْعَ أَنْوَاعِ الصَّلَاةِ وَأَوْضَحَهَا بِالْفِعْلِ وَالْقَوْلِ فَلَمْ يَبْقَ لِأَحَدٍ أَنْ يَّزِيْدَ فِيْهَا وَلَا يُنْقِصَ مِنْهَا كَمَا تَقَدَّمَ، فَإِذَا كَانَتِ الزِّيَادَةُ عَلٰى فِعْلِهِ -عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ- بِدْعَةً مَمْنُوْعَةً فَأَوْلٰى بِالْمَنْعِ إِذَا أُحْدِثَتْ لِتِلْكَ الصَّلَاةِ تَسْمِيَةٌ وَوَقْتٌ خَاصٌّ هِيَ بِهَا وَصَارَتْ شِعَارًا ظَاهِرًا شَائِعًا لَمْ يَكُنْ مَعْرُوْفًا إِلَّا فِي الْقَرْنِ الْخَامِسِ

(المدخل، ج۴ص ۲۵۹، ۲۶۰،فَصْلٌ فِي ذِكْرِ صَلَاةِ الرَّغَائِبِ)

ترجمہ: فقہاء ومحدثین نے نمازِ رغائب کے بارے میں فرمایا کہ یہ بدعت اورمکروہ ہے، اوراس کا سختی کے ساتھ انکار فرمایا ہے، یہاں تک کہ اس قول والے (مثلاً صاحبِ احیاء وغیرہ) کے مذہب پر امام ابوزکریا نووی رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں اس کا شدید انکار کیا ہے،ان کے الفاظ یہ ہیں۔

سوال یہ ہے کہ جونمازِ رغائب رجب کے پہلے جمعہ میں رائج ہے، کیا وہ سنت ہے یا فضیلت کا باعث ہے، یا بدعت ہے؟

جواب یہ ہے کہ یہ بدعت ہے، قبیح اورشدید منکر ہے، جوایسے منکرات پر مشتمل ہے، جس کی وجہ سے اس کا چھوڑنا اوراس سے اعراض کرنا ،اوراس کے کرنے والے پر انکار کرنا متعین ہے، اور ذمہ دار (نگران) پر جس کو اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں اس کے کرنے سے منع کرنا لازم ہے، کیونکہ وہ نگران ہے،اور ہر نگران سے اپنے ماتحتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

اورعلماء نے اس نماز کے انکار پر کتابیں تصنیف فرمائی ہیں،اوراس کی برائی بیان کی ہے، اوراس کے کرنے والے کو برا قرار دیا ہے،اور بہت سے لوگ جو اکثر مقامات پر اس نماز کو اختیار کرتے ہیں، ان سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے ،اور نہ ہی اس نماز کے ’’قوتُ القلوب‘‘ اور ’’احیاء علوم الدین‘‘ وغیرہ جیسی کتابوں میں ذکر ہونے سے دھوکہ کھانا چاہئے ، کیونکہ یہ نماز بدعت اور باطل ہے،اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث ہے

کہ جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی بات پیدا کی، جو اس میں نہیں تھی، تو وہ مردود ہے۔

اور بخاری، مسلم میں ہے کہ جس نے ایسا عمل کیا جو ہمارے دین میں نہیں تھا، تو وہ مردُود ہے، اور صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے اختلاف کے وقت اپنی کتاب کی طرف رجوع کرنے کا حکم فرمایا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم کسی چیز میں اختلاف کرو، تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو (سورہ نساء آیت ۵۹) اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے جاہلوں کی اتباع کا حکم نہیں فرمایا، اور نہ خطا وار لوگوں کی غلطیوں سے دھوکہ کھانے کا، واللہ اعلم۔

رہا اس نماز کا کتاب اور سنت میں ذکر ہونا، تو اس کا کتاب وسنت میں کوئی ذکر نہیں ہے، کیونکہ نماز (اور اس کا طریقہ) شریعت ہی سے معلوم ہوسکتا ہے (نہ کہ عقل سے) جیسا کہ پہلے گزرا، کیا آپ کو معلوم نہیں کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے عیدین کی نماز کا طریقہ اور ان کے پڑھنے کے لئے جانے اور ان میں تکبیر کا طریقہ بیان کردیا ہے، اسی طرح نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے نمازِ گرہن اور نمازِ خوف اور فرض نمازوں کے ساتھ سنت نمازوں، اور استسقاء کی نماز اور استخارہ اور تہجد کی نماز اور بیمار کی نماز وغیرہ سب نمازوں کو بیان فرمادیا ہے، اور اپنے عمل سے بھی ان کی وضاحت فرمادی ہے، اور اپنے قول سے بھی۔

پس اب کسی کے لئے یہ گنجائش نہیں ہے کہ ان میں کوئی کمی وزیادتی کرے، جیسا کہ گزرا، پس جب نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے فعل پر زیادتی بدعت اور ممنوع ہے، تو اس نماز سے بدرجۂ اولیٰ منع کیا جائے گا، جس کا وقت بھی خاص مقرر کرلیا گیا ہے، اور نام بھی، اور اس کو واضح شعار بنالیا گیا ہے، جب کہ یہ پانچویں صدی میں وجود میں آئی ہے (ترجمہ ختم)

غرضیکہ ستائیس رجب کی رات میں مخصوص طریقہ پر نمازیں پڑھنے کا کوئی معتبر ثبوت نہیں، اوراس سلسلہ میں جو روایات آئی ہیں، وہ نا قابلِ اعتبار ہیں۔ ؎

؎ وفی لطائف المعارف فيما لمواسم العام من الوظائف لابن رجب الحنبلی أما الصلاة فلم تصح فی شهر رجب صلاة مخصوصة تختص به والأحاديث المروية فی فضل صلاة الرغائب فی أول ليلة جمعة من رجب كذب وباطل لا تصح وهذه الصلاة بدعة عن جمهور العلماء وممن ذكر ذلك من أعيان العلماء من المتأخرين من الحفاظ أبو إسماعيل الأنصاری وأبو بكر السمعانی وأبو الفضل ابن ناصر وأبو الفرج بن الجوزی وغيرهم وإنما لم يذكرها المتقدمون لأنها أحدثت بعدهم وإنما أظهرت بعد الأربعمائة فلذلک لم يعرفها المتقدمون ولم يتكلموا فيها انتهی(الآثار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة للكنوی، ص۶۸ ،الإيقاظ الأول فی ذكر أحاديث صلوات أيام الأسبوع ولياليها)
حديث فی رجب ليلة يكتب للعامل فيها حسنات مائة سنة وذلک لثلاث بقين من رجب فمن صلی فيه اثنتی عشرة ركعة يقرأ فی كل ركعة فاتحة الكتاب وسورة ويتشهد فی كل ركعتين ويسلم فی آخرهن ثم يقول سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله والله أكبر مائة مرة ويستغفر مائة مرة ويصلی علی النبی مائة مرة ويدعو لنفسه ما شاء ويصبح صائما فإن الله يستجيب دعاءه كله إلا أن يدعو فی معصية أخرجه البيهقی من طريق عيسی غنجار عن محمد بن الفضل بن عطية وهو من المتهمين بالكذب عن أبان وهو أيضا متهم عن أنس مرفوعا وأدخله ابن حجر فی تبين العجب فی الموضوعات(الآثار المرفوعة فی الأخبار الموضوعة، للكنوی، ص۲۰، ۲۱ ،الإيقاظ الأول فی ذكر أحاديث صلوات أيام الأسبوع ولياليها)

حديث من صلی ليلة سبعة وعشرين من رجب اثنتی عشرة ركعة يقرأ فی كل ركعة منها بفاتحة الكتاب وسورة فإذا فرغ من صلاته قرأ فاتحة الكتاب سبع مرات وهو جالس ثم يقول سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله و الله أكبر ولا حول ولا قوة إلا بالله العلی العظيم أربع مرات ثم أصبح صائما حط الله عنه ذنوبه ستين سنة وهی الليلة التی بعث فيها محمد (قلت) هذا الحديث ذكره الحافظ ابن حجر فی كتابه تبيين العجب وعزاه إلی موضوعات ابن الجوزی وأورده بسنده من حديث ابن عباس ولم يذكره السيوطی ولا الذهبی فی تلخيصه ولا السيوطی فی اللآلء ولا هو فی النسخة التی عندی من الموضوعات فكأنه فی بعض النسخ دون بعض قال الحافظ ابن حجر وروينا من حديث أنس مرفوعا فی رجب ليلة يكتب للعامل فيها حسنات مائة سنة وذلک لثلاث بقين من رجب فمن صلی فيها اثنی عشر ركعة يقرأ فی كل ركعة فاتحة الكتاب وسورة من القرآن يتشهد فی كل ركعتين ويسلم فی آخرهن ثم يقول سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله والله أكبر مائة مرة ويستغفر مائة مرة ويصلی علی النبی مائة مرة ويدعو لنفسه بما شاء من أمر دنياه و آخرته ويصبح صائما فإن الله يستجيب دعاءه كله إلا أن يدعو فی معصية رواه البيهقی وفيه متهمان محمد بن الفضل بن عطية وأبان بن أبی عياش انتهی والله تعالی أعلم(تنزيه الشريعة المرفوعة للعراقی، ج۲ ص۹۰، تحت حديث رقم ۴۹،دارالكتب العلمية، بيروت)

www.idaraghufran.org

اوراسی لئے اہلِ علم حضرات نے اس نماز کا انکار کیا ہے۔ [1]

لہٰذا ۲۷/ رجب یا کسی اور تاریخ میں نفل نمازوں کے مخصوص طریقوں کو ثواب سمجھنا غلط اور گناہ ہے۔ [2]

(۴)...... ہزاری روزہ

آج کل بہت سے لوگ رجب کی ستائیسویں تاریخ کو روزہ رکھنے کا ثواب ایک ہزار روزوں کے

---

[1] حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ رجب کے مہینے میں خاص طریقہ پر نمازیں پڑھنے کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

یہ نمازیں بایں قیود جو مروج ہیں بدعتِ ضلالہ ہیں جس کا مآل (نتیجہ) گناہِ کبیرہ کا ہے اگر چہ نفسِ صلوٰۃِ نفل مندوب ہے (یعنی اگر چہ بذاتِ خود نفل نماز مستحب ہے لیکن مخصوص تاریخ وغیرہ کی مروّجہ قیود کے ساتھ یہ نمازیں بدعت اور گمراہی اور کبیرہ گناہ ہیں) شرح اس کی براہینِ قاطعہ میں دیکھو (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۱۷۱، مبوب بطرزِ جدید)

حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

اس شب کے لئے نوافل خصوصی کا اہتمام کہیں ثابت نہیں نہ کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا، نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے، نہ تابعین عظام رحمہم اللہ نے کیا۔ علامہ حلبی تلمیذِ شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ نے غنیۃ المستملی ص ۴۱۱ میں، علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ نے البحر الرائق شرح کنز الدقائق ج ۲ ص ۵۶ میں، علامہ طحطاوی نے مراقی الفلاح ص ۲۲ میں، اس رواج پر نکیر فرمائی ہے اور اس کے متعلق جو فضائل نقل کرتے ہیں ان کو رد کیا ہے۔ اس رواج کے روکنے والے کو کافر کہنا تو انتہائی جسارت ہے۔ کسی مسلمان کو بلا دلیلِ شرعی کافر کہنے سے کہنے والے پر کفر آتا ہے (فتاویٰ محمودیہ ج ۳ ص ۲۸۴، مبوب)

[2] یہاں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہئے کہ بعض کتابوں میں کچھ بزرگوں سے فضیلت کی راتوں میں جو خاص قسم کے نوافل اور عملیات منقول ہیں ان کی کیا حقیقت ہے؟ کیونکہ بعض لوگ ان پر بڑے بھونڈے انداز میں اعتراض کرتے ہیں اور بعض لوگ ان کے معمولات کو اپنا کر عمل شروع کر دیتے ہیں، حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے بزرگوں سے منقول نوافل وغیرہ کی حقیقت ظاہر فرمائی ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے ارشاد کو پیش کر دیا جائے۔ آپ فرماتے ہیں:

ایک بات یہ بھی سمجھنے کی ہے کہ یہ جو بعضی اوراد کی کتابوں میں پندرہویں شب شعبان میں جو خاص نوافل پڑھنے کو لکھ دیا ہے یہ کوئی قید نہیں جو چیز شرعاً بے قید ہے اس کو بے قید ہی رکھو۔ حدیث میں نوافل کی کوئی قید نہیں آئی بلکہ جو عبادت آسان ہو وہ کرلو۔ اس میں نوافل بھی آ گئے اور وہ بھی کسی ہیئت کے ساتھ نہیں۔ باقی بزرگوں کے کلام میں جو خاص ہیئت کے نوافل کا ذکر آیا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ کسی بزرگ نے کسی مرید کے لئے اس کی خاص حالت کے اقتضاء سے اس کو تجویز کیا ہوگا اور اس کے حق میں یہی مصلحت ہوگا۔ اب اس کو عام کرلینا یہ بدعت ہے۔ باقی بزرگوں کو برا نہ کہے، غرض حدیث میں کوئی خاص عمل وارد نہیں (خطباتِ حکیم الامت ج ۷ ص ۳۸۵، بعنوان ''حقیقتِ عبادت'' وعظ ''شبِ مبارک'')

برابر سمجھتے ہیں۔ اسی واسطے اس کو ہزاری روزہ کہتے ہیں مگر یہ فضیلت شرعی اعتبار سے معتبر سند سے ثابت نہیں۔

محدثین نے اس سلسلہ میں پیش کی جانے والی روایات کو کمزور اور نا قابلِ اعتبار قرار دیا ہے۔ [1]

---

[1] أنبأنا عبد الله بن على بن محمد بن بشران أنبأنا على ابن عمر الحافظ حدثنا ضمرة بن ربيعة القرشى عن ابن شوذب عن مطر الوراق عن شهر بن حوشب عن أبى هريرة قال من صام يوم ثمان عشرة من ذى الحجة كتب له صيام ستين شهراً وهو يوم غدير خم لما أخذ النبى صلى الله عليه وسلم بيد على بن أبى طالب فقال " :ألست ولى المؤمنين؟ "قالوا بلى يا رسول الله قال " :من كنت مولاه فعلى مولاه "فقال عمر بن الخطاب بخ بخ لك يا ابن أبى طالب أصبحت مولاى ومولى كل مسلم فأنزل الله " :اليوم أكملت لكم دينكم "المائدة 3ومن صام يوم سبعة وعشرين من رجب كتب له صيام ستين شهراً وهو أول يوم نزل جبريل عليه السلام على محمد صلى الله عليه وسلم بالرسالة .اشتهر هذا الحديث من رواية حبشون وكان يقال إنه تفرد به وقد تابعه عليه أحمد بن عبد الله بن النيرى فرواه عن على بن سعيد(تاريخ بغداد، ج۸ص ۲۸۴،باب الخاء ، دارالكتب العلمية، بيروت)

وقال المؤلف وهذا حديث لا يجوز الاحتجاج به ومن فوقه الى ابى هريرة ضعفاء ونزول الآية كان يوم عرفة بلا شك وذكر ذلك فى الصحيحين(العلل المتناهية،لابن الجوزى، ج ا ص ۲۲۳، كتاب الفضائل والمناقب، تحت حديث رقم ۳۵۶، إدارة العلوم الأثرية، فيصل آباد، باكستان)

حديث فى رجب يوم وليلة من صام ذلك اليوم وقام تلك الليلة كان له من الأجر كمن صام مائة سنة وقام مائة سنة وهى لثلاث بقين من رجب فى ذلك اليوم بعث الله نبيا محمدا (مى) من حديث سلمان وفيه خالد بن هياج عن أبيه وهياج تركوا حديثه (قلت) قال الحافظ ابن حجر فى تبيين العجب هياج هو ابن بسطام النميمى الهروى روى عن جماعة من التابعين وضعفه ابن معين وقال أبو داود تركوه وقال صالح بن محمد الحافظ الملقب بجزرة الهياج لا يكتب من حديثه إلا حديثان أو ثلاثة للاعتبار ولم أكن أعلم أنه بكل هذا حتى قدمت هراة فرأيت عندهم أحاديث مناكير كثيرة له قال الحاكم أبو عبد الله وهذه الأحاديث التى رآها صالح من حديث الهياج الذنب فيها لابنه خالد والحمل فيها عليه وقال يحيى بن أحمد بن زياد الهروى كلما أنكر على الهياج فهو من جهة ابنه خالد انتهى وعلى هذا فالآفة فى هذا الحديث من خالد قال الحافظ وروينا فى جزء من فوائد هناد النسفى بإسناد له منكر إلى الزهرى عن أنس قال قال رسول الله بعثت نبيا فى السابع والعشرين من رجب فمن صام ذلك اليوم كان له كفارة ستين شهرا وروينا فى فوائد أبى الحسن بن صخر بسند باطل إلى على بن أبى طالب مثل هذا المتن لكن قال فيه فمن صام ذلك اليوم ودعا عند إفطاره كانت كفارة عشر سنين وروينا فى جزء أبى معاذ الشاه المروزى وفى فضائل رجب لعبد العزيز الكتانى من طريق ضمرة عن ابن شوذب عن مطر الوراق عن شهر بن حوشب عن أبى هريرة موقوفا من صام يوم سبع وعشرين من رجب كتب الله له صيام ستين شهرا وهو اليوم الذى هبط فيه جبريل على محمد بالرسالة وهذا أمثل ما ورد فى هذا المعنى انتهى والله أعلم(تنزيه الشريعة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس لئے ستائیس رجب کے دن کے روزہ کو ہزار روزوں کے برابر یا زیادہ ثواب کا باعث یا اس دن کے روزہ کے متعلق سنت ہونے کا اعتقاد نہ رکھا جائے۔ ؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المرفوعة للعراقی، ج۲ص ۱۶۱، کتاب الصوم، الفصل الثالث ،دار الکتب العلمیة -بیروت)
وروینا فی جزء من فوائد هناد النسفی بإسناد له منكر، إلى الزهری، عن أنس .قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم" :بعثت نبيا فی السابع والعشرين من رجب فمن صام ذلک اليوم كان كفارة ستين شهرا "وقد تقدم هذا موقوفاً على ابن عباس فی حديث طويل .وروینا فی فوائد أبی الحسن بن صخر، بسند باطل إلى علی بن أبی طالب، مثل هذا المتن، لكن قال فيه" .فمن صام ذلک اليوم ودعا عند إفطاره كانت كفارة عشر سنين ."وروينا فی جزء أبی معاذ الشاة المروزی، وفی " فضائل رجب "لعبد العزيز الكتانی من طريق حمزة، عن ابن شوذب، عن مطر الوراق، عن شهر بن حوشب، عن أبی هريرةرضی الله عنه قال من صام يوم سبع وعشرين من رجب كتب له صيام ستين شهرا، وهو اليوم الذی هبط فيه جبريل بالرسالة وهذا موقوف ضعيف الإسناد، وهو أمثل ما ورد فی هذا المعنی(تبيين العجب فيما فی فضل رجب لابن حجر، الحديث الثامن والعشرون، ص ۴۴، ۴۵)
وكذلک حَديث شهر بن حوشَب، كتب إلينا به الشيخ المسند أبو طاهر السّلَفیُّ غير مرة ونقلتُه من كتابه :أخبرنا أبو عبد الله الحُسين بن علی الطبری بمكة، حدّثنا أبو الفتح ناصر ابنُ الحسين العُمَرِی إمْلاء ، أنبأنا أبو مُعاذ الشاه بن عبد الرحمن الهَرَوِیُ، أخبرنا أبو نصر الخلال ببغداد، حدّثنا علی بن سعيد الرملی، حدّثنا ضُمرةُ بن ربيعةَ، عن ابن شوذَب، عنْ مَطَر الورّاق، عنْ شهُر بن حوشَبٍ، عَنْ أبی هريرةَ قال من صام السابعَ والعشرين منْ رجب كتب الله له صيَامَ ستين شهراً، وهو أوَّلُ يومٍ نزل جبْريلُ على محمدﷺ بالرسالة وهذا حَدِيث لا يصح(أداء ما وجب من بيان وضع الوضاعين فی رجب لابی الخطاب عمر بن حسن االشهير بابن دحية الكلبی، ص ۴۹، ۵۰)
من صام يوم سبعة وعشرين من رجب ؛ كتب له صيام ستين شهراً ، وهو أول يوم نزل جبريل عليه السلام على محمد -صلى الله عليه وسلم -بالرسالة .أخرجه الخطيب فی التاريخ(۸/ ۲۹۰)، وابن عساكر(۱۲/ ۱۸/۱ /۲، ۱)وهذا إسناد ضعيف أيضاً ؛ لضعف شهر ومطر (سلسلة الأحاديث الضعيفة،تحت حديث رقم ۴۹۲۳)

؎ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے امداد الفتاویٰ میں ۲۷؍ رجب کے روزے کی فضیلت کے متعلق وارد ہونے والی روایات پر جرح نقل فرمائی ہے (ملاحظہ ہو: امداد الفتاویٰ ج ۲ص ۸۶، ۸۷، کتاب الصوم والاعتکاف)
البتہ حضرت موصوف رحمہ اللہ نے التشرف میں ۲۷؍ رجب کے روزے کے بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ، ابوموسیٰ مدینی کی کتاب ''فضائل اللیالی والایام'' کے حوالے سے ابنِ حوشب کی روایت سے ۲۷؍ رجب کے ہزار وی روزہ پر استدلال کیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی آخر میں یہ بھی فرما دیا کہ
''بشرطیکہ یہ اثر سند کی رو سے ثابت ہو اور مجھ کو سند کا علم نہیں''(التشرف ص ۷۰۔ مطبوعہ: کتب خانہ مظہری، کراچی)
حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ نے امداد الفتاویٰ جلد ۲ صفحہ ۸۷ کے حاشیہ میں اس حدیث کی سند پر کچھ اطمینان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمہ اللہ رجب کے مہینے میں تبارک اور ۲۷ رجب کو روزہ رکھنے کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

ان دونوں امر کا التزام نادرست اور بدعت ہے اوروجوہ ان کے ناجواز کے اصلاحُ الرسوم، براہینِ قاطعہ اورار یجہ میں درج ہیں (فتاویٰ رشیدیہ ص۱۶۹، مبوب بطرزِ جدید)

اور بہشتی زیور میں ہے کہ:

اس کو عام لوگ مریم روزہ کا چاند کہتے ہیں اوراس کی ستائیس تاریخ میں روزہ رکھنے کو اچھا سمجھتے ہیں کہ ایک ہزار روزوں کا ثواب ملتا ہے۔شرع میں اس کی کوئی قوی اصل نہیں ۔اگر نفل روزہ رکھنے کو دل چاہے اختیار رہے، خدا تعالیٰ جتنا چاہیں ثواب دیدیں۔ اپنی طرف سے ہزار یا لاکھ مقرر نہ سمجھے۔بعضی جگہ اس مہینے میں تبارک کی روٹیاں پکتی ہیں۔ یہ بھی گھڑی ہوئی بات ہے۔شرع میں اس کا کوئی حکم نہیں۔ نہ اس پر کوئی ثواب کا وعدہ ہے۔اس واسطے ایسے کام کو دین کی بات سمجھنا گناہ ہے (بہشتی زیور چھٹا حصہ ص۶۰)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

کا اظہار کیا ہے لیکن اپنے مستقل مضمون ''رجب کے روزہ کا حکم'' میں کلام کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

بظاہر یہ روایت وہی ہے جس کے بارے میں حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اوپر یوں تحریر کیا جاچکا ہے:

''یہ موقوف ہے، ضعیف ہے، اس سلسلہ میں کسی اور روایت میں اس جتنی صلاحیت بھی نہیں''

اگر کوئی دوسری سند فرض کر لی جائے تو بھی اس میں شہر بن حوشب تو ہے ہی جو ضعیف ہے، اس کے بارے میں ضعیف کے علاوہ، منکر، ساقط، لایحتج بحدیثہٖ ولا یتدین بہٖ جیسے الفاظ بھی کہے گئے ہیں (تہذیب التہذیب ص۳۷۲ ج۴)

علاوہ ازیں یہ روایت وجوہِ ذیل کی بناء پر بھی قابلِ قبول نہیں:

(۱)......مندرجہ بالا احادیث مرفوعہ وآثارِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلاف ہے۔

(۲)......معلول ہے، اس لئے کہ اس میں اس دن کو مبدأ وحی بتایا گیا ہے جو بالاتفاق غلط ہے۔

(۳)......عوام اس روزہ کی فضیلت معراج کی وجہ سے سمجھتے ہیں، حالانکہ اس کا شبِ معراج ہونا مختلف فیہ ہے، اقوالِ مختلفہ میں سے کسی کے لئے کوئی وجہ ترجیح نہیں۔اس کی تفاصیل رسالہ ''تحقیق شبِ معراج'' میں ہے۔

(۴)...... مذہبِ شیعہ میں ابتداءِ وحی اور معراج کی تاریخ ۲۷/رجب ہے، جیسا کہ ان کی کتاب ''تحفۃ العوام'' میں تحریر ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت کسی شیعہ نے وضع کی ہے۔

حاصل یہ کہ اس دن کا روزہ بدعت اور ناجائز ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم (سات مسائل صفحہ ۷و۸)

www.idaraghufran.org

اور حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

ستائیسویں رجب کے روزے کو جو عوام ہزارہ روزہ کہتے ہیں اور ہزار روزوں کے برابر اس کا ثواب سمجھتے ہیں، اس کی کچھ اصل نہیں ہے (فتاویٰ دارالعلوم مدلل ومکمل ج۶ ص۴۹۱ تا۴۹۲)

اور حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

ماہِ رجب میں تواریخِ مذکورہ میں روزہ رکھنے کی فضیلت پر بعض روایات وارد ہوئی ہیں، لیکن وہ روایات محدثین کے نزدیک درجۂ صحت کو نہیں پہنچیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ما ثبت بالسنۃ میں ذکر کیا ہے۔ بعض بہت ضعیف ہیں اور بعض موضوع (من گھڑت) ہیں (فتاویٰ محمودیہ ج۳ ص۲۸۱، مبوب)

اور حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

۲۷/رجب کے روزہ کا کوئی ثبوت نہیں (سات مسائل صفحہ۵)

کتب ''الموضوعات'' میں اس رات کی عبادت، اس دن کے روزہ اور اس میں بعثت کی سب روایات کو غیر معتبر قرار دیا گیا ہے (ایضاً صفحہ۶)

اور حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں کہ:

بعض لوگ ستائیس رجب کے روزے کو فضیلت والا سمجھتے ہیں، جیسے کہ عاشورہ اور عرفہ کا روزہ فضیلت والا ہے، اسی طرح ستائیس رجب کے روزے کو بھی فضیلت والا روزہ خیال کیا جاتا ہے۔ بات یہ ہے کہ ایک یا دو ضعیف روایتیں تو اس کے بارے میں ہیں، لیکن صحیح سند سے کوئی روایت ثابت نہیں (اصلاحی خطبات ج۱ ص۵۲)

اب اگر کوئی شخص اس روزے کا زیادہ اہتمام کرے تو وہ شخص دین میں اپنی طرف سے زیادتی کر رہا ہے، اور دین کو اپنی طرف سے گھڑ رہا ہے۔ لہٰذا اس نقطۂ نظر سے روزہ رکھنا جائز نہیں، ہاں البتہ اگر کوئی شخص عام دنوں کی طرح اس میں بھی روزہ رکھنا چاہتا ہے تو رکھ لے، اس کی ممانعت نہیں، لیکن اس کی زیادہ فضیلت سمجھ کر، اس کو سنت سمجھ کر، اس کو زیادہ مستحب اور زیادہ اجر وثواب کا موجب سمجھ کر اس دن روزہ رکھنا، یا اس رات

www.idaraghufran.org

میں جاگنا درست نہیں، بلکہ بدعت ہے (ایضاً ص ۵۴)

اور مولانا مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''ستائیسویں رجب کے بارے میں جو روایات آئی ہیں وہ موضوع اور ضعیف ہیں، صحیح اور قابلِ اعتماد نہیں، لہٰذا ستائیسویں رجب کا روزہ عاشوراء کی طرح مسنون سمجھ کر کہ ہزار روزوں کا ثواب ملے گا، اس اعتقاد سے رکھنا ممنوع ہے'' (فتاویٰ رحیمیہ جلد ۷ صفحہ ۲۷۴۔ ترتیبِ جدید)

اور مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''ہزاری روزہ یعنی ستائیس رجبُ المرجب کا روزہ، عوام میں اس کا بہت ثواب مشہور ہے، بعض احادیثِ موضوعہ (من گھڑت احادیث) میں اس کی فضیلت آئی ہے لیکن صحیح احادیث اور فقہ کی معتبر کتابوں میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے بلکہ بعض روایات میں ممانعت آئی ہے، پس اس کو ضروری اور واجب کی مانند سمجھ کر روزہ رکھنا یا ہزار روزہ کے برابر ثواب سمجھ کر رکھنا بدعت و منع ہے (عمدۃ الفقہ جلد ۳ صفحہ ۱۹۵)

گزشتہ تفصیل سے ۲۷/ویں رجب کے روزے کی خاص فضیلت کا (جو عوام میں مشہور ہے) غلط ہونا ثابت ہوا۔

لہٰذا ۲۷/رجب کے روزہ کو خاص فضیلت والا سمجھنا اور خاص عقیدت کے ساتھ اس روزہ کو رکھنا یا اس ایک روزہ کو ہزار روزوں کے ثواب کے برابر درجہ دینا یا معراج کی تاریخ سے اس روزہ کا تعلق جوڑ کر اس تاریخ میں روزہ رکھنا، یہ سب چیزیں گناہ اور منع ہیں۔ [1]

---

[1] بعض حضرات نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رجب میں روزہ رکھنے کی ممانعت والی روایت سے خاص ستائیس تاریخ کے روزے کے ممنوع ہونے پر استدلال کیا ہے۔ جبکہ یہ استدلال بظاہر مشکل اور بعید معلوم ہوتا ہے، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں ۲۷/تاریخ کی قید نہیں، اسی وجہ سے حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس روایت سے ۲۷/ر کے بجائے رجب کے مہینے میں عام روزے کی ممانعت اور اس کی توجیہ بیان فرمائی ہے، جیسا کہ امداد الفتاویٰ کے حوالے سے پیچھے گذر چکا ہے۔

www.idaraghufran.org

اسراء ومعراج کی حقیقت

رجب کے مہینے کے ساتھ عموماً معراج شریف کا بھی ذکر کیا جاتا ہے، اگرچہ معراج شریف کا خاص رجب کے مہینے میں واقع ہونا صحیح سند سے ثابت نہیں، اور اس بارے میں اختلاف ہے (جیسا کہ تفصیلاً پہلے گذر چکا ہے)

اور کیونکہ معراج کی رات اور اس کی تاریخ وغیرہ سے کوئی شرعی حکم وابستہ نہیں، باوجودیکہ معراج شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اہم معجزہ ہے، اور معراج شریف کے واقعات ومناظر احادیث میں تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں اور امت کے لئے ہدایات دراصل انہیں واقعات ومناظر میں موجود ہیں اور امت کی ضرورت بھی انہیں سے وابستہ ہے۔

اس لیے اس مقام پر معراج کی حقیقت اور اس کے اہم واقعات ومناظر کو ذکر کیا جاتا ہے، تاکہ بجائے معراج شریف کی تاریخوں کی کھود کرید میں پڑنے اور خرافات میں مبتلا ہونے کے معراج شریف سے امت کے لئے جو ہدایات وتعلیمات وابستہ ہیں اُن کو سمجھا جائے اور ان سے عبرت وبصیرت حاصل کی جائے اور عمل کا اہتمام کیا جائے۔

لہٰذا ماہِ رجب سے متعلق اس رسالہ میں معراج کی بحث کے ذکر سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ معراج شریف کا رجب کے مہینہ سے ہی تعلق ہے، یا معراج شریف کا ذکر رجب کے مہینے کے ساتھ خاص ہے، کیونکہ یہ ہم پہلے ہی ذکر کر چکے ہیں کہ معراج شریف واقع ہونے کے سال، مہینہ اور تاریخوں میں غیر معمولی اختلاف پایا جاتا ہے۔

اور اگر معراج شریف کا کسی خاص مہینہ یا تاریخ میں واقع ہونا بالفرض ثابت بھی ہو جائے تب بھی اس مہینہ یا تاریخ کے ساتھ معراج شریف کے ذکر کو خاص کرنا درست نہیں۔

ہمارا مقصود تو یہ ہے کہ جو لوگ اس مہینہ میں معراج شریف کی نسبت سے مختلف قسم کی بدعات ومنکرات میں مبتلا ہوتے ہیں وہ ان کے بجائے معراج شریف اور اس کے واقعات سے کوئی عملی ونظریاتی سبق حاصل کر کے اپنی اصلاح کا سامان کریں۔

پس جاننا چاہئے کہ معراج کے معنی زینہ اور سیڑھی کے آتے ہیں۔

اور یہ لفظ عروج سے نکلا ہے۔ زوال اور عروج کے الفاظ عام طور سے معاشرہ میں بولے جاتے ہیں چونکہ ساتوں آسمان زینوں کی طرح تہ بہ تہ ہیں، جن سے آپ چڑھ کر گئے۔ [1]

اسی نسبت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آسمان پر جانے کے معجزہ کو معراج سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اور اسراء، راتوں رات سیر کرانے کو کہا جاتا ہے، جس سے مراد اللہ تعالیٰ کا حرم سے بیت المقدس تک راتوں رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سیر کرانا ہے۔

اور حرم سے بیتُ المقدس اور وہاں سے ساتوں آسمانوں کی سیر وعروج کے مجموعہ کو آج کل ہماری زبان میں معراج سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جاگتے ہوئے بیداری کی حالت میں ایک ہی رات کے اندر مسجدِ حرام سے بیتُ المقدس تک، پھر وہاں سے ساتوں آسمانوں اور سدرۃُ المنتہٰی، جنت وجہنم وغیرہ کی سیر کرائی (جس کی تفصیل آگے آتی ہے)

مسجدِ حرام اس مسجد کا نام ہے جو کعبہ شریف کے چاروں طرف واقع ہے، اور یہ مسجد دنیا کی تمام مساجد سے افضل ہے۔

''مسجدِ اقصیٰ''، مسجدِ بیت المقدس کا نام ہے، جو فلسطین میں واقع ہے۔ [2]

---

[1] (عرج) ... فى أسماء اللّه تعالى (ذُو المَعارج) المعارِج :المَصَاعِد والدَّرَجُ واحِدُها : مَعْرَج يُريد مَعارِج الملائكة إلى السَّماء .وقيل المَعَارِج :الفَواضِل العَاليةُ .والعُرُوج :الصُّعود عَرَج يَعْرُجُ عُرُوجا .وقد تكرر فى الحديث ومنه المِعْرَاجُ .وهو بالكسر شِبْه السُّلّم مِفْعَال من العُرُوج :الصُّعود كأنه آلَةٌ لَهُ (النهاية فى غريب الاثر لابن الاثير، باب العين مع الراء، مادة عرج)

[2] لفظ ''اقصیٰ''، ''ابعد'' یعنی زیادہ دور والی چیز کے لئے استعمال ہوتا ہے، مسجدِ اقصیٰ کو اقصیٰ کیوں کہا جاتا ہے، اس کے بارے میں کئی قول ہیں۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ چونکہ یہ مسجد حجاز میں رہنے والوں سے دور ہے، اس لئے اس کی نسبت سے اقصیٰ کہا گیا۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ جن مساجد کی زیارت کی جاتی ہے ان میں مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی سے یہ سب سے زیادہ دور ہے۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ مسجدِ اقصیٰ چونکہ گندی اور خبیث چیزوں سے دور اور ان سے پاک ہے اس لئے اس کو مسجدِ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مسجدِ حرام سے بیت المقدس تک سیر کرانے کا ثبوت قرآن مجید کی سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت اوراحادیثِ متواترہ سے ہے۔

اور بیت المقدس سے ساتوں آسمانوں اورسدرۃ المنتہیٰ وغیرہ کی سیر کرانے کا بیان قرآن مجید کی سورہ نجم میں اجمالی طور پراوراحادیث میں تفصیلی طور پر مذکور ہے۔

چنانچہ سورہ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ ارشادفرماتے ہیں کہ:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ط اِنَّہٗ ھُوَالسَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (سورة بنی اسرائیل آیت ۱)

ترجمہ: پاک ہے وہ جو لے گیا اپنے بندہ کوراتوں رات مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک جس کوگھیر رکھا ہے ہماری برکت نے تاکہ دکھائیں اس کو کچھ اپنی قدرت کے نمونے۔ وہی ہے سننے والا دیکھنے والا (ترجمہ ختم)

مسجدِحرام سے مسجدِاقصیٰ تک کے سفر کا ذکر اس آیت میں ہے،جس کواسراء سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اسراءاس آیت کی نصِ قطعی سے ثابت ہے،اورساتوں آسمانوں کی معراج کا ذکر آگےآتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو یہ سیر کرائی گئی وہ جسم اورروح دونوں کے ساتھ تھی،صرف روح کو سیر نہیں کرائی گئی جس طرح خواب میں سیر ہوتی ہے۔

چنانچہ اس آیت کے تین پہلو اس کی دلیل ہیں۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

اقصیٰ کہا جاتا ہے۔

لكن صحت الأخبار بأنه عليه الصلاة والسلام أسرى به على البراق إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى وهو بيت المقدس، ووصفه بالأقصى أى الأبعد بالنسبة إلى من بالحجاز، وقال غير واحد :إنه سمى به لأنه أبعد المساجد التى تزار من المسجد الحرام وبينهما نحو من أربعين ليلة، وقيل :لأنه ليس وراءه موضع عبادة فهو أبعد مواضعها، وقال ابن عطية :يحتمل أن يراد بالأقصى البعيد دون مفاضلة بينه وبين ما سواه وهو بعيد فى نفسه للزائرين، وقيل المراد بعده عن الأقذار والخبائث(روح المعانى، ج۸ص ۱۱، تحت سورة الاسراء،دارالكتب العلمية،بيروت)

(۱)......**لفظِ سبحان:** یہ لفظ اس وقت بولا جاتا ہے جب کہ عجیب وغریب اور خلافِ عادت نشانیاں دیکھنے میں آتی ہیں۔

یہ لفظ اس کی دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کے جسمِ عنصری وجسدِ ظاہری کے ساتھ بیداری کی حالت میں معراج کرائی گئی، ورنہ خواب کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی، جس کے لئے اللہ تعالیٰ، سبحان کا لفظ لاتے۔ [۱]

(۲)......**لفظِ عبد:** اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لفظِ عبد بولا گیا ہے، اور زندہ انسان کے لئے عبد کا لفظ جسم اور روح دونوں کے مجموعہ کے لئے آتا ہے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمِ مبارک کے ساتھ سیر نہ کرائی گئی ہوتی۔ تو ’’اسریٰ بعبدہٖ‘‘ یعنی اپنے بندے کو سیر کرائی، نہ بولا جاتا، بلکہ ’’اسریٰ بروح عبدہٖ‘‘ یعنی اپنے بندے کی روح کو سیر کرائی، بولا جاتا۔ [۲]

(۳)......**لفظِ اسریٰ:** مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک کے سفر کو اللہ تعالیٰ نے لفظِ اسریٰ سے تعبیر فرمایا ہے اور اسریٰ درحقیقت رات کی اس سیر کو کہا جاتا ہے جو جسم اور روح دونوں کے ساتھ ہو۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

---

[۱] قال ابن عباس :هى رؤيا عين أريها رسول الله صلى الله عليه وسلم وهذا مذهب جمهور السلف والخلف من الإسراء كان ببدنه وروحه صلوات الله وسلامه عليه كما دل على ذلك ظاهر السياقات من ركوبه وصعوده فى المعراج وغير ذلك .ولهذا قال فقال :(سبحان الذى أسرى بعبده ليلا من المسجد الحرام إلى المسجد الأقصى الذى باركنا حوله لنريه) (الإسراء: ١) والتسبيح إنما يكون عند الآيات العظيمة الخارقة فدل على أنه بالروح والجسد والعبد عبارة عنهما .وأيضا فلو كان مناما لما بادر كفار قريش إلى التكذيب به والاستبعاد له إذ ليس فى ذلك كبير أمر، فدل على أنه أخبرهم بأنه أسرى به يقظة لا مناما(البداية والنهاية، ج٣ص ١٤٠، ١٤١ ،دار إحياء التراث العربى،بيروت)

[۲] (فصل) فى إبطال حجج من قال إنها نوم احتجوا بقوله تعالى (وما جعلنا الرؤيا التى أريناک) فسماها رؤيا قلنا قوله (سبحان الذى أسرى بعبده) يرده لأنه لا يقال فى النوم أسرى، وقوله فتنة للناس يؤيد أنها رؤيا عين وإسراء بشخص إذ ليس فى الحلم فتنة ولا يكذب به أحد لأن كل أحد يرى مثل ذلک فى منامه من الكون فى ساعة واحدة فى أقطار متباينة(الشفاء بتعريف حقوق المصطفیٰ لقاضى عياض، ص ١٩١ ،فصل فى ابطال حجج الخ ،دارالفكر، بيروت)

www.idaraghufran.org

''فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ''(سورہ ھود، آیت۸۱)

(اے لوط علیہ السلام) رات کے کسی حصہ میں اپنے لوگوں کو ساتھ لے کر نکل جائیے۔

ظاہر ہے کہ اس جگہ لفظِ ''اَسْرِ'' سے یہ تو ہرگز مراد نہیں کہ لوگوں کی روحوں کو لے کر چلے جائیے اور جسم یہاں ہی باقی چھوڑ دیجئے، بلکہ جسم اور روح دونوں کے ساتھ لے کر جانا مراد ہے۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

''وَاَوْحَيْنَا اِلٰى مُوْسٰى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِىْ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ''(شعراء پ۱۹)

اور ہم نے وحی کی موسیٰ کو کہ رات کو لے کر نکل جایئے میرے بندوں کو، بے شک (فرعونیوں کی طرف سے) تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔

اس آیت میں بھی اَسْرِ بِعِبَادِیْ سے زندہ انسانوں کو بیداری کی حالت میں ساتھ لے جانا مراد ہے، نہ کہ روحانی اسراء اور نہ خواب اور کشف (جیسا کہ بعض مادیت پرست لوگوں کا خیال ہے) اور اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں دکھائے جانے والے عجائب کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِىْ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ(سورہ بنی اسرائیل آیت ۶۰)

اور نہیں بنایا ہم نے وہ دکھلاوا جو ہم نے آپ کو دکھایا، مگر لوگوں کے (ایمان کے) لئے آزمائش۔

یہ آیت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج سے تعلق رکھتی ہے، اگر آپ کو جسم اور روح دونوں کے ساتھ معراج نہ کرائی گئی ہوتی، تو اس میں لوگوں کے لئے آزمائش کی کونسی بات تھی؟ خواب کا معاملہ آزمائش کا نہیں ہوتا، بلکہ ایک عام فہم چیز ہوتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز لوگوں کے ایمان کے لئے آزمائش تھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی معراج ہی تھی۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جن کو قرآن مجید کی بڑی سمجھ اور مہارت حاصل تھی، وہ فرماتے ہیں کہ:

''هِيَ رُؤْيَا عَيْنٍ اُرِيَهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِهٖ''

(بخاری) [۱]

ترجمہ: وہ آنکھوں سے دیکھنا ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (معراج کی) اس رات میں دکھایا گیا تھا (ترجمہ ختم)

اورایک روایت میں اس کی وضاحت اس طرح فرماتے ہیں کہ:

رُؤْيَا عَيْنٍ، لَيْسَ رُؤْيَا مَنَامٍ (مسند أحمد) [۲]

ترجمہ: اس دیکھنے سے آنکھوں کا دیکھنا ہے، نہ کہ خواب کا دیکھنا (ترجمہ ختم)

الغرض قرآن مجید کے اس انداز اوراس قسم کی بے شماراحادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روح اور جسم دونوں کے ساتھ جاگتے ہوئے ہونے کی حالت میں سیر ومعراج کرائی گئی، یہ کوئی خواب یا صرف روحانی سیر ومعراج نہیں تھی (جیسا کہ بعض لوگوں کو غلط فہمی ہے) [۳]

اورسورہ نجم میں ارشاد ہے:

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى. عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى. عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى. اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى. مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى. لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى (سورة النجم آيت ۱۳ تا ۱۸)

ترجمہ: اورآپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس (فرشتے) کوایک باراوربھی دیکھا ہے۔ سِدرۃ المنتہٰی کے قریب۔ اسی کے پاس رہنے کی جنت ہے۔ جبکہ اس بیری پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔ اُن کی آنکھ نہ کسی اورطرف مائل ہوئی اورنہ حد سے بڑھی (جس کو دیکھنا تھا اسی پر جمی رہی) بے شک آپ نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھی ہیں (ترجمہ ختم)

---

[۱] حديث نمبر ۳۸۸۸، كتاب المناقب، باب المعراج، دارطوق النجاة، بيروت، ترمذی، حديث نمبر ۳۱۳۴.

[۲] حديث نمبر ۳۵۴۶، مؤسسة الرسالة، بيروت .
اسنادهٗ صحيح (حاشية مسند احمد)

[۳] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ''چراغ کی روشنی''، ص ۳۲ تا ۳۵ بتغیر۔ مؤلفہ: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب رحمہ اللہ۔

یہ آیات بھی معراج کے واقعہ سے متعلق ہیں، اور بڑی بڑی نشانیوں کا ذکر آگے آتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک معراج کی رات کی سیر اور حالات وواقعات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری کی حالت سے متعلق اور بطورِ معجزہ ہیں۔ ؎

؎ وَجُمْلَةُ هَذِهِ الْأَشْيَاءِ فِي الْإِسْرَاءِ رَآهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجِسْمِهِ عِيَانًا دُونَ أَنْ يَكُونَ ذَلِكَ رُؤْيَا أَوْ تَصْوِيرًا صُوِّرَ لَهُ إِذْ لَوْ كَانَ لَيْلَةَ الْإِسْرَاءِ وَمَا رَأَى فِيهَا نَوْمًا دُونَ الْيَقَظَةِ لَاسْتَحَالَ ذَلِكَ لِأَنَّ الْبَشَرَ قَدْ يَرَوْنَ فِي الْمَنَامِ السَّمَاوَاتِ وَالْمَلَائِكَةَ وَالْأَنْبِيَاءَ وَالْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَمَا أَشْبَهَ هَذِهِ الْأَشْيَاءَ فَلَوْ كَانَ رُؤْيَةُ الْمُصْطَفَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا وَصَفَ فِي لَيْلَةِ الْإِسْرَاءِ فِي النَّوْمِ دُونَ الْيَقَظَةِ لَكَانَتْ هَذِهِ حَالَةٌ يَسْتَوِي فِيهَا مَعَهُ الْبَشَرُ إِذْ هُمْ يَرَوْنَ فِي مَنَامَاتِهِمْ مِثْلَهَا وَاسْتَحَالَ فَضْلُهُ وَلَمْ تَكُنْ تِلْكَ حَالَةً مُعْجِزَةً يُفَضَّلُ بِهَا عَلَى غَيْرِهِ ضِدَّ قَوْلِ مَنْ أَبْطَلَ هَذِهِ الْأَخْبَارَ وَأَنْكَرَ قُدْرَةَ اللَّهِ جَلَّ وَعَلَا وَإِمْضَاءَ حُكْمِهِ لِمَا يُحِبُّ كَمَا يُحِبُّ جَلَّ رَبُّنَا وَتَعَالَى عَنْ مِثْلِ هَذَا وَأَشْبَاهِهِ(صحيح ابن حبان، ج ١ ص ٢٤٦، ٢٤٧، ذِكْرُ الْمَوْضِعِ الَّذِي فِيهِ رَأَى الْمُصْطَفَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُوسَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ، مؤسسة الرسالة، بيروت)

"قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ رَحِمَهُ اللَّهُ :مَنْ مَيَّزَ جَمِيعَ مَا تَقَدَّمَ ذِكْرِي لَهُ عَلِمَ أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ أَسْرَى بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِ بِجَسَدِهِ وَعَقْلِهِ ,لَا أَنَّ الْإِسْرَاءَ كَانَ مَنَامًا وَذَلِكَ أَنَّ الْإِنْسَانَ لَوْ قَالَ :وَهُوَ بِالْمَشْرِقِ رَأَيْتُ الْبَارِحَةَ فِي النَّوْمِ كَأَنِّي بِالْمَغْرِبِ لَمْ يُرَدَّ عَلَيْهِ قَوْلُهُ وَلَمْ يُعَارَضْ وَإِذَا قَالَ: كُنْتُ لَيْلَتِي بِالْمَغْرِبِ ,لَكَانَ قَوْلُهُ كَذِبًا ,وَكَانَ قَدْ تَقَوَّلَ بِعَظِيمٍ إِذَا كَانَ مِثْلُ ذَلِكَ الْبَلَدِ غَيْرَ وَاصِلٍ إِلَيْهِ فِي لَيْلَتِهِ لَا خِلَافَ فِي هَذَا ,فَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ قَالَ :لِأَبِي جَهْلٍ وَلِسَائِرِ قَوْمِهِ ": رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنِّي بِبَيْتِ الْمَقْدِسِ عَلَى وَجْهِ الْمَنَامِ لَقَبِلُوا مِنْهُ ذَلِكَ وَلَمْ يَتَعَجَّبُوا مِنْ قَوْلِهِ وَلَقَالُوا لَهُ :صَدَقْتَ وَذَلِكَ أَنَّ الْإِنْسَانَ قَدْ يَرَى فِي النَّوْمِ كَأَنَّهُ فِي أَبْعَدِ مِمَّا أَخْبَرْتَنَا وَلَكِنَّهُ لَمَّا قَالَ لَهُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :أُسْرِيَ بِيَ اللَّيْلَةَ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ كَانَ خِلَافًا لِلْمَنَامِ عِنْدَ الْقَوْمِ وَكَانَ هَذَا فِي الْيَقَظَةِ بِجَسَدِهِ وَعَقْلِهِ ,فَقَالُوا لَهُ :فِي لَيْلَةٍ وَاحِدَةٍ ذَهَبْتَ إِلَى الشَّامِ وَأَصْبَحْتَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا؟ ثُمَّ قَوْلُهُمْ :لِأَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ :هَذَا صَاحِبُكَ يَزْعُمُ أَنَّهُ أُسْرِيَ بِهِ اللَّيْلَةَ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ ثُمَّ رَجَعَ مِنْ لَيْلَتِهِ وَقَوْلُ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَهُمْ وَمَا رَدَّ عَلَيْهِمْ ,كُلُّ هَذَا دَلِيلٌ لِمَنْ عَقَلَ وَمَيَّزَ عَلِمَ أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ خَصَّ نَبِيَّهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنَّهُ أَسْرَى بِهِ بِجَسَدِهِ وَعَقْلِهِ وَشَاهَدَ جَمِيعَ مَا فِي السَّمَاوَاتِ ,وَدُخُولُهُ الْجَنَّةَ ,وَجَمِيعُ مَا رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ ,وَفَرَضَ عَلَيْهِ الصَّلَاةَ كُلُّ ذَلِكَ لَا يُقَالُ مَنَامٌ بَلْ بِجَسَدِهِ وَعَقْلِهِ ,وَفَضْلَةٌ خَصَّهُ اللَّهُ الْكَرِيمُ بِهَا ,فَمَنْ زَعَمَ أَنَّهُ مَنَامٌ ,فَقَدْ أَخْطَأَ فِي قَوْلِهِ وَقَصَّرَ فِي حَقِّ نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ,وَرَدَّ الْقُرْآنَ وَالسُّنَّةَ وَتَعَرَّضَ لِعَظِيمٍ وَبِاللَّهِ التَّوْفِيقُ(الشريعةللآجُرِّيُّ، ج٣ص١٥٣٨، كتاب الايمان ،تحت حديث رقم ١٠٣٠ ،بَابُ ذِكْرِ مَا خَصَّ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ,أَنَّهُ أُسْرِيَ بِهِ إِلَيْهِ ،دار الوطن -الرياض / السعودية)

معراج کے واقعات ومناظر

بلاشبہ سفرِ معراج حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک عظیم معجزہ ہے، اس سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مناظرِ قدرت وعجائبِ قدرت کا مشاہدہ فرمایا اور بہت سی امثال آپ کے سامنے پیش کی گئیں، اور کئی احکام آپ کو عطا کئے گئے۔

اس تحریر میں چند مناظر اور واقعات وحالات کا تذکرہ اوران سے حاصل ہونے والے فوائد وعبر کو ذکر کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ [۱]

سفرِ معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کے اکثر حصہ میں رفیق ورہبر (گائیڈ) حضرت جبریلِ امین تھے، اس لئے اکثر مناظر اور واقعات میں جبریلِ امین کا تذکرہ ملتا ہے، اور قاعدہ ہے کہ جو رہبر مقرر کیا جاتا ہے اسے پہلے سے راستہ اور سفر کی چیزوں کے بارے میں معلومات کا ہونا ضروری ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریلِ امین کو سفرِ معراج میں پیش آنے والے حالات کا علم دے کر انہیں رہبر مقرر کیا۔

معراج سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک چاک کیا گیا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُرِجَ عَنْ سَقْفِ بَيْتِيْ وَأَنَا بِمَكَّةَ، فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَفَرَجَ صَدْرِيْ، ثُمَّ غَسَلَهُ

[۱] اس مضمون کی بالکل ابتدائی ترتیب میں کیونکہ مکرّم وعزیزم مولانا مفتی منظور احمد صاحب زید مجدہٗ کے ایک مختصر مضمون سے استفادہ کیا گیا تھا، اور بعد میں بندہ نے اس مضمون میں کافی تخریج وتحقیق کی، لیکن مولانا موصوف کے نام کی مناسبت سے ''مناظر'' کا عنوان باقی رکھا گیا، تا کہ معراج کے مناظر کے ساتھ ساتھ منظور کے ہم مادہ مناظر کی طرف بھی اشارہ ہو جائے، مگر یہاں یہ بات ذکر کرنا ضروری ہے کہ کئی کتابوں میں بہت سی ایسی چیزیں ذکر کی گئی ہیں، کہ جو معتبر ومستند احادیث وروایات سے ثابت نہیں، اس لئے ان کو اس مضمون میں شامل نہیں کیا گیا، اور بعض غیر معتبر باتوں کو حذف کر دیا گیا۔ محمد رضوان۔

بِمَاءِ زَمْزَمَ، ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِءٍ حِكْمَةً وَإِيْمَانًا، فَأَفْرَغَهُ فِيْ صَدْرِيْ، ثُمَّ أَطْبَقَهُ (بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ایک شب میرے گھر کی چھت (جس میں اس وقت میں موجود تھا) پھٹ گئی اور میں مکہ میں تھا، پھر جبریل علیہ السلام اترے اورانہوں نے میرے سینہ کو چاک کیا، پھر اسے زمزم کے پانی سے دھویا، پھر ایک طشت سونے کا حکمت وایمان سے بھرا ہوا لائے اور اسے (یعنی اس میں سے) میرے سینہ میں ڈال دیا، پھر سینہ کو بند کردیا (ترجمہ ختم)

اس روایت میں مذکورہ واقعہ کو اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، دوسری روایات میں اس کی تفصیل آئی ہے۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَسْجِدِ الْكَعْبَةِ، أَنَّهُ جَاءَهُ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ قَبْلَ أَنْ يُوحٰى إِلَيْهِ وَهُوَ نَائِمٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، فَقَالَ أَوَّلُهُمْ :أَيُّهُمْ هُوَ؟ فَقَالَ أَوْسَطُهُمْ :هُوَ خَيْرُهُمْ، فَقَالَ آخِرُهُمْ :خُذُوْا خَيْرَهُمْ، فَكَانَتْ تِلْكَ اللَّيْلَةَ، فَلَمْ يَرَهُمْ حَتّٰى أَتَوْهُ لَيْلَةً أُخْرٰى، فِيْمَا يَرٰى قَلْبُهُ، وَتَنَامُ عَيْنُهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ، وَكَذٰلِكَ الْأَنْبِيَاءُ تَنَامُ أَعْيُنُهُمْ وَلَا تَنَامُ قُلُوْبُهُمْ، فَلَمْ يُكَلِّمُوْهُ حَتّٰى احْتَمَلُوْهُ، فَوَضَعُوْهُ عِنْدَ بِئْرِ زَمْزَمَ، فَتَوَلَّاهُ مِنْهُمْ جِبْرِيْلُ، فَشَقَّ جِبْرِيْلُ مَا بَيْنَ نَحْرِهِ إِلٰى لَبَّتِهِ حَتّٰى فَرَغَ مِنْ صَدْرِهِ وَجَوْفِهِ، فَغَسَلَهُ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ بِيَدِهِ، حَتّٰى أَنْقٰى جَوْفَهُ، ثُمَّ أُتِيَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ فِيْهِ تَوْرٌ مِّنْ ذَهَبٍ، مَحْشُوًّا إِيْمَانًا وَّحِكْمَةً، فَحَشَا بِهِ صَدْرَهُ وَلَغَادِيْدَهُ -يَعْنِيْ عُرُوْقَ حَلْقِهِ -ثُمَّ أَطْبَقَهُ (بخاری) [2]

---

[1] حديث نمبر ۳۴۹، كتاب الصلاة، بَابٌ :كَيْفَ فُرِضَتِ الصَّلَاةُ فِي الإِسْرَاءِ؟دارطوق النجاة، بيروت.

[2] كتاب التوحيد، بَابُ قَوْلِهِ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا، حديث نمبر ۷۵۱۷.

ترجمہ: جس رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد کعبہ (یعنی حرم شریف) سے سیر (ومعراج) ہوئی تو وحی کے پہنچنے سے پہلے آپ کے پاس تین فرشتے آئے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں آرام فرمارہے تھے، ان فرشتوں میں سے پہلے نے کہا کہ ان میں وہ (نبی) کون ہیں؟ بیچ والے نے اشارہ سے بتایا کہ ان میں سب سے اچھے وہ ہیں، تیسرے فرشتے نے کہا کہ ان میں جو بہتر ہیں، ان کو لے لو (اس وقت اور لوگ بھی حرم میں آرام فرمارہے تھے) اس رات کو یہی ہوا، پھر دوسری رات آنے تک ان فرشتوں کو نہیں دیکھا۔

دوسری رات کو وہ فرشتے آئے، آپ کا دل ان کو دیکھ رہا تھا اور آنکھیں سوئی ہوئی تھیں، انبیاء کا یہی حال ہوتا ہے کہ ان کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا، ان فرشتوں نے آپ سے کوئی بات نہیں کی اور آپ کو اٹھا کر چاہِ زمزم کے پاس لے گئے، جبریل نے اس کام کو سنبھالا، انہوں نے آپ کے گلے سے لے کر دل کے نیچے تک سینہ کو چاک کیا اور سینہ اور پیٹ کو (خواہشات سے) خالی کیا اپنے ہاتھ سے زمزم کے پانی سے دھویا، آپ کے پیٹ کو خوب صاف کیا پھر سونے کا ایک طشت لایا گیا جس میں سونے کا ایک برتن (طشت) ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا اس سے آپ کے سینہ اور حلق (کی سب رگوں) کو بھرا، پھر اس کو برابر کر دیا (ترجمہ ختم)

ابتداء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تھے، پھر حرم میں آکر لیٹ گئے تھے، اور شروع میں کچھ نیند و بیداری کی حالت میں تھے، پھر پوری طرح بیدار ہوگئے، اور بیداری کی حالت میں سیر ومعراج کرائی گئی۔

اور حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے آخر میں یہ بھی ہے کہ:

فَاسْتَخْرَجَ قَلْبِیْ، ثُمَّ أُتِیتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مَمْلُوءَةٍ إِیْمَانًا، فَغُسِلَ قَلْبِیْ، ثُمَّ حُشِیَ ثُمَّ أُعِیدَ، ثُمَّ أُتِیتُ بِدَابَّةٍ (بخاری) [1]

---

[1] حدیث نمبر ۳۸۸۷، کتاب المناقب، باب المعراج، دارطوق النجاۃ، بیروت.

www.idaraghufran.org

ترجمہ: پھر میرا دل نکالا، پھر ایک سونے کا طشت لایا گیا، جو ایمان سے بھرا ہوا تھا، پھر میرا دل دھویا گیا، پھر اسے ایمان سے بھر دیا گیا، پھر دل کو اپنی جگہ پہنچا دیا گیا، پھر میرے پاس براق لایا گیا (ترجمہ ختم)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک کو چاک کرنا اور اس کو نکال کر دھونا اور دوبارہ لگا دینا، ناممکن بات نہیں، آج کل مختلف آپریشن بھی ایسے ایجاد ہو گئے ہیں، جن میں دل کے مختلف علاج کئے جاتے ہیں، اور سینہ چاک کر کے فضلات کو دور کیا جاتا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ عمل قادرِ مطلق کی طرف سے کیا گیا، جس کے حقیقت کے مطابق ہونے میں کوئی شبہ نہیں کرنا چاہئے۔ [1]

حضرت ابوبکر کے اسراء کی تصدیق سے ’’صدیق‘‘ کا لقب

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

لَمَّا أُسْرِیَ بِالنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى أَصْبَحَ يَتَحَدَّثُ النَّاسُ بِذٰلِكَ، فَارْتَدَّ نَاسٌ مِمَّنْ كَانَ آمَنُوا بِهِ وَصَدَّقُوهُ، وَسَعٰى رِجَالٌ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ إِلٰى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَقَالُوا :هَلْ لَكَ إِلٰى صَاحِبِكَ يَزْعُمُ أَنَّهُ أُسْرِيَ بِهِ اللَّيْلَةَ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ؟ قَالَ :أَوَقَالَ ذٰلِكَ؟ قَالُوا :نَعَمْ، قَالَ :لَئِنْ قَالَ ذٰلِكَ لَقَدْ صَدَقَ، قَالُوا :أَوَ تُصَدِّقُهُ أَنَّهُ ذَهَبَ اللَّيْلَةَ إِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ وَجَاءَ قَبْلَ أَنْ يُصْبِحَ؟ فَقَالَ :نَعَمْ، إِنِّي لَأُصَدِّقُهُ فِي مَا هُوَ أَبْعَدُ مِنْ ذٰلِكَ أُصَدِّقُهُ فِي خَبَرِ السَّمَاءِ فِي غُدْوَةٍ أَوْ

---

[1] قَالَ الْحَاكِمُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ " :قُلْتُ لِشَيْخِنَا أَبِي عَبْدِ اللَّهِ لِمَ لَمْ يُخَرِّجَا هَذَا الْحَدِيثَ؟ قَالَ :لِأَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ لَمْ يَسْمَعْهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا سَمِعَهُ مِنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ "، قَالَ الْحَاكِمُ :ثُمَّ نَظَرْتُ فَإِذَا الْأَحْرُفُ الَّتِي سَمِعَهَا مِنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ غَيْرُ هَذِهِ وَلِيَعْلَمَ طَالِبُ هَذَا الْعِلْمِ أَنَّ حَدِيثَ الْمِعْرَاجِ قَدْ سَمِعَ أَنَسٌ بَعْضَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَعْضَهُ مِنْ أَبِي ذَرٍّ الْغِفَارِيِّ، وَبَعْضَهُ مِنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ غَيْرُ هَذِهِ، وَبَعْضَهُ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ (مستدرک حاکم. تحت حديث رقم ۲۷۲، ج ۱ ص ۱۵۴، دار الكتب العلمية -بيروت)

رَوْحَةٍ، فَلِذٰلِکَ سُمِّیَ أَبَا بَکْرٍ الصِّدِّیْقَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ (مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجدِ اقصیٰ کی طرف (معراج کی رات میں) سیرا کرائی گئی، تو صبح کو لوگوں نے اس کے متعلق گفتگو کی، تو کئی ان لوگوں نے اس (واقعہ) کا انکار کیا، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے تھے، اور مشرکین میں سے بعض لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، اور انہوں نے کہا کہ کیا آپ اپنے ساتھی (محمد) پر یقین کرتے ہیں جو یہ گمان کرتے ہیں کہ انہیں رات میں بیتُ المقدس کی طرف لے جایا گیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا واقعی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ بات فرمائی ہے؟ مشرکین نے کہا کہ ہاں! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر انہوں نے واقعی یہ بات فرمائی ہے تو درست فرمائی ہے، مشرکین نے کہا کہ کیا آپ ان کی اس بات میں تصدیق کرتے ہیں کہ وہ رات میں بیتُ المقدس کی طرف گئے، اور صبح ہونے سے پہلے واپس آ گئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک میں تو ان کی اس سے بھی دور والی باتوں کی تصدیق کرتا ہوں، جو وہ آسمان کی خبریں صبح یا شام (بذریعہ وحی) بتلاتے ہیں۔ پس اس واقعہ کی وجہ سے حضرت ابوبکر کا نام ''صدیق'' رضی اللہ عنہ رکھا گیا (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ اس واقعہ کو جلدی سے عقل کا قبول کرنا مشکل تھا، اس لئے اول وہلے میں پوری

---

[1] حدیث نمبر ۴۴۵۸، ج۳ص ۸۱، دار الکتب العلمية -بیروت، واللفظ لهٗ، و حدیث نمبر ۴۴۰۷، ج۳ص ۶۵، دلائل النبوة للبیهقی ج۲ص ۳۶۰، معرفة الصحابة لابی نعیم حدیث نمبر ۶۹.
قال الحاكم تحت حديث رقم ۴۴۰۷: هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ .
وقال الذهبی فی التلخيص: صحيح.
وقال الحاكم تحت حديث رقم ۴۴۵۸:هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ، فَإِنَّ مُحَمَّدَ بْنَ كَثِيرٍ الصَّنْعَانِيَّ صَدُوقٌ .
وقال الألبانی :الصنعانی فيه ضعف من قبل حفظه ، و لذلک أورده الذهبی فی "الضعفاء "و قال : "ضعفه أحمد . "و قال الحافظ فی "التقريب " : "صدوق كثير الغلط . "قلت :فمثله لا يحتج به إذا انفرد ، لكنه قد توبع كما يأتی ، فحديثه لذلک صحيح(السلسلة الصحيحة للالبانی ،تحت حديث رقم ۳۰۶)

www.idaraghufran.org

تصدیق نہ ہونے سے پہلے کئی دوسرے لوگوں کو تو تصدیق کرنے میں تأمل ہوا، لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کے خلافِ عقل ہونے کے باعث اپنے نورِ بصیرت اور قوتِ ایمان کی وجہ سے تصدیق میں تأمل نہیں کیا، اسی وجہ سے ان کا لقب صدیقِ اکبر پڑا۔

اور صدیق کے معنیٰ بہت زیادہ تصدیق کرنے والے کے آتے ہیں۔

اس واقعہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقام اور درجہ بھی معلوم ہوا۔ [1]

بیتُ المقدس میں حاضری اور مشرکین کے سامنے اُس کی صفات کا اظہار

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِنِّیْ أُسْرِیَ بِیَ اللَّیْلَةَ، قَالُوْا: إِلٰی أَیْنَ ؟ قَالَ: إِلٰی بَیْتِ الْمَقْدِسِ، قَالُوْا: ثُمَّ أَصْبَحْتَ بَیْنَ ظَهْرَانَیْنَا ؟قَالَ: نَعَمْ قَالَ: فَمِنْ بَیْنِ مُصَفِّقٍ، وَمِنْ بَیْنِ وَاضِعٍ یَدَهٗ عَلٰی رَأْسِهٖ، مُتَعَجِّبًا لِلْكَذِبِ زَعَمَ قَالُوا: وَهَلْ تَسْتَطِیْعُ أَنْ تَنْعَتَ لَنَا الْمَسْجِدَ ؟ وَفِی الْقَوْمِ مَنْ قَدْ سَافَرَ إِلٰی ذٰلِکَ الْبَلَدِ، وَرَأَی الْمَسْجِدَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: فَذَهَبْتُ أَنْعَتُ فَمَا زِلْتُ أَنْعَتُ حَتّٰی الْتَبَسَ عَلَیَّ بَعْضُ النَّعْتِ، قَالَ: فَجِیْءَ بِالْمَسْجِدِ وَأَنَا أَنْظُرُ حَتّٰی وُضِعَ دُوْنَ دَارِ عِقَالٍ أَوْ عُقَیْلٍ فَنَعَتُّهٗ ، وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَیْهِ،قَالَ: وَكَانَ مَعَ هٰذَا نَعْتٌ لَمْ أَحْفَظْهُ،قَالَ: فَقَالَ الْقَوْمُ: أَمَّا النَّعْتُ فَوَاللّٰہِ لَقَدْ أَصَابَ (مسند أحمد) [2]

---

[1] لِأَنَّ السَّبْقَ إِلَی الْمَعْرِفَةِ لِلْأَشْیَاءِ یُوجِبُ الْفَضِیلَةَ لِلسَّابِقِینَ إِلَیْهَا كَمَا وَجَبَ لِأَبِی بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ بِسَبْقِهِ النَّاسَ إِلَی تَصْدِیقِهِ رَسُولَ اللهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی إِتْیَانِهِ بَیْتَ الْمَقْدِسِ مِنْ مَكَّةَ وَرُجُوعِهِ مِنْهُ إِلَی مَنْزِلِهِ بِمَكَّةَ فِی تِلْکَ اللَّیْلَةِ حَتَّی سُمِّیَ بِذَلِکَ الصِّدِّیقَ، وَإِنْ كَانَ الْمُؤْمِنُونَ جَمِیعًا یَشْهَدُونَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ ذَلِکَ إِذَا وَقَفُوا عَلَیْهِ (شرح مشکل الآثار للطحاوی، تحت حدیث رقم ۱۳٦۷ ،باب بیان مشکل ما روی عن رسول الله صلی الله علیه وسلم فی استغفاره یوم الحدیبیة للمحلقین مرتین وللمقصرین مرة)

[2] حدیث نمبر ۲۸۱۹، مؤسسة الرسالة، بیروت، واللفظ لهٗ؛ السنن الکبری للنسائی، حدیث نمبر ۱۱۲۲۱؛ ودلائل النبوة للبیهقی۔ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ترجمہ: پھر (معراج کی رات گزرنے کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے رات میں سیر کرائی گئی ہے، مشرکین نے کہا کہ کہاں کی سیر کرائی گئی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیتُ المقدس کی، لوگوں نے کہا کہ پھر آپ صبح کے وقت ہمارے درمیان موجود ہیں (یہ کیسے ممکن ہے؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک (میرا کہنا درست ہے) جس پر بعض لوگوں نے تالی بجائی، اور بعض نے جھوٹ کا گمان اور تعجب کرنے کی وجہ سے اپنا ہاتھ سَر پر رکھ لیا۔

لوگوں نے کہا کہ کیا آپ ہمارے سامنے مسجدِ اقصیٰ کی کوئی صفت و کیفیت بیان کر سکتے ہیں؟ اور اس وقت ان لوگوں میں ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے مسجدِ اقصیٰ کے شہر میں سفر کیا تھا، اور مسجدِ اقصیٰ کو دیکھا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اُس مسجد کی صفات بیان کرنی شروع کیں، تو مجھے کچھ صفات میں التباس ہوا (کیونکہ اس وقت ان چیزوں کو اتنے غور سے نہ دیکھا تھا، اور یاد رکھنے کی اتنی ضرورت نہ سمجھی تھی) اتنے میں (بحکمِ الٰہی) مسجدِ اقصیٰ کو نظروں کے سامنے اس طرح کر دیا گیا جیسا کہ وہ دارِ عُقیل کے قریب رکھی ہوئی ہے، میں نے اُس کو دیکھ کر اُس کی صفات بیان کرنا شروع کیں، جو ایسی صفات بھی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إسناده صحيح على شرط الشيخين .روح :هو ابن عُبادة، وعوف :هو ابن أبى جميلة الأعرابى العبدى البصرى .وأخرجه البزار(٥٦. كشف الأستار) من طريق محمد بن جعفر وحده، بهذا الإسناد .وأخرجه ابن أبى شيبة(١١/٤٦٢، ٤٦١)والنسائى فى الكبرى(١١٢٨٥)، والطبرانى (١٢٧٨٢)والبيهقى فى الدلائل(٢/٣٦٣، ٣٦٤)و٣٦٤من طرق عن عوف ابن أبى جميلة، به .وانظر ما سيأتى برقم(٣٥٤٦)وأورده السيوطى فى الدر المنثور(٥/٢٢٢)وزاد نسبته إلى ابن مردويه وأبى نعيم فى "الدلائل"، والضياء فى " .المختارة"، وابن عساكر، وصحح إسناده .وأخرج أحمد٣/٣٧٧، والبخارى(٣٨٨٦)ومسلم (١٧٠)(٢٧٦) من حديث جابر بن عبد الله أن رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال " :لما كذبتنى قريش، قمت فى الحجر، فجلا الله لى بيتَ المقدسِ، فطفقت أخبرهم عن آياته وأنا أنظر إليه ." ونحوه عن أبى هريرة عند مسلم (حاشيه مسند أحمد)

www.idaraghufran.org

تھیں، جو مجھے پہلے یاد نہیں رہی تھیں۔ لوگوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! صفات تو بالکل درست بیان کیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں ہے کہ:

فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ :اُنْظُرُوْا إِلٰى أَبِىْ كَبْشَةَ يَزْعَمُ أَنَّهُ أَتَى بَيْتَ الْمَقْدِسِ اللَّيْلَةَ، قَالَ :نَعَمْ وَقَدْ مَرَرْتُ بِعِيْرٍ لَكُمْ بِمَوْضِعِ كَذَا وَكَذَا، قَدْ أَضَلُّوْا بَعِيْرًا لَهُمْ بِمَكَانٍ كَذَا وَكَذَا ، وَأَنَا مُسَيِّرُهُمْ لَكُمْ يَنْزِلُوْنَ بِكَذَا وَكَذَا، ثُمَّ يَأْتُوْنَكُمْ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا يَقْدُمُهُمْ جَمَلٌ أَدَمٌ، عَلَيْهِ مَسْحٌ أَسْوَدُ وَغِرَارَتَانِ سَوْدَاوَانِ، فَلَمَّا كَانَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ أَشْرَفَ النَّاسُ يَنْظُرُوْنَ، حَتّٰى كَانَ قَرِيْبًا مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ حَتّٰى أَقْبَلَتِ الْعِيْرُ، يَقْدُمُهُمْ ذٰلِكَ الْجَمَلُ كَالَّذِىْ وَصَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ(مسند البزار) [1]

ترجمہ: تو مشرکین نے کہا کہ دیکھو ابو کبشہ کی طرف، یہ گمان کرتا ہے کہ وہ (رات کے وقت) بیتُ المقدس میں گیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک گیا تھا ، اور میں تمہارے فلاں جگہ اس اس طرح کے قافلے کے قریب سے بھی گزرا تھا، جن کا فلاں فلاں جگہ میں اونٹ گم ہوگیا تھا، اور میں اُن کے قریب سے گزرا تھا، اور قافلے کے لوگ فلاں فلاں جگہ ٹھہرے تھے، اور وہ تمہارے پاس فلاں فلاں دن تک پہنچ جائیں گے، جن کے آگے ایک گندمی رنگ کا اونٹ ہوگا، جس کے اوپر ایک سیاہ ٹاٹ (گرم کپڑا) پڑا ہوا ہے، اس پر دو بورے لَدے ہیں۔

پھر جب وہ دن آیا (جس دن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی) تو لوگوں نے دیکھنا شروع کیا، یہاں تک کہ ٹھیک دوپہر کے وقت کے قریب ہوگیا تو وہ قافلہ پہنچ

[1] حدیث نمبر ۳۴۸۴، مکتبة العلوم والحکم -المدینة المنورة، واللفظ لهٗ؛ المعجم الکبیر، حدیث نمبر ۷۱۴۲؛ دلائل النبوة للبیهقی، ج۲ص۳۵۷.

وقال البیهقی بعد نقل هٰذا الحدیث:

هَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ وَرُوِىَ ذَلِكَ مُفَرَّقًا فِي أَحَادِيثَ غَيْرِهِ وَنَحْنُ نَذْكُرُ مِنْ ذَلِكَ إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى مَا حَضَرَنَا(حواله بالا)

گیا، اُن کے آگے اسی طرح کا اونٹ تھا، جس طرح کا اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا تھا (ترجمہ ختم)

مشرکین نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو کبشہ کہا، تو وہ (نعوذ باللہ تعالیٰ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص اور عیب لگانے کے طور پر کہا، کیونکہ ابو کبشہ جاہلیت کے زمانے میں ایک ایسا شخص تھا، جس نے اپنے آباء واجداد کے مذہب کو چھوڑ دیا تھا۔

مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنے گمان میں ایسا سمجھ کر ابو کبشہ کہا۔ [1]

بعض دوسری روایات میں بھی اس واقعے کا مزید تفصیل کے ساتھ ذکر ہے۔ [2]

---

[1] (ابن أبی كبشة) تعريض بالنبی صلى الله عليه وسلم فإن أبا كبشة كان رجلا فی الجاهلية ترک دين آبائه وعبد الشعرى، فكذلک النبی صلى الله عليه وسلم. انتقل إلى دين آخر وترک دين آبائه، -والعياذ بالله مما أرادوه، وقيل :إن أبا كبشة أحد أجداده، وعادة العرب إذا انتقصت أحدا نسبت إلى جد غامض (فيض البارى، كتاب بدء الوحى، أسلم تسلم لى فيه شبهة)

[2] عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ، قَالَ :قَالَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَقَدْ رَأَيْتُنِی فِی الْحِجْرِ وَقُرَيْشٌ تَسْأَلُنِی عَنْ مَسْرَایَ، فَسَأَلَتْنِی عَنْ أَشْيَاءَ مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ لَمْ أُثْبِتْهَا، فَكُرِبْتُ كُرْبَةً مَا كُرِبْتُ مِثْلَهُ قَطُّ، قَالَ " :فَرَفَعَهُ اللهُ لِی أَنْظُرُ إِلَيْهِ، مَا يَسْأَلُونِی عَنْ شَیْءٍ إِلَّا أَنْبَأْتُهُمْ بِهِ، وَقَدْ رَأَيْتُنِی فِی جَمَاعَةٍ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ، فَإِذَا مُوسَى قَائِمٌ يُصَلِّی، فَإِذَا رَجُلٌ ضَرْبٌ، جَعْدٌ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوءَةَ، وَإِذَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَائِمٌ يُصَلِّی، أَقْرَبُ النَّاسِ بِهِ شَبَهًا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ الثَّقَفِیُّ، وَإِذَا إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَائِمٌ يُصَلِّی، أَشْبَهُ النَّاسِ بِهِ صَاحِبُكُمْ -يَعْنِی نَفْسَهُ- فَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَأَمَمْتُهُمْ، فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنَ الصَّلَاةِ قَالَ قَائِلٌ :يَا مُحَمَّدُ، هَذَا مَالِكٌ صَاحِبُ النَّارِ، فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَالْتَفَتُّ إِلَيْهِ، فَبَدَأَنِی بِالسَّلَامِ (مسلم، حديث نمبر ۱۷۲، كتاب الايمان، باب ذكر المسيح ابن مريم، والمسيح الدجال)

عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ أُمِّ هَانِءٍ بِنْتِ أَبِی طَالِبٍ، قَالَتْ........ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ :يَا مُحَمَّدُ هَلْ مَرَرْتَ بِإِبِلٍ لَنَا فِی مَكَانِ كَذَا وَكَذَا؟ قَالَ :نَعَمْ وَاللهِ، وَجَدْتُهُمْ قَدْ أَضَلُّوا بَعِيرًا لَهُمْ فَهُمْ فِی طَلَبِهِ، فَقَالَ :هَلْ مَرَرْتَ بِإِبِلٍ لِبَنِی فُلَانٍ، قَالَ :نَعَمْ، فِی مَكَانِ كَذَا وَكَذَا قَدِ انْكَسَرَتْ لَهُمْ نَاقَةٌ حَمْرَاءُ فَوَجَدْتُهُمْ، وَعِنْدَهُمْ قَصْعَةٌ مِنْ مَاءٍ فَشَرِبْتُ مَا فِيهَا، قَالُوا :فَأَخْبِرْنَا عِدَّتَهَا وَمَا فِيهَا مِنَ الرُّعَاةِ، قَالَ :قَدْ كُنْتُ عَنْ عِدَّتِهَا مَشْغُولًا، فَقَامَ فَأُتِیَ بِالْإِبِلِ فَعَدَّهَا وَعَلِمَ مَا فِيهَا مِنَ الرُّعَاةِ، ثُمَّ أَتَى قُرَيْشًا فَقَالَ :سَأَلْتُمُونِی عَنْ إِبِلِ بَنِی فُلَانٍ فَهِیَ كَذَا وَكَذَا، وَفِيهَا مِنَ الرُّعَاةِ فُلَانٌ وَفُلَانٌ، وسَأَلْتُمُونِی عَنْ إِبِلِ بَنِی فُلَانٍ فَهِیَ كَذَا وَكَذَا، وَفِيهَا مِنَ الرُّعَاةِ ابْنُ أَبِی قُحَافَةَ، وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ، وَهِیَ مُصَبِّحَتُكُمْ بِالْغَدَاةِ عَلَى الثَّنِيَّةِ، قَالَ: فَغَدَوْا إِلَى الثَّنِيَّةِ يَنْظُرُونَ أَصَدَقَهُمْ مَا قَالَ، فَاسْتَقْبَلُوا الْإِبِلَ، فَسَأَلُوا هَلْ ضَلَّ لَكُمْ بَعِيرٌ؟ قَالُوا :نَعَمْ، فَسَأَلُوا الْآخَرَ هَلِ انْكَسَرَتْ لَكُمْ نَاقَةٌ حَمْرَاءُ؟ قَالُوا :نَعَمْ، قَالُوا :فَهَلْ كَانَتْ عِنْدَكُمْ قَصْعَةٌ؟ قَالَ أَبُو بَكْرٍ :أَنَا وَاللهِ وَضَعْتُهَا فَمَا شَرِبَهَا أَحَدٌ وَلَا هَرَاقُوهُ فِی الْأَرْضِ، وَصَدَّقَهُ أَبُو بَكْرٍ وَآمَنَ بِهِ فَسُمِّیَ يَوْمَئِذٍ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات میں بیتُ المقدس میں اور راستے میں جن چیزوں کا مشاہدہ کیا تھا، اُن میں سے بعض چیزوں کا اُس زمانے کے مشرکین بھی انکار نہیں کر سکے۔

براق پر سوار ہونا، اور براق کا شوخی کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِالْبُرَاقِ لَيْلَةً أُسْرِيَ بِهٖ مُسَرَّجًا مُلَجَّمًا لِيَرْكَبَهٗ، فَاسْتَصْعَبَ عَلَيْهِ، فَقَالَ لَهٗ جِبْرِيْلُ :مَا يَحْمِلُكَ عَلٰى هٰذَا ؟ فَوَاللّٰهِ مَا رَكِبَكَ أَحَدٌ قَطُّ أَكْرَمُ عَلَى اللّٰهِ مِنْهُ، فَارْفَضَّ عَرَقًا(مسند أحمد) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس معراج کی رات میں براق کو لایا گیا، جس کو عمدہ لگام ڈالی ہوئی تھی اور اس پر خوبصورت زین بچھی ہوئی تھی، تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوں، تو براق کو یہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اوپر سوار ہونا) دشوار معلوم ہوا، تو براق کو حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ تجھے یہ دشوار کیوں معلوم ہو رہا ہے،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الصِّدِّيقَ(المعجم الكبير للطبراني، حديث نمبر ١٠٥٩)

قالوا :يا مطعم ، دعنا نسأله عما هو أغنى لنا من بيت المقدس ، يا محمد ، أخبرنا عن عيرنا ، فقال : أتيت على عير بنى فلان بالروحاء قد أضلوا ناقة لهم ، وانطلقوا فى طلبها ، فانتهيت إلى رحالهم ليس بها منهم أحد ، وإذا قدح ماء ، فشربت منه ، فسلوهم عن ذلك .فقالوا :هذا والإله آية . قال : ثم انتهيت إلى عير بنى فلان ، فنفرت منى الإبل ، وبرك منها جمل أحمر ، عليه جوالق مخيط ببياض ، لا أدرى أكسر البعير أم لا ، فسلوهم عن ذلك .قالوا :هذه والله آية قال : ثم انتهيت إلى عير بنى فلان فى التنعيم ، يقدمها جمل أورق ، وهاهى ذه تطلع عليكم من الثنية ، فقال الوليد بن المغيرة :ساحر .فانطلقوا ، فنظروا ، فوجدوا الأمر كما قال ، فرموه بالسحر ، وقالوا : صدق الوليد بن المغيرة فيما قال فأنزل الله عز وجل :وما جعلنا الرؤيا التى أريناك إلا فتنة للناس والشجرة الملعونة فى القرآن قلت لأم هانىء ما الشجرة الملعونة فى القرآن ؟ قالت :الذين خوفوا ، فلم يزدهم التخويف إلا طغيانا كبيرا(معجم أبى يعلى الموصلى، حديث نمبر ١٠ ،عن أم هانئ)

[1] حديث نمبر ١٢٦٧٢ ،مؤسسة الرسالة، بيروت.

إسناده صحيح على شرط الشيخين(مسند أحمد)

اللہ کی قسم تیرے اوپر کوئی شخص (آج تک) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر سوار نہیں ہوا، پس (یہ سن کروہ) براق پسینہ پسینہ ہوگیا (ترجمہ ختم)

فائدہ: ''براق'' عربی کا لفظ ہے جس کے ایک معنیٰ ''بجلی'' کے ہیں، اور بجلی کی تیز رفتاری سب کو معلوم ہے، براق کیونکہ تیز ترین سواری تھی، اس لئے اس کا نام بجلی کے نام کے ساتھ رکھا گیا۔

براق دراصل اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ایک تیز ترین سواری ہے، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سواری پر بہت سے نبی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی سوار ہوئے ہیں اور گویا کہ یہ نبیوں کی خاص سواری ہے، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جس شان وشوکت کے ساتھ اس کی سواری نصیب ہوئی وہ بالکل امتیازی ہے۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ براق پر ایک لمبی مدت سے کسی نے سواری نہیں کی تھی، اس لئے براق نے نئی چیز سمجھ کر شوخی کی اور بعض حضرات نے فرمایا کہ براق کی یہ شوخی دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے اوپر سفر کرنے کی خوشی کے غلبہ کی وجہ سے تھی کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے اوپر سوار ہونے سے بہت زیادہ خوشی اور فخر محسوس کررہا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ [1]

مسجدِ اقصیٰ میں حاضری اور براق کو باندھنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] (وعن أنس أن النبی -صلی الله علیه وسلم -أتی) ، أی :جیء (بالبراق لیلة أسری به) : بإضافتها علی البناء وجواز إعرابها منونا، والتقدیر أسری فیها به -صلی الله علیه وسلم -(ملجما مسرجا) ، علی بناء المفعول فیهما أی :موضوعا علیه اللجام والسرج (فاستصعب) ، أی: استعصی البراق (علیه) : ولم یمکنه من الرکوب، ویقال :استصعب علیه الأمر أی صعب، فالمعنی صعب علیه رکوبه باستعصائه (فقال له جبریل :أبمحمد تفعل هذا) ؟ ولم تفعل بغیره أو ولو فعلت بسائر الأنبیاء (فما رکبک أحد أکرم علی الله منه) برفع أکرم وفی نسخة صحیحة، قال التوربشتی :وجدنا الروایة فی أکرم بالنصب، فلعل التقدیر :فما رکبک أحد کان أکرم علی الله منه .(قال) ، أی :النبی -صلی الله علیه وسلم -(فارفض) : بتشدید الضاد المعجمة أی انصب البراق (عرقا) تمییز، والمعنی سال منه العرق حیاء لکون اهتزازه صدر عنه فرحا، وظن أنه وقع استعصاء (مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، ج۹ ص ۳۸۱۹، کتاب الفضائل،باب فی المعجزات،دارالفکر، بیروت)

www.idaraghufran.org

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :أُتِيتُ بِالْبُرَاقِ، وَهُوَ دَابَّةٌ أَبْيَضُ طَوِيْلٌ فَوْقَ الْحِمَارِ، وَدُوْنَ الْبَغْلِ، يَضَعُ حَافِرَهُ عِنْدَ مُنْتَهٰى طَرْفِهِ ، قَالَ :فَرَكِبْتُهُ حَتّٰى أَتَيْتُ بَيْتَ الْمَقْدِسِ ، قَالَ :فَرَبَطْتُهُ بِالْحَلْقَةِ الَّتِيْ يَرْبِطُ بِهِ الْأَنْبِيَاءُ ، قَالَ "ثُمَّ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ، فَصَلَّيْتُ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجْتُ فَجَاءَنِيْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِإِنَاءٍ مِنْ خَمْرٍ ، وَإِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ، فَاخْتَرْتُ اللَّبَنَ، فَقَالَ جِبْرِيْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :اِخْتَرْتَ الْفِطْرَةَ ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے لئے (معراج کی رات میں) براق لایا گیا، جو کہ سفید اور لمبا، گدھے سے اونچا اور خچر سے اونچا جانور تھا، جو اپنے پاؤں حدِ نظر پر رکھتا تھا، میں اس پر سوار ہوا، یہاں تک کہ بیت المقدس آیا، پھر میں نے اس کو اس حلقے کے ساتھ باندھ دیا، جس کے ساتھ انبیاء علیہم السلام باندھا کرتے تھے، پھر میں مسجد میں داخل ہوا، اور اس میں دو رکعتیں پڑھیں، پھر میں نکلا، تو جبریلِ امین میرے پاس شراب کے اور دودھ کے برتن لائے، تو میں نے دودھ کو اختیار کرلیا، جبریل علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ آپ نے فطرت کو اختیار کیا، پھر ہمیں آسمان کی طرف چڑھایا گیا (ترجمہ ختم)

فائدہ: براق کے بھاگنے یا گم ہونے کا ڈر بھی نہیں تھا مگر اس کے باوجود براق کو باندھا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کاموں میں احتیاط کرنا اور اسباب کا اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں جبکہ بھروسہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی ہو، اور اسباب کو اسباب سمجھ کر ہی اختیار کیا جائے (نشر الطیب صفحہ ۲۷ بتغیر)

اور دودھ وغیرہ پیش کیے جانے کی تفصیل آگے آتی ہے۔

---

[1] حدیث نمبر ۱۶۲، ج ۱ ص ۱۴۵، کتاب الایمان، بَابُ الْإِسْرَاءِ بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى السَّمَاوَاتِ، وَفَرْضِ الصَّلَوَاتِ، دار إحياء التراث العربی -بيروت.

Idara Ghufran

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیتُ المقدس میں انبیائے کرام کی امامت فرمانا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

وَقَدْ رَأَيْتُنِي فِي جَمَاعَةٍ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ، فَإِذَا مُوسٰى قَائِمٌ يُصَلِّيْ، فَإِذَا رَجُلٌ ضَرْبٌ، جَعْدٌ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَةَ، وَإِذَا عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَائِمٌ يُصَلِّيْ، أَقْرَبُ النَّاسِ بِهٖ شَبَهًا عُرْوَةَ بْنَ مَسْعُوْدٍ الثَّقَفِيِّ، وَإِذَا إِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَائِمٌ يُصَلِّيْ، أَشْبَهُ النَّاسِ بِهٖ صَاحِبُكُمْ -يَعْنِيْ نَفْسَهٗ- فَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَأَمَمْتُهُمْ، فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنَ الصَّلَاةِ قَالَ قَائِلٌ: يَا مُحَمَّدُ، هٰذَا مَالِكٌ صَاحِبُ النَّارِ، فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَالْتَفَتُّ إِلَيْهِ، فَبَدَأَنِيْ بِالسَّلَامِ (مسلم) [1]

ترجمہ: اور میں نے اپنے آپ کو انبیائے کرام کی جماعت میں دیکھا، اور موسیٰ علیہ السلام کو کھڑے ہوکر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، تو وہ درمیانی قد کے گھنگھریالے بالوں والے آدمی تھے، گویا کہ وہ ''شنوءۃ'' (یمن کے مخصوص) لوگوں میں سے ہیں، اور میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو کھڑے ہوکر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، جو لوگوں میں عروہ بن مسعود ثقفی (صحابی) کے زیادہ مشابہ تھے، اور ابراہیم علیہ السلام کو بھی کھڑے ہوکر نماز پڑھتے دیکھا، جو لوگوں میں تمہارے ساتھی یعنی میرے مشابہ تھے، پھر نماز کا وقت ہوگیا، تو میں نے اُن کی امامت کرائی، پھر جب میں نماز سے فارغ ہوگیا تو ایک کہنے والے نے کہا کہ اے محمد! یہ مالک ہیں، آگ (یعنی جہنّم) کے نگران، تو آپ اُن کو سلام کیجیے، میں ان کی طرف متوجہ ہوا، تو انہوں نے فوراً ہی خود مجھے سلام کیا (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں ہے کہ:

---

[1] حديث نمبر ۱۷۲، ج ۱ ص ۱۵۶، كتاب الايمان، باب فِي ذِكْرِ الْمَسِيحِ ابْنِ مَرْيَمَ وَالْمَسِيحِ الدَّجَّالِ، دار إحياء التراث العربي -بيروت، واللفظ لهٗ؛ شرح مشكل الآثار للطحاوي، ۵۰۱۱.

www.idaraghufran.org

فَلَمَّا دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ الْأَقْصٰى قَامَ يُصَلِّيْ، ثُمَّ الْتَفَتَ فَإِذَا النَّبِيُّوْنَ أَجْمَعُوْنَ يُصَلُّوْنَ مَعَهُ (مسنداحمد) [1]

ترجمہ: پھر جب (معراج کی رات) نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ اقصیٰ میں داخل ہوئے، تو آپ نے کھڑے ہوکر نماز پڑھی، پھر مڑکر دیکھا تو سب نبی آپ کے ساتھ (یعنی آپ کی اقتداء میں) نماز پڑھ رہے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أُتِيتُ بِدَابَّةٍ فَوْقَ الْحِمَارِ وَدُوْنَ الْبَغْلِ خَطْوُهَا عِنْدَ مُنْتَهٰى طَرْفِهَا، فَرَكِبْتُ وَمَعِيَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَسِرْتُ فَقَالَ :اَنْزِلْ فَصَلِّ فَفَعَلْتُ. فَقَالَ :أَتَدْرِيْ أَيْنَ صَلَّيْتَ؟ صَلَّيْتَ بِطَيْبَةَ وَإِلَيْهَا الْمُهَاجَرُ، ثُمَّ قَالَ :اَنْزِلْ فَصَلِّ فَصَلَّيْتُ، فَقَالَ :أَتَدْرِيْ أَيْنَ صَلَّيْتَ؟ صَلَّيْتَ بِطُوْرِ سَيْنَاءَ حَيْثُ كَلَّمَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ، ثُمَّ قَالَ :اَنْزِلْ فَصَلِّ فَنَزَلْتُ فَصَلَّيْتُ .فَقَالَ :أَتَدْرِيْ أَيْنَ صَلَّيْتَ؟ صَلَّيْتَ بِبَيْتِ لَحْمٍ حَيْثُ وُلِدَ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ .ثُمَّ دَخَلْتُ بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَجُمِعَ لِيَ الْأَنْبِيَاءُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ ,فَقَدَّمَنِيْ جِبْرِيْلُ حَتّٰى أَمَمْتُهُمْ، ثُمَّ صُعِدَ بِيْ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا (سنن نسائی) [2]

ترجمہ: (معراج کی رات میں) میرے پاس ایک جانور (براق) لایا گیا جو کہ گدھے سے اونچا اور خچر سے چھوٹا تھا، اس کے قدم حدِ نظر پر پڑتے تھے، تو میں اس پر سوار ہوگیا،

---

[1] ۲۳۲۴، مؤسسة الرسالة، بيروت.
إسناده ضعيف، قابوس مختلف فيه، وقد تقدمت ترجمته قريباً، وباقي رجاله ثقات رجال الشيخين، وصحح ابن كثير إسناده في التفسير ۲٦/۵ قلنا :ولجُمله شواهد (حاشيه مسنداحمد)

[2] حديث نمبر ۴۵۰، كتاب الصلاة، باب فرض الصلاة ,وذكر اختلاف الناقلين، مكتب المطبوعات الإسلامية -حلب، تاريخ مدينة دمشق لابن عساكر، تحت ترجمة يزيد بن عبد الرحمن بن أبي مالك هانئ الهمداني ، ج۶۵ ص ۲۸۱ وص ۲۸۲.

اور میرے ساتھ جبریل علیہ السلام بھی تھے، پھر میں چلا تو حضرت جبریل نے فرمایا کہ یہاں اتر کر (نفل) نماز پڑھ لیجئے ، میں نے اتر کر نماز پڑھی، پھر جبریلِ امین نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے کس جگہ نماز پڑھی؟ آپ نے طَیبہ (یعنی مدینہ طیبہ) میں نماز پڑھی ہے، جہاں آپ (بعد میں) ہجرت فرمائیں گے، پھر (ایک مقام پر پہنچ کر) جبریلِ امین نے کہا (یہاں بھی) اتر کر نماز پڑھیے، میں نے اتر کر نماز پڑھی، پھر جبریلِ امین نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی؟ آپ نے طُورِ سینا میں اس جگہ نماز پڑھی، جہاں اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا، پھر (ایک مقام پر پہنچ کر) جبریلِ امین نے کہا (یہاں بھی) اتر کر نماز پڑھیے، میں نے اتر کر نماز پڑھی، پھر جبریلِ امین نے کہا کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی؟ آپ نے دراصل بیتِ لحم میں نماز پڑھی، جہاں عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی، پھر میں بیتُ المقدس میں داخل ہوا، پھر میرے لیے انبیائے کرام علیہم السلام کو جمع کیا گیا، پھر مجھے جبریل نے آگے کیا، یہاں تک کہ میں نے انبیائے کرام کی امامت کرائی، پھر مجھے آسمانِ دنیا کی طرف لے جایا گیا (ترجمہ ختم)

یہ روایت سند کے لحاظ سے معتبر ہے۔ [1]

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

ثُمَّ دَخَلْتُ بَيْتَ الْمَقْدِسِ ,فَجُمِعَ لِي الْأَنْبِيَاءُ فَصَلَّيْتُ بِهِمْ ثُمَّ صُعِدَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا (مسند الشاميين) [2]

ترجمہ: پھر میں بیتُ المقدس میں داخل ہوا، پھر میرے لیے انبیائے کرام کو جمع کیا گیا، تو میں نے ان کو نماز پڑھائی، پھر مجھے آسمانِ دنیا پر لے جایا گیا (ترجمہ ختم)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

---

[1] اس کی سند پر کلام آگے ''طَیبہ ،طورِ سینا اور بیتِ لحم میں نماز پڑھنا'' کے ذیل میں آتا ہے۔

[2] حديث نمبر ۳۴۱ ،مؤسسة الرسالة، بيروت.

www.idaraghufran.org

فَحُمِلْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ انْطَلَقْنا حَتّٰى أَتَيْنَا إِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَصَلَّيْتُ فِيْهِ بِالنَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ إِمَامًا، ثُمَّ عُرِجَ بِيْ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيا (تفسیر طبری) [۱]

ترجمہ: پھر میں اُس براق پر سوار ہوگیا، یہاں تک کہ ہم بیتُ المقدس تک پہنچ گئے، پھر میں نے بیتُ المقدس میں نبیوں اور رسولوں کو امامت کر کے نماز پڑھائی، پھر مجھے آسمانِ دنیا پر لے جایا گیا (ترجمہ ختم)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا جَاءَ بَيْتَ الْمَقْدِسِ فِي اللَّيْلَةِ الَّتِيْ أُسْرِيَ بِهٖ إِلَيْهِ فِيْهَا، بُعِثَ لَهُ آدَمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ دُوْنَهُ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ، وَأَمَّهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (شرح مشكل الآثار للطحاوى) [۲]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت المقدس میں تشریف لائے، اس رات جبکہ آپ کو اُس کی طرف سیر کرائی گئی تھی، تو حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام اور اور اُن سے نیچے کے انبیاء علیہم السلام کو آپ کے لیے بھیجا گیا، اور ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت فرمائی (ترجمہ ختم)

اور حضرت امِ ہانی رضی اللہ عنہا کی لمبی حدیث میں ہے کہ:

فَأَتَانِيْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَذَهَبَ بِيْ إِلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ، فَإِذَا دَابَّةٌ أَبْيَضُ، فَوْقَ الْحِمَارِ، وَدُوْنَ الْبَغْلِ، مُضْطَرِبُ الْأُذُنَيْنِ، فَرَكِبْتُهُ، فَكَانَ يَضَعُ حَافِرَهُ مَدَّ بَصَرِهٖ، إِذَا أَخَذَ بِيْ فِيْ هُبُوْطٍ طَالَتْ يَدَاهُ، وَقَصُرَتْ رِجْلَاهُ، وَإِذَا أَخَذَ بِيْ فِيْ صُعُوْدٍ طَالَتْ رِجْلَاهُ، وَقَصُرَتْ يَدَاهُ، وَجِبْرِيْلُ

---

[۱] ج۱۷ ص۳۲، تحت آیت ۱ من سورة الاسراء، مؤسسة الرسالة، بيروت.

[۲] حديث نمبر ۵۰۰۹، بَابُ بَيَانِ مُشْكِلِ مَا رُوِيَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِمَامَتِهِ فِي اللَّيْلَةِ الَّتِي أُسْرِيَ بِهِ فِيهَا إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ، هَلْ كَانَتْ لِكُلِّ الْأَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمْ، أَوْ لِبَعْضِهِمْ دُونَ بَعْضٍ ؟مؤسسة الرسالة، بيروت، تفسير طبرى، ج۱۷ ص۳۳۶، تحت آيت ۱ من سورة الاسراء؛ تهذيب الآثار للطبرى حديث نمبر۷۵۷.

www.idaraghufran.org

عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَفُوتُنِي، حَتّٰى انْتَهَيْتُ إِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ، فَأَوْثَقْتُهُ بِالْحَلْقَةِ الَّتِي كَانَتِ الْأَنْبِيَاءُ تُوْثِقُ بِهَا، فَنُشِرَ لِي رَهْطٌ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ فِيهِمْ: إِبْرَاهِيمُ، وَمُوسٰى، وَعِيسٰى عَلَيْهِمُ السَّلَامُ، فَصَلَّيْتُ بِهِمْ، وَكَلَّمْتُهُمْ

(معجم أبي يعلى الموصلي) [1]

ترجمہ: پس میرے پاس جبریل علیہ السلام تشریف لائے، اور مجھے مسجد کے دروازے کی طرف لے گئے، تو وہاں ایک سفید رنگ کا جانور تھا، جو گدھے سے اونچا اور خچر سے نیچا تھا، جو کانوں کو حرکت دے رہا تھا، پس میں اس پر سوار ہوگیا، اور وہ اپنے پاؤں حدِ نگاہ تک رکھتا تھا، جب مجھے لے کر نیچے اُترتا تھا، تو اس کے اگلے پاؤں لمبے اور پچھلے پاؤں چھوٹے ہوجاتے تھے (جو نیچے کی طرف تیزی سے چلنے میں معین ہوتے تھے) اور جب مجھے اونچائی کی طرف لے کر چڑھتا تھا، تو اس کے پچھلے پاؤں لمبے اور اگلے ہاتھ چھوٹے ہوجاتے تھے (جو اوپر کی طرف تیزی سے چڑھنے میں معین ہوتے تھے) اور جبریل علیہ السلام مجھ سے غائب نہیں ہوتے تھے، یہاں تک کہ میں بیتُ المقدس میں آ گیا، اور میں نے اُس جانور کو اُس حلقے کے ساتھ باندھ دیا، جس کے ساتھ انبیاء علیہم السلام باندھا کرتے تھے، پھر میرے لیے انبیاء علیہم السلام کی جماعت کو بھیجا گیا، جن میں حضرت ابراہیم، اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام بھی تھے، پھر میں نے اُن کو نماز پڑھائی، اور ان کے ساتھ کلام کیا (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے مروی ہے کہ:

أَنَّ جِبْرِيلَ، أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبُرَاقِ، فَحَمَلَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَجَعَلَ يَسِيرُ بِهِ، فَإِذَا بَلَغَ مَكَانًا مَطَّاطِيًا طَالَتْ يَدَاهَا وَقَصُرَتْ رِجْلَاهَا حَتّٰى تَسْتَوِيَ بِهِ، وَإِذَا بَلَغَ مَكَانًا مُرْتَفِعًا قَصُرَتْ يَدَاهَا وَطَالَتْ رِجْلَاهَا حَتّٰى تَسْتَوِيَ.......... ثُمَّ انْطَلَقْنَا حَتّٰى أَتَيْنَا بَيْتَ الْمَقْدِسِ، فَإِذَا هُوَ بِنَفَرٍ

[1] حديث نمبر ١٠ ،باب المحمدين صلى الله على محمد وآله وسلم،إدارة العلوم الأثرية - فيصل آباد، الباكستان.

www.idaraghufran.org

جُلُوْسٍ، فَقَالُوْا حِيْنَ أَبْصَرُوْهُ مَرْحَبًا بِمُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ، وَإِذَا فِي النَّفَرِ الْجُلُوْسِ شَيْخٌ، فَقَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: هٰذَا أَبُوْكَ إِبْرَاهِيْمُ، ثُمَّ سَأَلَهُ فَقَالَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: مُوْسٰى، ثُمَّ سَأَلَهُ مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: هٰذَا عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ، ثُمَّ أُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ، فَتَدَافَعُوْا حَتّٰى قَدَّمُوْا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَتَوْا بِأَشْرِبَةٍ فَاخْتَارَ مُحَمَّدٌ اللَّبَنَ، فَقَالَ لَهُ جِبْرِيْلُ: أَصَبْتَ الْفِطْرَةَ ثُمَّ قِيْلَ لَهُ: قُمْ مَعِيَ إِلٰى رَبِّكَ (المعجم الاوسط) [1]

ترجمہ: جبریل علیہ السلام، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس براق لائے، جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سامنے سوار کیا، اور وہ براق آپ کو لے کر چلنے لگا، پھر وہ جب کسی نشیبی جگہ میں پہنچتا، تو اس کے اگلے پاؤں لمبے اور پچھلے پاؤں چھوٹے ہو جاتے تھے، اور یہ حالت اس وقت تک رہتی تھی جب تک ہموار جگہ میں نہیں پہنچ جاتا تھا، اور جب وہ کسی اونچی جگہ میں پہنچتا تو اس کے اگلے پاؤں چھوٹے اور پچھلے پاؤں لمبے ہو جاتے تھے، اور یہ حالت اس وقت تک رہتی تھی جب تک ہموار جگہ میں نہیں پہنچ جاتا تھا پھر (حدیث کے آخر میں ہے کہ گزرتے گزرتے) ہم بیت المقدس میں پہنچ گئے، تو وہاں بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کہا: مرحبا محمد نبی اُمی، اور اُن لوگوں میں ایک بوڑھے شخص بھی تھے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ یہ کون ہیں؟ جبریل نے کہا کہ یہ آپ کے باپ ابراہیم ہیں، پھر سوال کیا کہ یہ کون ہیں؟ تو جبریل نے کہا کہ موسیٰ، پھر سوال کیا کہ یہ کون ہیں؟ تو جبریل نے کہا کہ عیسیٰ بن مریم، پھر نماز کھڑی کی گئی تو انہوں نے ایک دوسرے کو آگے کرنا چاہا، یہاں تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو امامت کے لیے آگے کیا، پھر چند مشروب لائے گئے، جس میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کو اختیار کیا، تو جبریل علیہ السلام نے کہا کہ آپ نے فطرت کو حاصل کیا ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] للطبرانی حدیث نمبر ۳۸۷۹، دارالحرمین، القاهرة.

www.idaraghufran.org

سے کہا گیا کہ آپ کھڑے ہوجائیں، اور میرے ساتھ (آسمان پر) اپنے رب کی طرف تشریف لے چلیں (ترجمہ ختم)

اورحضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

ثُمَّ مَضَيْنَا إِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ، فَرَبَطْتُ الدَّابَّةَ بِالْحَلْقَةِ الَّتِيْ يَرْبِطُ بِهَا الْأَنْبِيَاءُ، ثُمَّ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ، وَنُشِرَتْ لِيَ الْأَنْبِيَاءُ مَنْ سَمَّى اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ وَمَنْ لَّمْ يُسَمِّ، فَصَلَّيْتُ بِهِمْ إِلَّا أُولِي الْبَقَرِ عِيْسٰى وَمُوْسٰى وَإِبْرَاهِيْمَ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِمْ وَسَلَّمَ (المعجم الكبير [1]

ترجمہ: پھر ہم بیت المقدس کی طرف گئے، اور میں نے براق کو اس حلقے کے ساتھ باندھ دیا، جس کے ساتھ انبیائے کرام باندھا کرتے تھے، پھر میں مسجدِ اقصیٰ میں داخل ہوا، اور میرے لیے اُن سب انبیاء کو جمع کیا گیا، جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نام ذکر فرمایا ہے، اور جن کا نام ذکر نہیں فرمایا، پھر میں نے اُن کو نماز پڑھائی، سوائے عیسیٰ، موسیٰ اور ابراہیم علیہم الصلاۃ والسلام کے (ترجمہ ختم)

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث کیونکہ سند کے لحاظ سے کمزور ہے، اور اس حدیث میں جو ان تین نبیوں کا استثناء مذکور ہے، وہ دوسری صحیح وکثیر احادیث کے خلاف ہے، اکثر احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سب نبیوں کی امامت کرنا مذکور ہے، اور بعض احادیث میں حضرت موسیٰ، عیسیٰ وابراہیم علیہم السلام کی امامت کی بھی صراحت ہے۔

اس لئے راجح یہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے نبیوں کے ساتھ ساتھ ان تین نبیوں کی

---

[1] للطبرانی، حدیث نمبر ٩٩٧٦، مکتبة ابنِ تیمیة القاهرة، واللفظ لهٗ، مسند ابی یعلیٰ الموصلی، حدیث نمبر ٥٠٣٦، مستدرک حاکم حدیث نمبر ٨٧٩٣، مسند البزار، حدیث نمبر ١٥٦٨، حلیة الاولیاء ج۴ ص ٢٣۴، شرح مشکل الآثار، حدیث نمبر ٥٠٠٨.

قال الحاکم: هَذَا حَدِيثٌ تَفَرَّدَ بِهِ أَبُو حَمْزَةَ مَيْمُونٌ الْأَعْوَرُ، وَقَدِ اخْتَلَفَتْ أَقَاوِيلُ أَئِمَّتِنَا فِيهِ وَقَدْ أَتَى بِزِيَادَاتٍ لَمْ يُخْرِجْهَا الشَّيْخَانِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فِي ذِكْرِ الْمِعْرَاجِ.

وقال العقیلی:

وهذا الحدیث یروی من غیر هذا الوجه بإسناد جید (الضعفاء الکبیر للعقیلی، تحت حدیث رقم ١٩۴٢، تحت ترجمة میمون ابوحمزة القصاب کوفی)

Idara Ghufran

امامت بھی فرمائی تھی۔ ۱؎

۱؎ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ بات اس لیے ارشاد فرمائی کہ ان نبیوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیت المقدس کے باہر ملاقات ہو چکی تھی، اور وہ امامت کے وقت بیت المقدس سے باہر تھے۔

اس لئے ممکن ہے کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ احادیث نہ پہنچ سکی ہوں (اگر اُن کو یہ احادیث پہنچ جاتیں، تو یقیناً وہ بھی اس کا ذکر فرماتے) اور اللہ تعالیٰ کے لیے آناً فاناً ایک جگہ سے دوسری جگہ نبیوں کو منتقل کرنا کوئی بعید نہیں، خاص طور پر جبکہ معراج کی رات کے واقعات ہی سب کے سب غیر عادی اور معجزانہ ہیں، ان کے ہوتے ہوئے اس چھوٹی سی بات کو تسلیم کر لینے میں کیا مانع ہے؟

اور ہمارے نزدیک راجح یہی ہے کہ اس حدیث کا یہ استثناء دوسری صحیح وکثیر احادیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے معتبر نہیں، اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف اس استثناء کی نسبت محلِ نظر ہے۔

اور اوپر امام حاکم کی یہ رائے گزر چکی ہے کہ:

هَـذَا حَـدِيـثٌ تَـفَـرَّدَ بِهِ أَبُو حَمْزَةَ مَيْمُونٌ الْأَعْوَرُ، وَقَدِ اخْتَلَفَتْ أَقَاوِيلُ أَئِمَّتِنَا فِيهِ وَقَدْ أَتَى بِزِيَادَاتٍ لَمْ يُخْرِجْهَا الشَّيْخَانِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فِي ذِكْرِ الْمِعْرَاجِ.

قَـالَ أَبُو جَعْفَرٍ :فَـفِـي هَـذَا الْـحَـدِيـثِ لِقَاؤُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لِلثَّلَاثَةِ الْمُسْتَثْنَيْنَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ الَّـذِيـنَ أَمَّـهُـمْ فِـي الْـحَـدِيـثِ الْأَوَّلِ، وَهُمْ هَؤُلَاءِ الثَّلَاثَةُ الْمُسَمَّوْنَ فِي حَدِيثِهِ هَذَا، فَاحْتُمِلَ أَنْ يَكُونَ الِاسْتِثْنَاءُ الَّذِي فِي حَدِيثِهِ الْأَوَّلِ كَانَ لِذَلِكَ، وَأَنْ يَكُونَ ذَلِكَ الِاسْتِثْنَاءُ مِنَ ابْنِ مَسْعُودٍ لِمَا وَقَفَ مِـنْ لِقَاءِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاهُمْ دُونَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، فَأَخْرَجَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ أَنْ يَكُونُوا صَـلُّـوا مَـعَـهُ فِـي بَيْتِ الْمَقْدِسِ لَا أَنَّهُ سَمِعَ ذَلِكَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ مَا رَوَى أَنَسٌ وَأَبُـو هُـرَيْـرَةَ فِيـهِ إِثْبَاتُ إِمَامَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لَيْلَتَئِذٍ هُنَاكَ جَمِيعَ الْأَنْبِيَاءِ فِيهِمْ هَـؤُلَاءِ الثَّلَاثَةُ، إِذْ كَـانَ قَدْ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ هَؤُلَاءِ الثَّلَاثَةُ بَعْدَ مُرُورِهِ بِهِمْ فِي طَرِيقِهِ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ لَحِقُوا بِهِ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَأَمَّهُمْ مَعَ مَنْ أَمَّهُ مِنْ أَنْبِيَاءِ اللهِ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمْ سِوَاهُمْ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَنَـسِ بْـنِ مَـالِكٍ أَيْـضًا فِي ذَلِكَ مَا يَدُلُّ عَلَى هَذَا الْمَعْنَى (شرح مشكل الآثار، بَابُ بَيَانِ مُشْكِلِ مَا رُوِيَ عَـنْ رَسُـولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِمَامَتِهِ فِي اللَّيْلَةِ الَّتِي أُسْرِيَ بِهِ فِيهَا إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ، هَلْ كَانَتْ لِكُلِّ الْأَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمْ، أَوْ لِبَعْضِهِمْ دُونَ بَعْضٍ ؟)

(فـحانت الصلاة) أى :دخـل وقتهـا، ولـعل المراد بها صلاة التحية، أو يراد بها صلاة المعراج على الـخـصـوصية (فأممتهم) ، أى صـرت لهـم إمـامـا وكنت لهم إماما .فـى شـرح مسلم للنووى :قال القاضى عياض، فإن قيل :كيف رأى موسى عليه السلام يصلى وأم -صلى الله عليه وسلم -الأنبياء فـى بيـت المقدس، ووجدهم على مراتبهم فى السماوات؟ فالجواب :يحتمل أنه -صـلى الله عليه وسلم -رآهـم وصـلـى بهـم فـى بيـت الـمقدس، ثم صعدوا إلى السماء ، فوجدهم فيها، وأن يكون اجتماعهم وصلاته معهم بعد انصرافه ورجوعه عن سدرة المنتهى اهـ.

والأظهـر أنـه لا مـنـع مـن الـجـمـع حيث لا يخالفه العقل والسمع، مع أن الأمور الخارقة للعادة عن الكيفية العقلية خارجة، فقد روى أنه قيل للسيد عبد القادر -رحمه الله :-إن قضيب البان ما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور بعض حضرات نے جو یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات بیت المقدس میں نماز نہیں پڑھی، یہ دلائل کے لحاظ سے کمزور بات ہے۔ [1]

اور اکثر احادیث سے امامت کا واقعہ آسمان پر تشریف لے جانے سے پہلے کا معلوم ہوتا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يصلي، فقال :لا تقولوا فإن رأسه دائما على باب الكعبة ساجد، وتشكله بصوره المتعددة في الأماكن المختلفة معروف عند طبقة الصوفية، فكأن الأنبياء عليهم السلام كانوا يصلون في قبورهم، ويستزيدون في سرورهم بنورهم وظهورهم، فلما تبين لهم إسراء سيد الأنبياء إلى جهة السماء استقبلوه، واجتمعوا معه في بيت المقدس الذي هو مقر الأصفياء ، واقتدوا بالإمام الحي الذي هو أفضل رجال الطي، ثم تقدموا بطريق المشايعة وآداب المتابعة إلى السماوات، وتوقف كل فيما أعطاه الله تعالى من المقامات، فمر عليهم وخص كلا بالسلام عليه وهم أظهر، والترحيب والتعظيم لديه مع سائر الملائكة المقربين وحملة العرش والكروبيين إلى أن تجاوز عن سدرة المنتهى(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج ۹ ص ۳۷۷۴، كتاب الفضائل،باب في المعراج)

[1] قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ :وَكَانَ مَا رُوِّينَاهُ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَأَنَسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِثْبَاتِ صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُنَاكَ أَوْلَى مِنْ نَفْيِ حُذَيْفَةَ أَنْ يَكُونَ صَلَّى هُنَاكَ ؛ لِأَنَّ إِثْبَاتَ الْأَشْيَاءِ أَوْلَى مِنْ نَفْيِهَا ؛ وَلِأَنَّ الَّذِي قَالَهُ حُذَيْفَةُ :إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ صَلَّى هُنَاكَ لَوَجَبَ عَلَى أُمَّتِهِ أَنْ يَأْتُوا ذَلِكَ الْمَكَانَ، وَيُصَلُّوا فِيهِ، كَمَا فَعَلَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّ ذَلِكَ مِمَّا لَا حُجَّةَ لِحُذَيْفَةَ فِيهِ، إِذْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَ يَأْتِي مَوَاضِعَ وَيُصَلِّي فِيهَا، لَمْ يَكْتُبْ عَلَيْنَا إِتْيَانَهَا، وَلَا الصَّلَوَاتِ فِيهَا، بَلْ قَدْ نَهَى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَنْ تَتَبُّعِ تِلْكَ الْمَوَاضِعِ وَالصَّلَوَاتِ فِيهَا (شرح مشكل الآثار، بَابُ بَيَانِ مُشْكِلِ مَا رُوِيَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِمَامَتِهِ فِي اللَّيْلَةِ الَّتِي أُسْرِيَ بِهِ فِيهَا إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ، هَلْ كَانَتْ لِكُلِّ الْأَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمْ، أَوْ لِبَعْضِهِمْ دُونَ بَعْضٍ ؟ مؤسسة الرسالة ،بيروت)

[2] قال القاضي عياض :يحتمل أن يكون -صلى الله عليه وسلم -صلى بالأنبياء جميعًا في بيت المقدس، ثم صعد منهم إلى السماء من ذكر أنه عليه السلام رآه في السماوات ويحتمل أن يكون صلى بهم بعد أن هبط من السماء ، فهبطوا أيضًا، والأظهر أن صلاته بهم في بيت المقدس كان قبل العروج .انتهى.وقال ابن كثير :صلى بهم ببيت المقدس قبل العرج وبعده، فإن في الحديث ما يدل على ذلك، ولا مانع منه، انتهى . (المواهب اللدنية، المجلد الثامن، صفحه ۱۱۳، ۱۱۴، المقصد الخامس :في تخصيصه عليه الصلاة والسلام بخصائص المعراج والإسراء)

"قال القاضي عياض :يحتمل أن يكون -صلى الله عليه وسلم -صلى بالأنبياء جميعًا في بيت المقدس قبل العروج .قال الشامي :وهو الذي تظافرت به الروايات، واستظهره الحافظ "ثم صعد منهم إلى السماء من ذكر أنه عليه السلام رآه في السموات "آدم، فيحيى وعيسى، فيوسف، فإدريس، فهارون فموسى فإبراهيم، "ويحتمل أن يكون صلى بهم بعد أن هبط من السماء فهبطوا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ساتوں آسمانوں پر مختلف انبیائے کرام سے سلام وکلام

حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

فَانْطَلَقَ بِیْ جِبْرِیْلُ حَتّٰی أَتَی السَّمَاءَ الدُّنْیَا فَاسْتَفْتَحَ، فَقِیْلَ مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِیْلُ، قِیْلَ :وَمَنْ مَّعَکَ؟ قَالَ :مُحَمَّدٌ، قِیْلَ :وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَیْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قِیْلَ :مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِیْءُ جَاءَ فَفَتَحَ، فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا فِیْهَا آدَمُ، فَقَالَ :هٰذَا أَبُوْکَ آدَمُ فَسَلِّمْ عَلَیْهِ، فَسَلَّمْتُ عَلَیْهِ، فَرَدَّ السَّلَامَ، ثُمَّ قَالَ :مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ، وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ، ثُمَّ صَعِدَ بِیْ حَتّٰی أَتَی السَّمَاءَ الثَّانِیَةَ، فَاسْتَفْتَحَ قِیْلَ :مَنْ هٰذَا؟ قَالَ :جِبْرِیْلُ، قِیْلَ :وَمَنْ مَعَکَ؟ قَالَ :مُحَمَّدٌ، قِیْلَ :وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَیْهِ؟ قَالَ :نَعَمْ، قِیْلَ :مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِیْءُ جَاءَ فَفَتَحَ، فَلَمَّا خَلَصْتُ إِذَا یَحْیٰی وَعِیْسٰی، وَهُمَا اِبْنَا الْخَالَةِ، قَالَ :هٰذَا یَحْیٰی وَعِیْسٰی فَسَلِّمْ عَلَیْهِمَا، فَسَلَّمْتُ فَرَدَّا، ثُمَّ قَالَا: مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ، وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ، ثُمَّ صَعِدَ بِیْ إِلَی السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ، فَاسْتَفْتَحَ، قِیْلَ :مَنْ هٰذَا؟ قَالَ :جِبْرِیْلُ، قِیْلَ :وَمَنْ مَّعَکَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ، قِیْلَ :وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَیْهِ؟ قَالَ :نَعَمْ، قِیْلَ :مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِیْءُ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أیضًا "للصلاة معه .قال الشامی :وصححه ابن کثیر، وقوله :والأظهر أن صلاته بهم ببیت المقدس کان قبل العروج، انتهی "ظاهره أنه من کلام عیاض، ولیس کذلک .إنما هو للحافظ، ذکره فی فتح الباری بعد کلام عیاض، وکذا عزاه له تلمیذه النعمانی، ثم الشامی، ثم الغیطی ".وقال ابن کثیر :صلی بهم ببیت المقدس قبل العروج وبعده، فإن فی الحدیث ما یدل علی ذلک، ولا مانع منه، انتهی "، وهذا منابذ لنقله عن ابن کثیر نفسه، ومن قوله :الظاهر أنه بعد رجوعه إلی ما یأتی بعد أسطر، وقد نسب النعمانی ما هنا لنفسه، وتبعه الشامی فعزا له (شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة، المجلد الثامن، صفحه ۱۱۳، ۱۱۴، المقصد الخامس :فی تخصیصه علیه الصلاة والسلام بخصائص المعراج والإسراء)

www.idaraghufran.org

جَاءَ فَفَتَحَ، فَلَمَّا خَلَصْتُ إِذَا يُوْسُفُ، قَالَ :هٰذَا يُوْسُفُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ :مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ، ثُمَّ صَعِدَ بِيْ حَتّٰى أَتَى السَّمَاءَ الرَّابِعَةَ فَاسْتَفْتَحَ، قِيْلَ :مَنْ هٰذَا؟ قَالَ : جِبْرِيْلُ، قِيْلَ :وَمَنْ مَّعَكَ؟ قَالَ :مُحَمَّدٌ، قِيْلَ :أَوَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قِيْلَ :مَرْحَبًا بِهٖ، فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ فَفَتَحَ، فَلَمَّا خَلَصْتُ إِلٰى إِدْرِيْسَ، قَالَ :هٰذَا إِدْرِيْسُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ : مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ، ثُمَّ صَعِدَ بِيْ، حَتّٰى أَتَى السَّمَاءَ الْخَامِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ، قِيْلَ :مَنْ هٰذَا؟ قَالَ :جِبْرِيْلُ، قِيْلَ :وَمَنْ مَّعَكَ؟ قَالَ :مُحَمَّدٌ، قِيْلَ :وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ :نَعَمْ، قِيْلَ :مَرْحَبًا بِهٖ، فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ، فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا هَارُوْنُ، قَالَ :هٰذَا هَارُوْنُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ :مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ، وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ، ثُمَّ صَعِدَ بِيْ حَتّٰى أَتَى السَّمَاءَ السَّادِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ، قِيْلَ :مَنْ هٰذَا؟ قَالَ : جِبْرِيْلُ، قِيْلَ :مَنْ مَّعَكَ؟ قَالَ :مُحَمَّدٌ، قِيْلَ :وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ : نَعَمْ، قَالَ :مَرْحَبًا بِهٖ، فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ، فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا مُوْسٰى، قَالَ: هٰذَا مُوْسٰى فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ :مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ، وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ، فَلَمَّا تَجَاوَزْتُ بَكٰى، قِيْلَ لَهٗ :مَا يُبْكِيْكَ؟ قَالَ :أَبْكِيْ لِأَنَّ غُلَامًا بُعِثَ بَعْدِيْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِهٖ أَكْثَرُ مِمَّنْ يَّدْخُلُهَا مِنْ أُمَّتِيْ، ثُمَّ صَعِدَ بِيْ إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيْلُ، قِيْلَ :مَنْ هٰذَا؟ قَالَ :جِبْرِيْلُ، قِيْلَ :وَمَنْ مَّعَكَ؟ قَالَ :مُحَمَّدٌ، قِيْلَ : وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟ قَالَ :نَعَمْ، قَالَ :مَرْحَبًا بِهٖ، فَنِعْمَ الْمَجِيْءُ جَاءَ، فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا إِبْرَاهِيْمُ قَالَ :هٰذَا أَبُوْكَ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، قَالَ :فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ السَّلَامَ، قَالَ :مَرْحَبًا بِالِابْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ (بخاری) [1]

---

[1] کتاب المناقب، بَابُ الْمِعْرَاجِ، حدیث نمبر۳۸۸۷،دارطوق النجاة، بیروت.

www.idaraghufran.org

ترجمہ: پس مجھے جبریل لے کر چلے، یہاں تک کہ آسمانِ دنیا پر پہنچے، اور دروازہ کھلوانے کا کہا، اُن سے کہا گیا کہ یہ کون ہے؟ کہا کہ جبریل، پوچھا گیا، اور آپ کے ساتھ کون ہے، جبریل نے کہا، محمد، پوچھا گیا کہ کیا آپ کو اُن کی طرف (ان کو لانے کے لئے) بھیجا گیا تھا، جبریل نے کہا کہ جی ہاں، کہا گیا کہ اُن کو مرحبا، آنا بہت اچھا ہے، پس دروازہ کھول دیا، تو جب میں داخل ہوا تو حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا، جبریل نے کہا کہ یہ آپ کے باپ ہیں، ان کو سلام کیجیے، میں نے ان کو سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا، پھر فرمایا کہ مرحبا نیک بیٹے، اور نیک نبی۔

پھر مجھے جبریل اوپر لے کر چڑھے، یہاں تک کہ دوسرے آسمان پر آئے، پھر دروازہ کھولنے کو کہا، پوچھا گیا کہ یہ کون ہے؟ کہا کہ جبریل، پوچھا گیا اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ جبریل نے کہا کہ محمد، پوچھا گیا کہ کیا ان کی طرف بھیجا گیا تھا، جبریل نے کہ کہا کہ جی ہاں، کہا گیا کہ ان کو مرحبا ہو، بہت اچھا آنا ہے، پس دروازہ کھول دیا، پس جب میں داخل ہوا، تو حضرت یحییٰ اور حضرت عیسی علیہما السلام کو دیکھا، اور وہ دونوں خالہ زاد ہیں (حضرت یحییٰ کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کی خالہ ہیں، تو حضرت عیسیٰ کی خالہ کے نواسے ہیں) جبریل نے کہا کہ یہ یحییٰ اور عیسیٰ ہیں، ان کو سلام کیجیے، میں نے سلام کیا، ان دونوں نے جواب دیا، پھر کہا مرحبا، نیک بھائی، اور نیک نبی۔

پھر مجھے جبریل تیسرے آسمان پر لے کر چڑھے، پھر دروازہ کھولنے کو کہا، پوچھا گیا کہ یہ کون ہے؟ کہا کہ جبریل، کہا گیا اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ جبریل نے کہا کہ محمد، کہا گیا کہ کیا ان کی طرف بھیجا گیا تھا، جبریل نے کہ کہا کہ جی ہاں، کہا گیا کہ ان کو مرحبا ہو، بہت اچھا آنا ہے، پس دروازہ کھول دیا، پس جب میں داخل ہوا، تو حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا، جبریل نے کہا کہ یہ یوسف ہیں، ان کو سلام کیجیے، میں نے ان کو سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا، پھر فرمایا کہ مرحبا، نیک بھائی، اور نیک نبی۔

پھر مجھے جبریل اوپر لے کر چڑھے، یہاں تک کہ چوتھے آسمان پر پہنچے، پھر دروازہ

www.idaraghufran.org

کھولنے کو کہا، پوچھا گیا کہ یہ کون ہے؟ کہا کہ جبریل، کہا گیا اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ جبریل نے کہا کہ محمد، پوچھا گیا کہ کیا ان کی طرف بھیجا گیا تھا؟ جبریل نے کہ کہا کہ جی ہاں، کہا گیا کہ ان کو مرحبا ہو، بہت اچھا آنا ہے، پس دروازہ کھول دیا، پس جب میں داخل ہوا، تو حضرت ادریس علیہ السلام کو دیکھا، جبریل نے کہا کہ یہ ادریس ہیں، ان کو سلام کیجیے، میں نے انہیں سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا، پھر فرمایا، مرحبا، نیک بھائی اور نیک نبی۔

پھر مجھے جبریل اوپر لے کر چڑھے، یہاں تک کہ پانچویں آسمان پر پہنچے، پھر دروازہ کھولنے کو کہا، پوچھا گیا کہ یہ کون ہے؟ کہا کہ جبریل، پوچھا گیا اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ جبریل نے کہا کہ محمد، پوچھا گیا کہ کیا ان کی طرف بھیجا گیا تھا؟ جبریل نے کہ کہا کہ جی ہاں، کہا گیا کہ ان کو مرحبا ہو، بہت اچھا آنا ہے، پس دروازہ کھول دیا، پس جب میں داخل ہوا، تو ہارون علیہ السلام کو دیکھا، جبریل نے کہا کہ یہ ہارون ہیں، ان کو سلام کیجیے، میں نے ان کو سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا، پھر فرمایا کہ مرحبا، نیک بھائی اور نیک نبی۔

پھر مجھے جبریل اوپر لے کر چڑھے، یہاں تک کہ چھٹے آسمان پر پہنچے، پھر دروازہ کھولنے کو کہا، پوچھا گیا کہ یہ کون ہے؟ کہا کہ جبریل، کہا گیا اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ جبریل نے کہا کہ محمد، پوچھا گیا کہ کیا ان کی طرف بھیجا گیا تھا، جبریل نے کہ کہا کہ جی ہاں، انہوں نے کہا کہ ان کو مرحبا ہو، بہت اچھا آنا ہے (پس دروازہ کھول دیا) پس جب میں داخل ہوا، تو موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، جبریل نے کہا کہ یہ موسیٰ ہیں، ان کو سلام کیجیے، میں نے انہیں سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا، پھر فرمایا: مرحبا نیک بھائی اور نیک نبی۔

پھر جب میں آگے بڑھا، تو وہ رونے لگے، ان کو کہا گیا کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ اس لیے روتا ہوں کہ ایک لڑکا (محمد) میرے بعد بھیجا گیا، اس کی امت کے

لوگوں کی جنت میں داخل ہونے والی تعداد میری امت کے لوگوں سے زیادہ ہوگی۔

پھر مجھے جبریل اوپر لے کر چڑھے، یہاں تک کہ ساتویں آسمان پر پہنچے، پھر جبریل نے دروازہ کھولنے کو کہا، پوچھا گیا کہ یہ کون ہے؟ کہا کہ جبریل، پوچھا گیا اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ جبریل نے کہا کہ محمد، پوچھا گیا کہ کیا ان کی طرف بھیجا گیا تھا، جبریل نے کہ کہا کہ جی ہاں، انہوں نے کہا کہ ان کو مرحبا ہو، بہت اچھا آنا ہے (پس دروازہ کھول دیا) پس جب میں داخل ہوا، تو ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا، جبریل نے کہا کہ یہ آپ کے باپ ہیں، ان کو سلام کیجیے، میں نے ان کو سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا، اور فرمایا کہ مرحبا، نیک بیٹے اور نیک نبی (ترجمہ ختم)

اور صحیح مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں نبیوں کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دعا دینے کا بھی ذکر ہے، اور یہ اضافہ بھی ہے کہ یوسف علیہ السلام کو حسن کا بہت بڑا حصہ عطا کیا گیا تھا؛ نیز ساتویں آسمان پر ابراہیم علیہ السلام کو بیتُ المعمور سے کمر لگا کر بیٹھے ہوئے ہونے اور بیتُ المعمور میں ہر دن ستر ہزار ایسے فرشتوں کے داخل کا ذکر ہے، جو ایک مرتبہ کے بعد دوبارہ داخل نہیں ہوتے۔ [1]

---

[1] چنانچہ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ:

ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ ، فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ، فَقِيلَ :مَنْ أَنْتَ؟ قَالَ :جِبْرِيلُ، قِيلَ :وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ :مُحَمَّدٌ، قِيلَ :وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟ قَالَ :قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ، فَفُتِحَ لَنَا، فَإِذَا أَنَا بِآدَمَ، فَرَحَّبَ بِي، وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ، ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ، فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَقِيلَ :مَنْ أَنْتَ؟ قَالَ :جِبْرِيلُ، قِيلَ :وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ :مُحَمَّدٌ، قِيلَ :وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟ قَالَ :قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ، فَفُتِحَ لَنَا، فَإِذَا أَنَا بِابْنَيِ الْخَالَةِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ، وَيَحْيَى بْنِ زَكَرِيَّاءَ، صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمَا، فَرَحَّبَا وَدَعَوَا لِي بِخَيْرٍ، ثُمَّ عَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ، فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ، فَقِيلَ :مَنْ أَنْتَ؟ قَالَ :جِبْرِيلُ، قِيلَ :وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ :مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قِيلَ :وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟ قَالَ :قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ، فَفُتِحَ لَنَا، فَإِذَا أَنَا بِيُوسُفَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا هُوَ قَدِ اُعْطِيَ شَطْرَ الْحُسْنِ، فَرَحَّبَ وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ، ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ، فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، قِيلَ :مَنْ هَذَا؟ قَالَ :جِبْرِيلُ، قِيلَ :وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ :مُحَمَّدٌ، قَالَ :وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟ قَالَ :قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ، فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِإِدْرِيسَ، فَرَحَّبَ وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ، قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ :(وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا) ، ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور بخاری شریف کی ایک روایت میں جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، یہ بھی ہے کہ:

لَا يَعْلَمُ أَهْلُ السَّمَاءِ بِمَا يُرِيدُ اللّٰهُ بِهٖ فِي الْأَرْضِ حَتّٰى يُعْلِمَهُمْ (بخاری) ؎۱

ترجمہ: آسمان والے (فرشتوں) کو اس کی خبر نہیں ہوتی کہ اللہ زمین میں کیا کرنا چاہتے ہیں جب تک کہ ان کو اللہ تعالیٰ بتلا نہ دیں (ترجمہ ختم)

اس لیے فرشتوں نے ہر آسمان پر یہ معلوم کیا کہ کون ہے؟ اور ساتھ میں کون ہے؟ اور کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ ؎۲

اس واقعہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ دروازہ پر دستک دینے والے سے دروازہ کھولنے سے پہلے ان کا نام معلوم کرنا اور یہ معلوم کرنا کہ ساتھ میں کون ہیں، اور کیا کام ہے وغیرہ، اور اطمینان ہونے کے بعد دروازہ کھولنا سنت سے ثابت ہے، اور اس قسم کے سوالات سے آنے والے کو برا نہیں منانا

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

الْخَامِسَةِ، فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ، قِيلَ :مَنْ هَذَا؟ فَقَالَ :جِبْرِيلُ، قِيلَ :وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ : مُحَمَّدٌ، قِيلَ :وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟ قَالَ :قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ، فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِهَارُونَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَحَّبَ، وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ، ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ السَّادِسَةِ، فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، قِيلَ :مَنْ هَذَا؟ قَالَ :جِبْرِيلُ، قِيلَ :وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ :مُحَمَّدٌ، قِيلَ :وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟ قَالَ :قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ، فَفُتِحَ لَنَا، فَإِذَا أَنَا بِمُوسَى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَحَّبَ وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ، ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ، فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ، فَقِيلَ :مَنْ هَذَا؟ قَالَ :جِبْرِيلُ، قِيلَ :وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ :مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قِيلَ :وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ؟ قَالَ :قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ، فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِإِبْرَاهِيمَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْنِدًا ظَهْرَهُ إِلَى الْبَيْتِ الْمَعْمُورِ، وَإِذَا هُوَ يَدْخُلُهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ لَا يَعُودُونَ إِلَيْهِ (مسلم، كتاب الايمان، بَابُ الْإِسْرَاءِ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى السَّمَاوَاتِ، وَفَرْضِ الصَّلَوَاتِ)

؎۱ كتاب التوحيد، بَابُ قَوْلِهِ :وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا، حديث نمبر ۷۵۱۷، دارطوق النجاة، بيروت.

؎۲ هذا موافق لرواية شريك في إبراهيم وهما مخالفان لرواية قتادة عن أنس عن مالك بن صعصعة وقد قدمت في شرحه أن الأكثر وافقوا قتادة وسياقه يدل على رجحان روايته فإنه ضبط اسم كل نبي والسماء التي هو فيها ووافقه ثابت عن أنس وجماعة ذكرتهم هناك فهو المعتمد(فتح الباري لابن حجر، ج۱۳ ص ۴۸۲، كتاب التوحيد، قوله باب ما جاء في قوله عز وجل وكلم الله موسى تكليما)

چاہیے۔

اور آج کے پُرفتن دور میں جبکہ مختلف بہانوں سے چور، ڈاکو دروازہ کھلوا کر گھروں میں داخل ہوجاتے ہیں، اس طریقہ کی افادیت واہمیت مزید واضح ہوچکی ہے۔

اسی کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ دروازہ پر دستک دینے والے کو چاہیے کہ سوال کئے جانے پر اپنا اور اپنے ساتھی کا نام بتلا دے، اورصرف اس طرح کے گول مول الفاظ نہ کہے کہ میں ہوں؟ وغیرہ۔

حضرت آدم کا جنّتی روحوں سے خوش اور جہنّمی روحوں سے ناخوش ہونا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

فَلَمَّا جِئْتُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، قَالَ جِبْرِيلُ :لِخَازِنِ السَّمَاءِ افْتَحْ، قَالَ : مَنْ هٰذَا؟ قَالَ هٰذَا جِبْرِيلُ، قَالَ :هَلْ مَعَكَ أَحَدٌ؟ قَالَ :نَعَمْ مَعِيْ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ :أُرْسِلَ إِلَيْهِ؟ قَالَ :نَعَمْ، فَلَمَّا فَتَحَ عَلَوْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا، فَإِذَا رَجُلٌ قَاعِدٌ عَلٰى يَمِيْنِهٖ أَسْوِدَةٌ، وَعَلَى يَسَارِهٖ أَسْوِدَةٌ، إِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِيْنِهٖ ضَحِكَ، وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَسَارِهٖ بَكٰى، فَقَالَ :مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْاِبْنِ الصَّالِحِ، قُلْتُ لِجِبْرِيْلَ :مَنْ هٰذَا؟ قَالَ :هٰذَا آدَمُ، وَهٰذِهِ الْأَسْوِدَةُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَشِمَالِهٖ نَسَمُ بَنِيْهِ، فَأَهْلُ الْيَمِيْنِ مِنْهُمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ، وَالْأَسْوِدَةُ الَّتِيْ عَنْ شِمَالِهٖ أَهْلُ النَّارِ، فَإِذَا نَظَرَ عَنْ يَّمِيْنِهٖ ضَحِكَ، وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهٖ بَكٰى (بخاری) [1]

ترجمہ: جب میں (معراج کی رات) دنیا کے آسمان (یعنی پہلے آسمان) پر پہنچا، تو جبریل نے آسمان کے داروغہ سے کہا کہ (دروازہ) کھول دیجئے، انہوں نے کہا کون ہے؟ وہ بولے جبریل ہے، پھر انہوں نے کہا کہ کیا تمہارے ساتھ کوئی (اور بھی) ہے، جبریل نے کہا جی ہاں! میرے ساتھ محمد ہیں، انہوں نے کہا کہ کیا ان کی طرف بھیجا گیا

---

[1] حدیث نمبر ۳۴۹، کتاب الصلاة، بَابٌ :كَيْفَ فُرِضَتِ الصَّلاةُ فِي الإِسْرَاءِ؟ دارطوق النجاة، بيروت.

www.idaraghufran.org

تھا؟ جبریل نے کہا جی ہاں! جب دروازہ کھول دیا گیا، تو ہم آسمانِ دنیا (پہلے آسمان) کے اوپر چڑھے، یکا یک ایک ایسے شخص پر نظر پڑی، جو بیٹھے ہوئے تھے، ان کی داہنی جانب کچھ لوگ تھے، اوران کی بائیں جانب (بھی) کچھ لوگ تھے، جب وہ اپنے داہنی جانب دیکھتے تو ہنس دیتے اور جب بائیں جانب دیکھتے تو رو دیتے، انہوں نے (مجھے دیکھ کر) کہا کہ مرحبا اے نیک نبی اور نیک بیٹے، میں نے جبریل سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ آدم ہیں، اوران کے دائیں اور بائیں ان کی اولاد کی روحیں ہیں، دائیں طرف جنت والے ہیں اور بائیں طرف جہنم والے، اسی لئے جب وہ اپنی داہنی طرف دیکھتے ہیں، تو (خوشی کی وجہ سے) ہنستے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں، تو (رنج کی وجہ سے) روتے ہیں (ترجمہ ختم)

قیامت تک آنے والے سارے انسان حضرت آدم علیہ السلام کی نسل درنسل اولاد ہیں، اس لئے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی جنتی اولاد سے خوشی اور جہنمی اولاد سے غمی ہوتی تھی۔

سدرۃ المنتہیٰ اوراس کی زیارت

حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

ثُمَّ رُفِعَتُ إِلَيَّ سِدُرَةُ الْمُنُتَهٰى، فَإِذَا نَبُقُهَا مِثُلُ قِلَالِ هَجَرَ، وَإِذَا وَرَقُهَا مِثُلُ آذَانِ الْفِيَلَةِ، قَالَ :هٰذِهِ سِدُرَةُ الْمُنُتَهٰى، وَإِذَا أَرُبَعَةُ أَنُهَارٍ :نَهُرَانِ بَاطِنَانِ وَنَهُرَانِ ظَاهِرَانِ، فَقُلُتُ :مَا هٰذَانِ يَا جِبُرِيُلُ؟ قَالَ :أَمَّا الْبَاطِنَانِ فَنَهُرَانِ فِي الْجَنَّةِ، وَأَمَّا الظَّاهِرَانِ فَالنِّيُلُ وَالْفُرَاتُ، ثُمَّ رُفِعَ لِيَ الْبَيُتُ الْمَعُمُورُ (بخاری) [1]

ترجمہ: پھر (ساتویں آسمان پر پہنچنے کے بعد) میری طرف سدرۃ المنتہیٰ کو ظاہر کیا گیا، تو

[1] كتاب المناقب، بَابُ المِعُرَاجِ، حديث نمبر۳۸۸۷، دارطوق النجاة، بيروت، واللفظ لهٗ؛ مستدرک حاکم، حديث نمبر ۲۷۲.

www.idaraghufran.org

میں کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے پھل ہجر (عرب کے علاقے) کے (بڑے) برتن (مٹکے) کی طرح کے تھے، اور اس کے پتّے ہاتھی کے کانوں کی طرح تھے (جبریل علیہ السلام) نے کہا کہ یہ سدرۃُ المنتہیٰ ہے، اور (وہاں) چار (قسم کی) نہریں تھیں، دو نہریں باطنی تھیں، اور دو نہریں ظاہری تھیں، میں نے کہا کہ اے جبریل یہ دو (نہریں) کیا ہیں؟ انہوں نے کہا کہ دو اندرونی تو جنت کی نہریں ہیں، اور دو ظاہری نیل اور فرات ہیں، پھر میرے لیے بیتُ المعمور کو ظاہر کردیا گیا (ترجمہ ختم)

بیتُ المعمور کی تفصیل آگے آتی ہے۔

اور مسلم شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

ثُمَّ ذَهَبَ بِيْ إِلَى السِّدْرَةِ الْمُنْتَهٰى، وَإِذَا وَرَقُهَا كَآذَانِ الْفِيلَةِ، وَإِذَا ثَمَرُهَا كَالْقِلَالِ قَالَ: فَلَمَّا غَشِيَهَا مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ مَا غَشِيَ تَغَيَّرَتْ، فَمَا أَحَدٌ مِّنْ خَلْقِ اللّٰهِ يَسْتَطِيْعُ أَنْ يَّنْعَتَهَا مِنْ حُسْنِهَا (مسلم) [۱]

ترجمہ: پھر (جبریل علیہ السلام) مجھے سدرۃُ المنتہیٰ کی طرف لے گئے، اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح تھے، اور اس کے پھل ہجر (عرب کے علاقے) کے (بڑے) برتن (مٹکے) کی طرح کے تھے، پھر جب اس کو اللہ کے حکم سے اُن چیزوں نے ڈھانپ لیا، جن چیزوں نے ڈھانپ لیا، تو اس کی حالت تبدیل ہوگئی، اللہ کی مخلوق میں سے کوئی اُس کے حُسن کی صفت بیان کرنے پر قادر نہیں (ترجمہ ختم)

اور مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْتَهَيْتُ إِلَى السِّدْرَةِ ، فَإِذَا نَبْقُهَا مِثْلُ الْجِرَارِ ، وَإِذَا وَرَقُهَا مِثْلُ آذَانِ الْفِيلَةِ، فَلَمَّا غَشِيَهَامِنْ أَمْرِ اللّٰهِ مَا غَشِيَهَا، تَحَوَّلَتْ يَاقُوْتًا ، أَوْ زُمُرُّدًا أَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ (مسند أحمد) [۲]

---

[۱] حديث نمبر ۱۶۲، كتاب الايمان، بَابُ الْإِسْرَاءِ بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى السَّمَاوَاتِ، وَفَرْضِ الصَّلَوَاتِ، دار إحياء التراث العربى -بيروت.

[۲] حديث نمبر ۱۲۳۰۱، مؤسسة الرسالة، بيروت.

إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (معراج کی رات) میں سدرۃُ المنتہٰی تک پہنچا، تو اس کے پھل گھڑے کی طرح تھے، اور اس کے پتّے ہاتھی کے کانوں کی طرح تھے، پس جب اس کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس چیز نے ڈھانپ لیا، جس نے میں بھی ڈھانپ لیا، تو وہ یاقوت، یا زمرد یا اسی جیسی کسی خوبصورت ترین چیز سے تبدیل ہوگیا (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

لَمَّا أُسْرِیَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، انْتُهِيَ بِهٖ إِلٰى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى، وَهِيَ فِي السَّمَاءِ السَّادِسَةِ، إِلَيْهَا يَنْتَهِيْ مَا يُعْرَجُ بِهٖ مِنَ الْأَرْضِ فَيُقْبَضُ مِنْهَا، وَإِلَيْهَا يَنْتَهِيْ مَا يُهْبَطُ بِهٖ مِنْ فَوْقِهَا فَيُقْبَضُ مِنْهَا، قَالَ إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى (النجم:١٦) قَالَ: فَرَاشٌ مِنْ ذَهَبٍ (مسلم) [1]

ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات میں سیر کرائی گئی، تو آپ کو سدرۃُ المنتہٰی تک لے جایا گیا، جو کہ (یعنی اس کی جڑ) چھٹے آسمان میں ہے، جو چیز بھی زمین سے چڑھتی ہے، وہیں جا کر رُکتی ہے، اور وہیں سے اس کو (بحکمِ الٰہی) لیا جاتا ہے، اور اسی سدرۃ المنتہٰی تک وہ چیز بھی آ کر ٹھہرتی ہے، جو اس سے اوپر سے آتی ہے، اور وہیں سے اس کو (بحکمِ الٰہی) لیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا جبکہ سدرہ کو ڈھانپ لیا اس چیز نے، جس چیز نے کہ ڈھانپ لیا (سورہ نجم) فرمایا کہ سونے کے فرش نے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ:

ثُمَّ انْتَهٰى إِلَى السِّدْرَةِ، فَقِيْلَ لَهٗ: هٰذِهِ السِّدْرَةُ يَنْتَهِيْ إِلَيْهَا كُلُّ أَحَدٍ خَلَا مِنْ أُمَّتِکَ عَلٰى سُنَّتِکَ، فَإِذَا هِيَ شَجَرَةٌ يَخْرُجُ مِنْ أَصْلِهَا أَنْهَارٌ مِنْ مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ وَأَنْهَارٌ مِنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِيْنَ،

---

[1] حديث نمبر ١٧٣، ج ١ ص ١٥٧، كتاب الايمان، بَابٌ فِي ذِكْرِ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى، دار إحياء التراث العربي - بيروت.

www.idaraghufran.org

وَأَنُهَارٌ مِّنُ عَسَلٍ مُصَفًّى، وَهِيَ شَجَرَةٌ يَسِيُرُ الرَّاكِبُ فِيُ ظِلِّهَا سَبُعِيُنَ عَامًا لَا يَقُطَعُهَا، وَالُوَرَقَةُ مِنُهَا مُغَطِّيَةٌ الُأُمَّةَ كُلَّهَا، قَالَ :فَغَشِيَهَا نُوُرُ الُخَلَّاقِ وَغَشِيَتُهَا الُمَلَائِكَةُ أَمُثَالَ الُغِرُبَانِ حِيُنَ يَقَعُنَ عَلَى الشَّجَرِ (تهذيب الآثار للطبرى) [1]

ترجمہ: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہٰی کے پاس پہنچے، اور آپ سے فرمایا گیا کہ یہ سدرۃ وہ مقام ہے، جہاں آپ کی امت میں سے جو آپ کے طریقے پر ہوگا، وہ پہنچے گا، اور وہ ایسا درخت ہے، جس کی جڑ سے نہریں نکلتی ہیں، پانی کی نہریں جو خراب ہونے والی نہیں، اور دودھ کی نہریں، جس کا ذائقہ بدلنے والا نہیں، اور شراب کی نہریں، جو پینے والوں کے لیے لذّت آمیز ہیں، اور صاف شفاف شہد کی نہریں، اور وہ ایسا درخت ہے، کہ اُس کے سائے میں سوار ستّر سال چلنے کے باوجود اُس کے سائے کو طے نہیں کرسکتا، اور اُس درخت کے پتے تمام اُمت کو ڈھانکے ہوئے ہیں، پھر اُس کو اللہ خالق کے نور نے ڈھانپ لیا، نیز اُس کو فرشتوں نے ڈھانپ لیا، اس طرح جیسا کہ کوے، درخت پر آ (کر اسے ڈھانپ لے) تے ہیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت اسماء بنتِ ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

سَمِعُتُ رَسُوُلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ، يَقُوُلُ يَصِفُ سِدُرَةَ الُمُنُتَهٰى

---

[1] حديث نمبر ۷۲۷،ذكر من روى عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه رأى أرواح من ذكرت من الأنبياء ببيت المقدس، دون أجسامهم،مطبعة المدنى، القاهرة.

قلت :وفيه"أبو جعفر الرازى عيسى بن ماهان....قال يحيى بن معين :ثقة.وقال أبو حاتم :ثقة صدوق.وقال أحمد بن حنبل والنسائى وغيرهما :ليس بالقوى.وقال أبو زرعة :يهم كثيرا .وقال ابن المدينى :هو عيسى بن أبى عيسى، ثقة، كان يخلط .وقال مرة :يكتب حديثه، إلا أنه يخطء.وقال حنبل، عن أحمد :صالح الحديث .وروى عبدالله بن على بن المدينى، عن أبيه، قال : هو نحو موسى بن عبيدة.وروى محمد بن عثمان بن أبى شيبة، عن ابن المدينى، قال :كان عندنا ثقة.وقال عمرو بن على :فيه ضعف.وقال الساجى :صدوق، ليس بمتقن(سير اعلام النبلاء ، ج۷ص۳۴۷)

قال فيه الحافظ ا بن كثيروالأظهر أنه سىء الحفظ ففيما تفرد به نظر(تفسير ا بن كثير،سورة الإسراء)

اقول: فى هذا لم يتفرد به .محمد رضوان.

www.idaraghufran.org

قَالَ :يَسِيرُ الرَّاكِبُ فِي الْفَنَنِ مِنْهَا مِائَةَ سَنَةٍ يَسْتَظِلُّ بِالْفَنَنِ مِنْهَا مِائَةُ رَاكِبٍ فِيهَا فَرَاشٌ مِنْ ذَهَبٍ (مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے سدرۃ المنتہیٰ کی صفت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ سوار اس کی سیدھی شاخ کے سائے میں سو سال سفر کرتا ہے، اور اُس کی شاخ کے سائے میں بیک وقت سو سوار چلتے ہیں، اور اُس کا فرش سونے کا ہے (ترجمہ ختم)

فائدہ: ''سدرۃ'' عربی زبان میں ''بیری کے درخت'' کو کہتے ہیں، کیونکہ اس کی شکل بیری کے درخت کی طرح ہے، اس لئے اس کا نام ''سدرۃ'' رکھا گیا، اور ''المنتہیٰ'' کا معنیٰ ہے ''انتہاء ہونے کی جگہ'' اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے آنے والے احکام پہلے اس مقام پر نازل ہوتے ہیں پھر وہاں سے نیچے نازل ہوتے ہیں اور نیچے سے بندوں کے اعمال بھی اسی مقام پر جا کر منتہی ہوتے ہیں، اس لئے اس مقام کا نام ''سدرۃ المنتہیٰ'' رکھا گیا ہے۔ [2]

سدرۃُ المنتہیٰ کے بارے میں مختلف احادیث پر نظر کرتے ہوئے اہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ اس کی جڑیں چھٹے آسمان پر ہیں، اور اس کا بڑا حصہ ساتویں آسمان پر ہے۔

اسی سے سدرۃ المنتہیٰ کے چھٹے اور ساتویں آسمان میں اور بیتُ المعمور کی زیارت سے پہلے اور بعد میں دیکھنے کی روایات میں تطبیق بھی ہو جاتی ہے۔ [3]

---

[1] حديث نمبر ۳۷۴۸، كتاب التفسير، تفسير سورة النجم، دار الكتب العلمية -بيروت.
قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ
وقال الذهبي: على شرط مسلم.

[2] (سدر) ... في حديث الإسراء (ثم رُفِعْت إلى سِدْرة المُنْتهى) السِدْر :شجرُ النبِق. وسِدْرَةُ المُنْتهى :شجرة في أقْصَى الجنة إليها يَنْتهي عِلْم الأولّين والآخِرين ولا يتعدَّاها (النهاية في غريب الاثر لابن الاثير، باب السين مع الدال)

[3] قال :لما أسرى برسول الله -صلى الله عليه وسلم -انتهى به إلى سدرة المنتهى، وهي في السماء السادسة) ، قال شارح :وهم بعض الرواة في السادسة، والصواب في السابعة على ما هو المشهور بين الجمهور من الرواة اهـ .والمعنى أن إضافة السهو إلى واحد منهم أولى، ولأنه ورد أن علم الخلائق ينتهي إليها، وليس كذلك في السادسة على ما لا يخفى .وقال النووي :هكذا هو في

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

بیتُ المعمور اور اس کی زیارت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْبَیْتُ الْمَعْمُوْرُ فِی السَّمَاءِ السَّابِعَۃِ، یَدْخُلُہٗ کُلَّ یَوْمٍ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَکٍ، ثُمَّ لَایَعُوْدُوْنَ إِلَیْہِ (مسند احمد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیتُ المعمور ساتویں آسمان میں ہے، جس میں ہر دن ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، پھر وہ دوبارہ لوٹ کر اُس کی طرف نہیں آتے (ترجمہ ختم)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَکَرَ الْبَیْتَ الْمَعْمُوْرَ فِی السَّمَاءِ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

جميع الأصول .قال القاضى :كونها فى السابعة هو الأصح، وقول الأكثرين وهو الذى يقتضيه المعنى وتسميتها بالمنتهى .قال النووى :ويمكن أن يجمع بينهما، أن يكون أصلها فى السادسة ومعظمها فى السابعة، فقد علم أنها فى نهاية من العظم، وقد قال الخليل :السدرة فى السماء السابعة قد أظلت السماوات والجنة(مرقاة ،ج٩ ص ٣٧٧٢، كتاب الفضائل ، باب فى المعراج)

قلت ولا يعارض قوله انها فى السادسة مادلت عليه بقية الأخبار أنه وصل إليها بعد أن دخل السماء السابعة لأنه يحمل على أن أصلها فى السماء السادسة وأغصانها وفروعها فى السابعة وليس فى السادسة منها إلا أصل ساقها (فتح البارى لابنِ حجر، ج٧ص ٢١٣، كتاب المناقب، باب المعراج)

قوله :(المنتهى) يعنى المنتهى فوق السماء السابعة، وقال الخليل :فى السابعة قد أظلت السموات والجنة، وفى رواية :(هو فى السماء السادسة) والأول أكثر، ويحمل على تقدير الصحة أن يكون أصلها فى السادسة ومعظمها فى السابعة، وزعم عياض أن أصلها فى الأرض لخروج النيل والفرات من أصلها .انتهى، وليس هذا بلازم، بل معناه :أن الأنهار تخرج من أصلها ثم تسير حيث أراد الله تعالى (عمدة القارى للعينى، ج٤ص ٤٥، كتاب الصلاة، باب كيف فرضت الصلاة فى الاسراء)

[1] حديث نمبر ١٢٥٥٨ مؤسسة الرسالة، بيروت.

إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين غير حماد بن سلمة، فمن رجال مسلم .حسن :هو ابن موسى الأشيب، وثابت :هو ابن أسلم البنانى(حاشية مسند احمد)

السَّابِعَةِ، وَإِذَا إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مُسْنِدٌ ظَهْرَهُ إِلَى الْبَيْتِ الْمَعْمُورِ، وَإِذَا هُوَ يَدْخُلُهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ، إِذَا خَرَجُوا مِنْهُ لَا يَعُودُونَ إِلَيْهِ أَبَدًا (السنن الکبریٰ للنسائی)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیتُ المعمور کے ساتویں آسمان میں ہونے کا ذکر فرمایا، اور فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام بیتُ المعمور کی طرف اپنی کمر لگائے بیٹھے تھے، اور اس میں ہر دن ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، جب وہ اُس سے نکلتے ہیں، تو اس کے بعد کبھی بھی اُس کی طرف دوبارہ لوٹ کر نہیں آتے (ترجمہ ختم)

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ:

فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِإِبْرَاهِيمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْنِدًا ظَهْرَهُ إِلَى الْبَيْتِ الْمَعْمُورِ، وَإِذَا هُوَ يَدْخُلُهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ لَا يَعُودُونَ إِلَيْهِ، ثُمَّ ذَهَبَ بِيْ إِلَى السِّدْرَةِ الْمُنْتَهٰى (مسلم)[2]

ترجمہ: پھر ہمارے لیے اُس آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا، تو میں نے ابراہیم علیہ السلام کو بیتُ المعمور کی طرف اپنی کمر لگائے بیٹھے ہوئے دیکھا، اور اس میں ہر دن ستّر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، جو لوٹ کر پھر اُس کی طرف نہیں آتے، پھر حضرت جبریل مجھے سدرۃُ المنتہیٰ (کے اوپر والے حصے) کی طرف لے گئے (ترجمہ ختم)

اور حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ:

فَرُفِعَ لِيَ الْبَيْتُ الْمَعْمُورُ، فَسَأَلْتُ جِبْرِيلَ، فَقَالَ: هٰذَا الْبَيْتُ الْمَعْمُورُ يُصَلِّيْ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ، إِذَا خَرَجُوا لَمْ يَعُودُوا إِلَيْهِ آخِرَ مَا عَلَيْهِمْ (بخاری)[3]

---

[1] حدیث نمبر ۱۱۴۶۶، کتاب التفسیر، باب قوله تعالیٰ والبیت المعمور، مؤسسة الرسالة، بیروت.

[2] ج ۱ ص ۱۴۵، کتاب الایمان، باب الإسراء برسول الله صلى الله عليه وسلم إلى السماوات، وفرض الصلوات، دار إحياء التراث العربي -بيروت.

[3] حدیث نمبر ۳۲۰۷، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکة، دارطوق النجاة، بیروت، واللفظ لهٗ؛ مسلم ج ۱ ص ۱۴۹، کتاب الایمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ إلى السماوات.

Idara Ghufran

ترجمہ: پھر میرے سامنے بیتُ المعمور کو ظاہر کیا گیا، میں نے جبریل سے اس کے متعلق معلوم کیا، تو جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ بیتُ المعمور ہے، جس میں ہر دن ستر ہزار فرشتے عبادت کرتے ہیں، جب وہ عبادت کر کے نکلتے ہیں، تو دوبارہ نہیں آتے (ترجمہ ختم)

بیتُ المعمور ساتویں آسمان میں بیتُ اللہ کی بالکل سیدھ میں واقع ہے، اور آسمان میں اس کا احترام اسی طرح ہے، جس طرح زمین میں کعبے کا احترام ہے، اور یہ وسعت کے اعتبار سے اتنا بڑا ہے کہ اس میں ہر دن ستر ہزار فرشتے عبادت کرنے کے لئے داخل ہوتے ہیں، اور پھر دوبارہ ان فرشتوں کی باری نہیں آتی۔

ہر دن ستر ہزار فرشتوں کو ہر دن کے ساتھ حساب لگا کر اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ فرشتوں کی تعداد کتنی زیادہ ہے، انسانوں سے بھی کہیں زیادہ۔ [1]

چند چیزوں میں سے دودھ کا انتخاب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

أُتِـيَ رَسُـوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً أُسْرِىَ بِهٖ بِإِيْلِيَاءَ بِقَدَحَيْنِ مِنْ خَمْرٍ وَلَبَنٍ فَنَظَرَ إِلَيْهِمَا فَأَخَذَ اللَّبَنَ قَالَ جِبْرِيْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ هَدَاكَ لِلْفِطْرَةِ لَوْ أَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ أُمَّتُكَ (بخاری) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس رات میں، جس میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کی سیر کرائی گئی، دو برتن لائے گئے، ایک شراب کا اور ایک دودھ کا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا، اور دودھ کو لے لیا، جبریل نے کہا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں، جس نے آپ کو فطرت کی ہدایت

---

[1] البيت المعمور وهو بيت فى السماء السابعة حيال الكعبة وحرمته فى السماء كحرمة الكعبة فى الأرض (مرقاة، ج ۹ ص ۳۷۶۳، كتاب الفضائل والشمائل، باب فى المعراج)

[2] حديث نمبر ۴۳۴۰، كتاب تفسير القرآن، باب قوله أسرى بعبده ليلا من المسجد الحرام، دار طوق النجاة، بيروت، واللفظ لهٗ؛ مسلم، حديث نمبر ۱۶۸، باب جواز شرب اللبن.

بخشی، اگر آپ شراب کو لے لیتے، تو آپ کی امت بھٹک جاتی (ترجمہ ختم)

اورحضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

حَتّٰـى أَتٰـى رَسُـوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيْلِيَاءَ، فَأُتِيَ بِقَدَحَيْنِ، قَدَحِ لَبَـنٍ وَقَـدَحِ خَـمْـرٍ، فَـأَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدَحَ اللَّبَنِ، فَـقَـالَ لَـهُ جِبْـرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ :هُـدِيْـتَ إِلَـى الْـفِطْرَةِ، لَوْ أَخَذْتَ قَدَحَ الْخَمْرِ غَوَتْ أُمَّتُكَ(تهذيب الآثار للطبري) [1]

ترجمہ: یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس آئے، پھر دو پیالے پیش کئے گئے، ایک پیالہ دودھ کا، اور ایک پیالہ شراب کا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کا پیالہ لے لیا، آپ کو جبریل علیہ السلام نے کہا کہ آپ نے فطرت کی طرف ہدایت پائی، اگر آپ شراب کے پیالے کو لے لیتے، تو آپ کی امت بھٹک جاتی (ترجمہ ختم)

اور بعض روایات میں دودھ اور شراب کے ساتھ ایک پانی کے برتن ہونے کا بھی ذکر ہے۔

چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ:

حَتّٰـى اِنْتَهٰـى إِلٰـى بَيْـتِ الْـمَـقْـدِسِ، فَـعُرِضَ عَلَيْهِ الْمَاءُ وَالْخَمْرُ وَاللَّبَنُ فَتَنَـاوَلَ رَسُـوْلُ الـلّٰـهِ صَـلَّـى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اللَّبَنَ فَقَالَ لَهُ جِبْرِيْلُ أَصَبْـتَ الْـفِـطْرَةَ وَلَوْ شَرِبْتَ الْمَاءَ لَغَرِقْتَ وَغَرِقَتْ أُمَّتُكَ، وَلَوْ شَرِبْتَ الْـخَمْرَ لَغَوَيْتَ وَغَوِيَتْ أُمَّتُكَ، ثُـمَّ بُعِثَ لَهُ آدَمُ فَمَنْ دُوْنَهُ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فَأَمَّهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ

(دلائل النبوة) [2]

ترجمہ: یہاں تک کہ آپ بیت المقدس تک پہنچ گئے، پھر آپ پر پانی اور شراب اور

---

[1] حديث نمبر ۱۵۷، ذكر من روى عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال :رأيت الأنبياء، الذين ذكر عنه أنه رآهم ليلة أسرى به، ببيت المقدس، مطبعة المدنى، القاهرة.

[2] للبيهقى، ج۲ص ۳۶۱، ۳۶۲، دار الكتب العلمية -بيروت.

www.idaraghufran.org

دودھ پیش کیا گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ لے لیا، آپ کو حضرت جبریل نے کہا کہ آپ نے فطرت کو پایا ہے، اور اگر آپ پانی کو پی لیتے، تو آپ اور آپ کی امت غرق ہوجاتی، اور اگر آپ شراب کو پی لیتے، تو آپ اور آپ کی امت بھٹک جاتی، پھر آپ کے لئے حضرت آدم، اور حضرت آدم سے نیچے کے انبیاء علیہم السلام کو جمع کیا گیا، جن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات امامت فرمائی (ترجمہ ختم)

اس قسم کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیت المقدس میں شراب اور دودھ کو اور بعض روایات کے مطابق پانی کو بھی پیش کیا گیا، جن میں سے آپ نے دودھ کو لے لیا۔

اور حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

ثُمَّ رُفِعَ لِيَ الْبَيْتُ الْمَعْمُوْرُ، فَقُلْتُ :يَا جِبْرِيْلُ مَا هٰذَا؟ قَالَ :هٰذَا الْبَيْتُ الْمَعْمُوْرُ يَدْخُلُهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ، إِذَا خَرَجُوْا مِنْهُ لَمْ يَعُوْدُوْا فِيْهِ آخِرُ مَا عَلَيْهِمْ، ثُمَّ أُتِيْتُ بِإِنَاءَ يْنِ أَحَدُهُمَا خَمْرٌ، وَالْآخَرُ لَبَنٌ، فَعُرِضَا عَلَيَّ فَاخْتَرْتُ اللَّبَنَ، فَقِيْلَ :أَصَبْتَ أَصَابَ اللّٰهُ بِكَ أُمَّتَكَ عَلَى الْفِطْرَةِ (مسلم) [1]

ترجمہ: پھر میرے لئے بیتُ المعمور کو ظاہر کیا گیا، میں نے کہا کہ اے جبریل یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ یہ بیتُ المعمور ہے، جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، جب وہ اس سے نکل جاتے ہیں، تو وہ دوسری مرتبہ اس میں داخل نہیں ہوتے، پھر میرے پاس دو برتن لائے گئے، جن میں سے ایک شراب کا تھا، اور دوسرا دودھ کا تھا، پھر مجھے پیش کیے گئے تو میں نے دودھ کو لے لیا، تو کہا گیا کہ آپ نے درست کام کیا ہے، آپ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ آپ کی امت کو فطرت پر رکھیں گے (ترجمہ ختم)

اور حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

---

[1] حدیث نمبر ۱۶۴، کتاب الایمان، بَابُ الْإِسْرَاءِ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى السَّمَاوَاتِ، وَفَرْضِ الصَّلَوَاتِ، دار إحياء التراث العربي -بيروت.

www.idaraghufran.org

ثُـمَّ رُفِعَ لِیَ البَیْتُ المَعْمُوْرُ، ثُمَّ أُتِیتُ بِإِنَاءٍ مِّنْ خَمْرٍ، وَإِنَاءٍ مِّنْ لَّبَنٍ، وَإِنَاءٍ مِّنْ عَسَلٍ، فَأَخَذْتُ اللَّبَنَ فَقَالَ :هِیَ الفِطْرَةُ الَّتِی أَنْتَ عَلَیْهَا وَأُمَّتُکَ،ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَیَّ الصَّلَوَاتُ(بخاری) [1]

ترجمہ: پھر میرے لئے بیتُ المعمور کو ظاہر کیا گیا، پھر میرے پاس چند برتن لائے گئے، ایک شراب کا، ایک دودھ کا، اور ایک شہد کا، تو میں نے دودھ کو لے لیا، تو جبریلِ امین نے فرمایا کہ (الحمدُ للہ) یہی وہ فطرت ہے، جس پر آپ ہیں اور (آپ کے اس عمل کی برکت سے) آپ کے امتی ہیں، پھر مجھ پر نمازیں فرض کی گئیں (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دودھ، شہد اور شراب کو آسمان پر نماز فرض ہونے سے پہلے بھی پیش کیا گیا تھا، جس میں سے آپ نے دودھ کا ہی انتخاب فرمایا تھا۔

جنت کی شراب تو ویسے بھی حرام نہیں، اور بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک دنیا میں بھی شراب کو حرام نہیں کیا گیا تھا، لیکن کیونکہ دنیا کے اعتبار سے شراب اچھی نہیں، اس لئے اس کے اس وقت لینے کو اچھا نہیں سمجھا گیا۔ [2]

---

[1] حدیث نمبر ۳۸۸۷، کتاب المناقب، باب المعراج ،دارطوق النجاة، بیروت، واللفظ لہٗ؛ مسند احمد، حدیث نمبر ۱۷۸۳۵ .

[2] ثُمَّ أُتِیَ بآنِیَةٍ ثَلاثَةٍ مُغَطَّاةٍ أَفْوَاهُهَا :فَأُتِیَ بِإِنَاءٍ مِنْهَا فِیهِ مَاءٌ، فَقِیلَ لَهُ :اشْرَبْ فَشَرِبَ مِنْهُ یَسِیرًا، ثُمَّ رُفِعَ إِلَیْهِ إِنَاءٌ آخَرُ فِیهِ لَبَنٌ فَشَرِبَ مِنْهُ حَتَّی رَوِیَ، ثُمَّ رُفِعَ إِلَیْهِ إِنَاءٌ آخَرُ فِیهِ خَمْرٌ، فَقَالَ :قَدْ رَوِیتُ لَا أُرِیدُهُ، فَقِیلَ لَهُ :قَدْ أَصَبْتَ، أَمَا إِنَّهَا سَتُحَرَّمُ عَلَی أُمَّتِکَ، وَلَوْ شَرِبْتَ مِنْهَا لَمْ یَتَّبِعْکَ مِنْ أُمَّتِکَ إِلَّا قَلِیلًا، قَالَ :ثُمَّ صُعِدَ بِهِ إِلَی السَّمَاءِ (دلائل النبوة للبیهقی ج۲ص ۴۰۱، بَابُ الدَّلِیلِ عَلَی أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ علیه وآله وَسَلَّمَ عُرِجَ بِهِ إِلَی السَّمَاءِ ؛ مسند بزار، حدیث نمبر ۹۵۱۸ عن ابی العالیة عن ابی هریرة او غیره)

وفی سنده ابوجعفر الرازی ،قال ابن کثیربعد نقل هذا الحدیث:

ثم رواه ابن جریر، عن محمد بن عبید الله، عن أبی النضر هاشم بن القاسم، عن أبی جعفر الرازی، عن الربیع بن أنس، عن أبی العالیة أو غیره -شک أبو جعفر-عن أبی هریرة، عن النبی صلی الله علیه وسلم فذکره بمعناه .

وقد رواه الحافظ أبو بکر البیهقی، عن أبی سعید المالینی، عن ابن عدی، عن محمد بن الحسن السَّکُونی البالسی بالرملة، حدثنا علی بن سهل، فذکر مثل ما رواه ابن جریر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

دونوں قسم کی احادیث کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے (جن میں سے بعض میں بیت المقدس میں، اور بعض میں آسمان پر دودھ، شراب وغیرہ پیش کئے جانے کا ذکر ہے) بعض اہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ چیزیں دومرتبہ پیش کی گئیں، ایک مرتبہ آسمان پر جانے سے پہلے بیت المقدس میں اور دوسری مرتبہ آسمان پر پہنچنے کے بعد سدرۃ المنتہیٰ کے قریب نمازیں فرض ہونے سے پہلے۔

اور اہلِ علم حضرات نے دومرتبہ پیش کرنے میں یہ حکمت بیان فرمائی کہ پہلی مرتبہ بیتُ المقدس میں تو پیاس لگنے کی وجہ سے یہ چیزیں پیش کی گئیں۔

اور دوسری مرتبہ سدرۃُ المنتہیٰ میں جنت کی نہروں کے پاس پہنچنے کی وجہ سے پیش کی گئیں، تاکہ آپ کی ان کے ذریعہ سے ضیافت واکرام کیا جائے۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عنه، وذكر البيهقى أن الحاكم أبا عبد الله رواه عن إسماعيل بن محمد بن الفضل بن محمد الشعرانى، عن جده، عن إبراهيم بن حمزة الزبيرى، عن حاتم بن إسماعيل، حدثنى عيسى بن ماهان -يعنى أبا جعفر الرازى -عن الربيع بن أنس، عن أبى العالية، عن أبى هريرة، عن النبى صلى الله عليه وسلم، فذكره.

وقال :ابن أبى حاتم :ذكر أبو زُرْعَة، حدثنا محمد بن عبد الله بن نمير، حدثنا يونس بن بكير، حدثنا عيسى بن عبد الله التميمى- يعنى :أبا جعفر الرازى -عن الربيع بن أنس البكرى، عن أبى العالية أو غيره -شك عيسى-، عن أبى هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال " :قال الله :(سُبْحَانَ الَّذِى أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الأقْصَى) فذكر الحديث بطوله كنحو مما سقناه.

قلت" :أبو جعفر الرازى "قال فيه الحافظ أبو زرعة" :الرازى يهم فى الحديث كثيرًا " وقد ضعفه غيره أيضًا، ووثقه بعضهم، والأظهر أنه سيء الحفظ ففيما تفرد به نظر .وهذا الحديث فى بعض ألفاظه غرابة ونكارة شديدة، وفيه شيء من حديث المنام من رواية سمرة بن جندب فى المنام الطويل عند البخارى، ويشبه أن يكون مجموعًا من أحاديث شتى، أو منام أو قصة أخرى غير الإسراء ، والله أعلم(تفسير ابنِ كثير ج۵ ص۳۵، تحت آيت ۱ من سورة الاسراء)

[۱] فَأَتَى قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ، فَرَبَطَ دَابَّتَهُ، وَدَخَلْنَا الْمَسْجِدَ مِنْ بَابٍ فِيهِ تَمِيلُ الشَّمْسُ، فَصَلَّيْتُ مِنَ الْمَسْجِدِ حَيْثُ شَاءَ اللهُ، وَأَخَذَنِى مِنَ الْعَطَشِ أَشَدَّ مَا أَخَذَنِى، فَأُتِيتُ بِإِنَاءَيْنِ فِى أَحَدِهِمَا لَبَنٌ، وَفِى الْآخَرِ عَسَلٌ، أُرْسِلَ إِلَيَّ بِهِمَا جَمِيعًا، فَعَدَلْتُ بَيْنَهُمَا، ثُمَّ هَدَانِى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

شراب کے پیش کرنے میں اور کوئی حکمت بھی ہوسکتی ہے، مثلاً آزمائش وغیرہ مقصود ہو۔

دودھ حلال اور پاکیزہ مشروب ہے اور شراب دنیا میں خبیث، ناپاک اور گندا ترین مشروب ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ اور شراب میں سے دودھ کا انتخاب فرما کر، اپنی امت کو دودھ کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ، فَأَخَذْتُ اللَّبَنَ، فَشَرِبْتُ حَتَّى قَرَعْتُ بِهِ جَبِينِي، وَبَيْنَ يَدَيَّ شَيْخٌ مُتَّكِئٌ عَلَى مَثْرَاةٍ لَهُ، فَقَالَ :أَخَذَ صَاحِبُكَ الْفِطْرَةَ، إِنَّهُ لَيُهْدَى (المعجم الكبير للطبرانی، حديث نمبر ۷۱۴۲، عن شداد بن اوس)

قال الهيثمی:

رواه البزار والطبرانی فی الكبير، إلا أن الطبرانی قال فيه " :قد أخذ صاحبک الفطرة، وإنه لمهدى .وقال فی وصف جهنم كيف وجدتها؟ قال :مثل الحمة السخنة ."وفيه إسحاق بن إبراهيم بن العلاء ، وثقه يحيى بن معين، وضعفه النسائی(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۷۴،باب منه فی الإسراء ، مكتبة القدسی، القاهرة)

وذكر إناء ين لا ينفی الثالث مع أننی قدمت فی الكلام على حديث الإسراء أن عرض الآنية على النبی صلى الله عليه وسلم وقع مرتين قبل المعراج وهو فی بيت المقدس وبعده وهو عند سدرة المنتهی وبهذا يرتفع الإشكال جملة (فتح الباری، ج ۱۰ ص ۷۳، باب شرب اللبن)

وقد وقع فی هذه الرواية أن إتيانه الآنية كان بعد وصوله إلى سدرة المنتهى وسيأتی فی الأشربة من طريق شعبة عن قتادة عن أنس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم رفعت لی سدرة المنتهى فإذا أربعة أنهار فذكره قال وأتيت بثلاثة أقداح الحديث وهذا موافق لحديث الباب إلا أن شعبة لم يذكر فی الإسناد مالک بن صعصعة وفی حديث أبی هريرة عند بن عائذ فی حديث المعراج بعد ذكر إبراهيم قال ثم انطلقنا فإذا نحن بثلاثة آنية مغطاة فقال جبريل يا محمد ألا تشرب مما سقاک ربک فتناولت إحداها فإذا هو عسل فشربت منه قليلا ثم تناولت الآخر فإذا هو لبن فشربت منه حتى رويت فقال ألا تشرب من الثالث قلت قد رويت قال وفقک الله وفی رواية البزار من هذا الوجه أن الثالث كان خمرا لكن وقع عنده أن ذلک كان ببيت المقدس وأن الأول كان ماء ولم يذكر العسل وفی حديث بن عباس عند أحمد فلما أتى المسجد الأقصى قام يصلی فلما انصرف جیء بقدحين فی أحدهما لبن وفی الآخر عسل فأخذ اللبن الحديث وقد وقع عند مسلم من طريق ثابت عن أنس أيضا أن إتيانه بالآنية كان ببيت المقدس قبل المعراج ولفظه ثم دخلت المسجد فصليت فيه ركعتين ثم خرجت فجاء جبريل بإناء من خمر وإناء من لبن فأخذت اللبن فقال جبريل أخذت الفطرة ثم عرج إلى السماء وفی حديث شداد بن أوس فصليت من المسجد حيث شاء الله وأخذنی من العطش أشد ما أخذنی فأتيت بإناء ين أحدهما لبن والآخر عسل فعدلت بينهما ثم هدانی الله فأخذت اللبن فقال شيخ بين يدی يعنی لجبريل أخذ صاحبک الفطرة وفی حديث أبی سعيد عند بن إسحاق فی قصة الإسراء فصلى بهم يعنی الأنبياء ثم أتى بثلاثة آنية إناء فيه لبن وإناء

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترغیب اور شراب سے نفرت کی تعلیم دی۔

اس واقعہ سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ قائد اور پیشوا کے اعمال واخلاق کا اس کے ماننے والوں پر بھی اثر پڑتا ہے۔

دودھ کھانے اور پینے دونوں کی ضرورت پوری کرتا ہے اور دودھ میں جسم کے لئے درکار ضروری اجزاء وافر مقدار میں موجود ہوتے ہیں، بچہ کی پیدائش کے بعد اس کی ابتدائی غذا بھی دودھ ہوتی ہے، خواب میں دودھ پینے کی تعبیر دین کا علم حاصل ہونے سے دی گئی ہے، اس غذائیت ونورانیت سے بھرپور غذا اور مشروب کو ان وجوہات کی بناء پر شہد اور پانی پر ترجیح حاصل تھی، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دودھ کو منتخب فرمانا فطرت وحکمت کے مطابق ہوا۔

عالیشان نہرِ کوثر، دودھ، شراب، پانی اور شہد کی نہروں کی زیارت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَا أَنَا أَسِیْرُ فِی الْجَنَّۃِ، إِذْ عُرِضَ لِیْ نَہْرٌ حَافَّتَاہُ قِبَابُ اللُّؤْلُؤِ، قُلْتُ لِلْمَلَکِ :مَا ھٰذَا؟ قَالَ :ھٰذَا الْکَوْثَرُ الَّذِیْ أَعْطَاکَہُ اللّٰہُ، قَالَ :ثُمَّ ضَرَبَ بِیَدِہٖ إِلٰی طِیْنَۃٍ فَاسْتَخْرَجَ مِسْکًا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فیہ خمر وإناء فیہ ماء فأخذت اللبن الحدیث وفی مرسل الحسن عندہ نحوہ لکن لم یذکر إناء الماء ووقع بیان مکان عرض الآنیۃ فی روایۃ سعید بن المسیب عن أبی ہریرۃ عند المصنف کما سیأتی فی أول الأشربۃ ولفظہ أتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ أسری بہ بإیلیاء بإناء فیہ خمر وإناء فیہ لبن فنظر إلیہما فأخذ اللبن فقال لہ جبریل الحمد للہ الذی ہداک للفطرۃ لو أخذت الخمر غوت أمتک وہو عند مسلم وفی روایۃ عبد الرحمن بن ہاشم بن عتبۃ عن أنس عند البیہقی فعرض علیہ الماء والخمر واللبن فأخذ اللبن فقال لہ جبریل أصبت الفطرۃ ولو شربت الماء لغرقت وغرقت أمتک ولو شربت الخمر لغویت وغوت أمتک ویجمع بین ہذا الاختلاف إما بحمل ثم علی غیر بابہا من الترتیب وإنما ہی بمعنی الواو ہنا وإما بوقوع عرض الآنیۃ مرتین مرۃ عند فراغہ من الصلاۃ ببیت المقدس وسببہ ما وقع لہ من العطش ومرۃ عند وصولہ إلی سدرۃ المنتہی ورؤیۃ الأنہار الأربعۃ أما الاختلاف فی عدد الآنیۃ وما فیہا فیحمل علی أن بعض الرواۃ ذکر ما لم یذکرہ الآخر ومجموعہا أربعۃ آنیۃ فیہا أربعۃ أشیاء من الأنہار الأربعۃ التی رآہا تخرج من أصل سدرۃ المنتہی(فتح الباری،ج۷ص۲۱۵، ۲۱۶، باب المعراج)

(ترمذی) ۱؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس درمیان کہ میں معراج کی رات میں جنت میں چل رہا تھا، اچانک میرے سامنے ایک نہر آئی، جس کے دونوں کناروں پر ایسے موتیوں کے قبے بنے ہوئے تھے، جو درمیان سے خالی تھے، میں نے فرشتے (یعنی جبریل) سے کہا کہ یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ نہرِ کوثر ہے، جو آپ کے رب نے آپ کو عطا فرمائی ہے، پھر جبریلِ امین نے اس کی زمین پر اپنا ہاتھ مارا تو پانی کی سطح کے نیچے سے خوب تیز خوشبو والا مشک برآمد ہوا (ترجمہ ختم)

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

ثُمَّ مَضٰى بِهٖ فِى السَّمَاءِ، فَإِذَا هُوَ بِنَهَرٍ آخَرَ عَلَيْهِ قَصْرٌ مِنْ لُؤْلُؤٍ وَزَبَرْجَدٍ، فَضَرَبَ يَدَهٗ فَإِذَا هُوَ مِسْكٌ أَذْفَرُ، قَالَ :مَا هٰذَا يَا جِبْرِيْلُ؟، قَالَ :هٰذَا الْكَوْثَرُ الَّذِىْ خَبَأَ لَكَ رَبُّكَ (بخاری) ۲؎

ترجمہ: پھر جبریل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگے آسمان پر لے گئے، جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور نہر کو دیکھا، جس پر قیمتی موتیوں اور عالیشان پتھروں کا قبہ تھا، پھر اس نہر پر جبریل نے ہاتھ مارا تو اُس میں سے قیمتی مشک کی تیز خوشبو پھوٹی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم کیا کہ اے جبریل! یہ کیا ہے؟ تو حضرت جبریل نے کہا کہ یہ نہرِ کوثر ہے، جو آپ کے رب نے آپ کے لیے پوشیدہ رکھی ہوئی ہے (ترجمہ ختم)

نہرِ کوثر کا قرآن مجید میں بھی ذکر ہے، بلکہ قرآن مجید کی ایک سورت کا نام ''کوثر'' ہے، جس میں

۱؎ حدیث نمبر ۳۳۶۰، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الکوثر، شرکة مکتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى -مصر، واللفظ لهٗ؛ مسند أحمد، حديث نمبر ۱۲۹۸۹.
قال الترمذى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ قَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَنَسٍ.
وفى حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط الشيخين.

۲؎ حديث نمبر ۷۵۱۷، کتاب التوحيد، باب قوله :کلم الله موسى تکليما، دارطوق النجاة، بيروت، واللفظ لهٗ؛ مستخرج ابى عوانة، حديث نمبر ۳۵۷، کتاب الايمان، واللفظ لهٗ، تهذيب الآثار للطبرى، حديث نمبر ۲۷۶۱، الاسماء والصفات للبيهقى، حديث نمبر ۸۸۹، الايمان لابنِ مندة، حديث نمبر ۷۲۲.

www.idaraghufran.org

ارشاد ہے کہ:

اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ (سورۃ الکوثر آیت ۱)

ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کو نہرِ کوثر عطا فرمائی ہے (ترجمہ ختم)

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نہرِ کوثر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے آسمان میں دیکھا، اور اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ ساتویں آسمان میں دیکھا۔

اس سلسلے میں بعض حضرات نے فرمایا کہ نہرِ کوثر کا اصل منبع تو ساتویں آسمان کے اوپر جنت میں ہی ہے، اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے دِکھلانے اور خوش کرنے کے لیے اُس کی ایک شاخ آسمانِ دنیا پر بھی جاری فرمادی ہو۔ [1]

کوثر بہت عمدہ، لذیذ اور عالیشان نہر ہے، اللہ تعالیٰ نصیب فرمائیں۔

کئی احادیث میں نہرِ کوثر کی مزید تفصیلات آئی ہیں، حوضِ کوثر کا ثبوت اس قدر کثرت کے ساتھ احادیث سے ثابت ہے کہ بہت سے محدثین نے ان روایات اور احادیث کو تواتر کے درجہ میں شمار کیا ہے، اور جو چیز متواتر احادیث سے ثابت ہو وہ قطعی اور یقینی ہے اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس کا انکار یا ایسی تاویل جو انکار کے درجہ میں آئے شرعی اصول کی رو سے کفر ہے (معارف القرآن ادریسی جلد ۸ صفحہ ۵۵۸)

---

[1] "ووقع فى هذه الروياة أيضًا :ثم مضى به فى السماء الدنيا، فإذا هو بنهر آخر عليه قصر من لؤلؤ وزبرجد، وأنه "فسره جبريل بقوله :هذا "الكوثر"، ولفظه عقب زبرجد، فضرب يده، فإذا هو مسک، قال" :ما هذا يا جبريل "؟، قال :هذا الكوثر الذى خبا لک ربک، "وهو مما استشكل من رواية شريک، فإن الكوثر فى الجنة، والجنة فوق السماء السابعة، ويحتمل الجمع برد رواية شريک إلى هذا، وهو "أن يكون "هناک حذف "تقديره :ثم مضى فى سماء الدنيا إلى السابعة، فإذا هو بنهر"، كذا ذكره الحافظ، واستبعده تلميذه القطب الخيضرى فى الخصائص، بأن بين الأولى والسابعة خمس سماوات، كل منها له صفة غير صفة الأخرى، ولها أبواب وخدام غير الأخرى، فإطلاق المسير إليها بعيد، وذكرها بعد السادسة مما يبعده أيضًا لكن قد يقال من غير استبعاد؛ أن أصل الكوثر فى الجنة، وجعل الله تعالى منه فرعًا فى السماء الدنيا، عجل لنبيه رؤيته استبشارًا؛ لأنها أول المراتب العلوية بعد السفلية، ويؤيد هذا قول جبريل :خبا لک ربک انتهى (شرح الزرقانى على المواهب اللدنية، ج٨ص ١٢٠، المقصد الخامس :فى تخصيصه عليه الصلاة والسلام بخصائص المعراج والإسراء)

www.idaraghufran.org

کئی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن حوضِ کوثر سے بعض لوگوں کو فرشتے ہٹائیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے کہ یہ تو میری امت کے لوگ ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ارشاد ہوگا کہ آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا کیا نئی بدعات پیدا کیں، یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو اپنے سے دور ہو جانے کا حکم فرمائیں گے۔ [1]

معلوم ہوا کہ بدعت اتنی بدترین چیز ہے کہ اس کو کرنے والے لوگ قیامت کے دن حوضِ کوثر سے نہ صرف محروم ہوں گے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کے بھی مستحق ہوں گے۔

آج کل بدعات معاشرے میں عام ہیں اور کثرت سے لوگ ان بدعات میں مبتلا ہیں، ان کو مذکورہ احادیث سے عبرت پکڑنی چاہئے اور اپنی عاقبت کی فکر کرنی چاہئے۔

حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

ثُمَّ رُفِعَتْ إِلَيَّ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى، فَإِذَا نَبْقُهَا مِثْلُ قِلَالِ هَجَرَ، وَإِذَا وَرَقُهَا مِثْلُ آذَانِ الْفِيَلَةِ، قَالَ :هٰذِهِ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى، وَإِذَا أَرْبَعَةُ أَنْهَارٍ :نَهْرَانِ

---

[1] أَشْهَدُ عَلَى أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، لَسَمِعْتُهُ وَهُوَ يَزِيدُ فِيهَا " :فَأَقُولُ إِنَّهُمْ مِنِّي، فَيُقَالُ :إِنَّكَ لاَ تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ، فَأَقُولُ :سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِي "وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ :سُحْقًا :بُعْدًا يُقَالُ :(سَحِيقٌ) : بَعِيدٌ، سَحَقَهُ وَأَسْحَقَهُ أَبْعَدَهُ (بخاری، حديث نمبر ۶۵۸۴، كِتَابُ الرِّقَاقِ، بَابٌ فِي الْحَوْضِ)

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، وَسُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، جَمِيعًا عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ -قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ -أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى الْمَقْبُرَةَ، فَقَالَ :السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ، وَدِدْتُ أَنَّا قَدْ رَأَيْنَا إِخْوَانَنَا قَالُوا :أَوَلَسْنَا إِخْوَانَكَ؟ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ :أَنْتُمْ أَصْحَابِي وَإِخْوَانُنَا الَّذِينَ لَمْ يَأْتُوا بَعْدُ فَقَالُوا :كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ يَأْتِ بَعْدُ مِنْ أُمَّتِكَ؟ يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ : أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا لَهُ خَيْلٌ غُرٌّ مُحَجَّلَةٌ بَيْنَ ظَهْرَيْ خَيْلٍ دُهْمٍ بُهْمٍ أَلَا يَعْرِفُ خَيْلَهُ؟ قَالُوا :بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ " :فَإِنَّهُمْ يَأْتُونَ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنَ الْوُضُوءِ، وَأَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ أَلَا لَيُذَادَنَّ رِجَالٌ عَنْ حَوْضِي كَمَا يُذَادُ الْبَعِيرُ الضَّالُّ أُنَادِيهِمْ أَلَا هَلُمَّ فَيُقَالُ :إِنَّهُمْ قَدْ بَدَّلُوا بَعْدَكَ فَأَقُولُ سُحْقًا سُحْقًا (مسلم، كِتَابُ الطَّهَارَةِ، بَابُ اسْتِحْبَابِ إِطَالَةِ الْغُرَّةِ وَالتَّحْجِيلِ فِي الْوُضُوءِ)

حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ الْحَوْضَ رِجَالٌ مِمَّنْ صَاحَبَنِي، حَتَّى إِذَا رَأَيْتُهُمْ وَرُفِعُوا إِلَيَّ اخْتُلِجُوا دُونِي، فَلَأَقُولَنَّ :أَيْ رَبِّ أُصَيْحَابِي، أُصَيْحَابِي، فَلَيُقَالَنَّ لِي :إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ (مسلم، كتاب الْفَضَائِلِ، بَابُ إِثْبَاتِ حَوْضِ نَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِفَاتِهِ)

بَـاطِنَانِ وَنَهْرَانِ ظَاهِرَانِ، فَقُلْتُ :مَا هٰذَانِ يَا جِبْرِيْلُ؟ قَالَ :أَمَّا الْبَاطِنَانِ فَـنَهْـرَانِ فِـى الْـجَـنَّةِ، وَأَمَّا الظَّاهِرَانِ فَالنِّيْلُ وَالْفُرَاتُ، ثُمَّ رُفِعَ لِيُ الْبَيْتُ الْمَعْمُوْرُ(بخاری) [1]

ترجمہ: پھر (ساتویں آسمان پر پہنچنے کے بعد) میری طرف سدرۃُ المنتہٰی کوظاہر کیا گیا، تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے پھل ہجر (عرب کے علاقے) کے (بڑے) برتن (مٹکے) کی طرح کے تھے، اوراس کے پتّے ہاتھی کے کانوں کی طرح تھے، (جبریل علیہ السلام) نے کہا کہ یہ سدرۃُ المنتہٰی ہے، اور (وہاں) چار (قسم کی) نہریں تھیں، دونہریں باطنی (اندرونی) تھیں، اور دونہریں ظاہری تھیں، میں نے کہا کہ اے جبریل یہ دونہریں کیا ہیں؟ انہوں نے کہا کہ دواندرونی تو جنت کی نہریں ہیں، اور دو ظاہری نیل اورفرات ہیں، پھر میرے لیے بیتُ المعمور کو بلند کردیا گیا (ترجمہ ختم)

اورحضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رُفِعَتْ لِيْ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى فِي السَّمَاءِ السَّـابِعَةِ، نَبْـقُهَـا مِثْـلُ قِلَالِ هَـجَـرَ وَوَرَقُهَا، مِثْلُ آذَانِ الْفِيَلَةِ يَخْرُجُ مِنْ سَاقِهَا نَهْرَانِ ظَاهِرَانِ وَنَهْرَانِ بَاطِنَانِ، فَقُلْتُ :يَا جِبْرِيْلُ مَا هٰذَانِ ؟ قَالَ : أَمَّا الْبَاطِنَانِ فَفِي الْجَنَّةِ، وَأَمَّاالظَّاهِرَانِ فَالنِّيْلُ وَالْفُرَاتُ(مسند احمد) [2]

---

[1] حدیث نمبر ۳۸۸۷، کتاب المناقب، باب المعراج، دارطوق النجاة، بيروت، واللفظ لهٗ، مسلم ،حديث نمبر ۱۶۴.

[2] حديث نمبر ۱۲۶۷۳ ،مؤسسة الرسالة، بيروت.

إسناده صحيح على شرط الشيخين.وأخرجه الحاكم ۱/۸۱من طريق عبد الله بن أحمد، عن أبيه، بهذا الإسناد .وقال :صحيح على شرط الشيخين .ووافقه الذهبى .وهو فى "تفسير عبد الرزاق " ۲/۲۵۱، ۲۵۲، ومن طريقه أخرجه أبو يعلى(۳۱۸۵)والدارقطنى ۱/۲۵وأخرجه ابن طهمان فى مشيخته۱۱۹، ومن طريق ابن طهمان أخرجه البخارى تعليقاً ۶۵۱۰، وأبو عوانة۵/۳۲۳، والطبرانى فى الصغير ۱۱۳۹، والحاكم ۱/۸۱، وابن حجر فى التغليق۵/۲۷،۲۸عن شعبة، عن قتادة، به -دون وصف سدرة المنتهى، وزادوا فيه قصة اللبن عدا ابن طهمان فى "المشيخة" .وسيأتى الحديث ضمن حديث الإسراء الطويل من طريق قتادة، عن أنس، عن مالك بن صعصعة فى مسنده۴/۲۰۷، ۲۰۱وانظر ما سلف برقم(۱۲۳۰۱).وقد سلف الكلام على الأنهار فى مسند أبى هريرة عند الحديث رقم (۷۵۴۴)(حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے لئے ساتویں آسمان میں سدرۃُ المنتہیٰ کو ظاہر کیا گیا، اس کے پھل ہجر (عرب کے علاقے) کے (بڑے) برتن (مٹکے) کی طرح کے تھے، اور اس کے پتّے ہاتھی کے کانوں کی طرح تھے، اس کی شاخ سے دو نہریں ظاہری اور دو نہریں باطنی جاری ہورہی تھیں، میں نے کہا کہ اے جبریل یہ کیا ہے؟ تو جبریل علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ باطنی نہریں تو جنت میں ہیں، اور ظاہری نہریں نیل اور فرات ہیں (ترجمہ ختم)

دریائے نیل جو کہ مصر میں ہے، اور دریائے فرات جو کہ بغداد میں ہے، ان کو جنت کی نہریں کس لیے کہا گیا، اس میں محدثین نے کافی علمی گفتگو کی ہے۔

اصل حقیقت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، ہمیں تو اتنی بات پر یقین کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی طریقے پر ان دریاؤں کے ساتھ جنت کی نہروں کا تعلق قائم فرمایا ہے۔ [1]

---

[1] (وأما الظاهران فالنيل والفرات) ، قال القاضي :الحديث يدل على أن أصل سدرة المنتهى فى الأرض لخروج النيل والفرات من أصلها .وقال ابن الملك :يحتمل أن يكون المراد منهما ما عرفا بين الناس، ويكون ماؤهما مما يخرج من أصل السدرة، وإن لم يدرك كيفيته وأن يكون من باب الاستعارة فى الاسم بأن شبههما بنهرى الجنة فى الهضم والعذوبة، أو من باب توافق الأسماء بأن يكون نهرى الجنة موافقين لاسمى نهرى الدنيا .وفى شرح مسلم قال مقاتل :الباطنان هو السلسبيل والكوثر، والظاهر أن النيل والفرات يخرجان من أصلها، ثم يسيران حيث أراد الله تعالى، ثم يخرجان من الأرض ويسيران فيها، وهذا لا يمنعه شرع ولا عقل، وهو ظاهر الحديث فوجب المصير إليه(مرقاة، ج۹ص۳۷۶۳، كتاب الفضائل ، باب فى المعراج)

وظاهرها يخالف حديث مالك بن صعصعة فإن فيه بعد ذكر سدرة المنتهى :وإذا فى أصلها أربعة أنهار .ويجمع بينهما :بأن أصل نبعهما من تحت سدرة المنتهى ومقرهما فى السماء الدنيا، ومنها ينزلان إلى الأرض ووقع فى هذه الرواية أيضًا :ثم مضى به فى السماء الدنيا فإذا هو بنهر آخر، عليه قصر من لؤلؤ وزبرجد، وأنه الكوثر .وهو مما استشكل من رواية شريك، فإن الكوثر من الجنة، والجنة فوق السماء السابعة، ويحتمل أن يكون تقديره :ثم مضى فى سماء الدنيا إلى السابعة فإذا هو بنهر(المواهب اللدنية، ج۸ص۱۱۹،۱۲۰ ، المقصد الخامس :فى تخصيصه عليه الصلاة والسلام بخصائص المعراج والإسراء)

وفى حديث أبى ذر :فلما جئت إلى السماء ، قال جبريل لخازن السماء الدنيا :افتح قال :من هذا؟، "قال :جبريل قالوا :ومن معك؟، قال :محمد، قالوا :وقد بعث إليه؟، قال :نعم، قالوا :مرحبًا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ :أَنَّہٗ رَأٰی لَیْلَۃً أُسْرِیَ بِہٖ شَجَرَۃً، إِنَّھَا لَتُغَطِّیْ الْخَلْقَ کُلَّھُمْ، وَبَنِیْ آدَمَ، یَخْرُجُ مِنْ تَحْتِھَا الْأَنْھَارُ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وأهلًا، فيستبشر به أهل السماء "، سقطت الفاء من رواية الأصيلى، وزاد الدنيا، "لا يعلم أهل السماء بما يريد الله به فى الأرض حتى يعلمهم، أى :على لسان من شاء ، كجبريل "عليه السلام، "ووقع فى هذه الرواية "، أى :رواية شريک عن أنس "أيضًا، أنه رأى فى سماء الدنيا النيل والفرات، عنصرهما "بضم المهملتين، بينهما نون ساكنة أصلهما الذى تميزا به عن نهرى الجنة، فينزلان إلى سمء ا الدنيا، ثم ينزلان إلى الأرض بدل مما قبله.

ولفظ رواية شريک :فإذ هو فى السماء الدنيا بنهرين يطردان :فقال :ما هذان النهران يا جبريل؟، قال :هذا النى والفرات عنصرهما، "وظاهرها "، أى :هذه الرواية "يخالف حديث مالک بن صعصعة، فإن فيه بعد ذكر سدرة المتنتهى، وإذا فى أصلها أربعة أنهار "، نهران باطنان ونهران ظاهران، فقلت :ما هذان يا جبريل؟، قال :أما الباطنان فنهران فى الجنة، وأما الظاهران فالنيل والفرات، "ويجمع بينهما؛ بأن أصل نبعهما من تحت سدرة المنتهى، ومقرهما فى السماء الدنيا، ومنها ينزلان إلى الأرض "وجمع ابن دحية، بأنه رأى هذين عند سدرة المنتهى مع نهرى الجنة، ورآهما فى السماء الدنيا دون نهرى الجنة، وأراد بالعنصر عنصر انشتارهما السماء الدنيا، وكان الحافظ لم يرتضه لقوله، كذا قال ابن دحية انتهى، وتبعه المصنف فيما يأتى وجمع غيره بأن منبعهما من السدرة، وإذا نزلا إلى الأرض، يسلكان أولًا على الجنة، فيدخلانها، ثم ينزلان إلى الأرض بعد ذلک، ويأتى مزيد لذلک إن شاء الله قريبًا(شرح الزرقانى على المواهب اللدنية، ج۸ص ۱۲۰، المقصد الخامس :فى تخصيصه عليه الصلاة والسلام بخصائص المعراج والإسراء)

وأما الظاهران فالنيل والفرات وقع فى رواية شريک كما سيأتى فى التوحيد أنه رأى فى السماء الدنيا نهرين يطردان فقال له جبريل هما النيل والفرات عنصرهما والجمع بينهما أنه رأى هذين النهرين عند سدرة المنتهى مع نهرى الجنة ورآهما فى السماء الدنيا دون نهرى الجنة وأراد بالعنصر عنصر امتيازهما بسماء الدنيا كذا قال بن دحية ووقع فى حديث شريک أيضا ومضى به يرقى السماء فإذا هو بنهر آخر عليه قصر من لؤلؤ وزبرجد فضرب بيده فإذا هو مسک أذفر فقال ما هذا يا جبريل قال هذا الكوثر الذى خبأ لک ربک ووقع فى رواية يزيد بن أبى مالک عن أنس عند بن أبى حاتم أنه بعد أن رأى إبراهيم قال ثم انطلق بى على ظهر السماء السابعة حتى انتهى إلى نهر عليه خيام اللؤلؤ والياقوت والزبرجد وعليه طير خضر أنعم طير رأيت قال جبريل هذا الكوثر الذى أعطاک الله فإذا فيه آنية الذهب والفضة يجرى على رضراض من الياقوت والزمرد ماؤه أشد بياضا من اللبن قال فأخذت من آنيته فاغترفت من ذلک الماء فشربت فإذا هو أحلى من العسل وأشد رائحة من المسک وفى حديث أبى سعيد فإذا فيها عين تجرى يقال لها السلسبيل فينشق

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

الْأَرْبَعَةُ :نَهَرٌ مِنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ، وَنَهَرٌ مِنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِيْنَ، وَنَهَرٌ مِنْ مَاءٍ غَيْرِ آسِنٍ، وَنَهَرٌ مِنْ عَسَلٍ مُصَفًّى(صفة الجنة) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات میں ایک درخت دیکھا، جس نے سب مخلوق اور بنی آدم کو ڈھانکا ہوا تھا (جو سدرۃ المنتہٰی ہے) اور اُس کے نیچے سے چار نہریں نکل رہی تھیں، ایک نہر دودھ کی، جس کا ذائقہ بدلنے والا (یعنی خراب ہونے والا) نہیں تھا، دوسری نہر شراب کی، جو پینے والوں کے لیے لذّت والی تھی، اور تیسری نہر پانی کی، جو خراب ہونے والی نہیں تھی، اور چوتھی نہر صاف شفاف شہد کی (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

ثُمَّ انْتَهٰى إِلَى السِّدْرَةِ، فَقِيْلَ لَهٗ :هٰذِهِ السِّدْرَةُ يَنْتَهِيْ إِلَيْهَا كُلُّ أَحَدٍ خَلَا

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

منها نهران أحدهما الكوثر والآخر يقال له نهر الرحمة قلت فيمكن أن يفسر بهما النهران الباطنان المذكوران فى حديث الباب وكذا روى عن مقاتل قال الباطنان السلسبيل والكوثر وأما الحديث الذى أخرجه مسلم بلفظ سيحان وجيحان والنيل والفرات من أنهار الجنة فلا يغاير هذا لأن المراد به أن فى الأرض أربعة أنهار أصلها من الجنة وحينئذ لم يثبت لسيحون وجيحون أنهما ينبعان من أصل سدرة المنتهى فيمتاز النيل والفرات عليهما بذلك وأما الباطنان المذكوران فى حديث الباب فهما غير سيحون وجيحون والله أعلم قال النووى فى هذا الحديث أن أصل النيل والفرات من الجنة وأنهما يخرجان من أصل سدرة المنتهى ثم يسيران حيث شاء الله ثم ينزلان إلى الأرض ثم يسيران فيها ثم يخرجان منها وهذا لا يمنعه العقل وقد شهد به ظاهر الخبر فليعتمد وأما قول عياض إن الحديث يدل على أن أصل سدرة المنتهى فى الأرض لكونه قال إن النيل والفرات يخرجان من أصلها وهما بالمشاهدة يخرجان من الأرض فيلزم منه أن يكون أصل السدرة فى الأرض وهو متعقب فإن المراد بكونهما يخرجان من أصلها غير خروجهما بالنبع من الأرض والحاصل ان أصلها فى الجنة وهما يخرجان أولا من أصلها ثم يسيران إلى أن يستقرا فى الأرض ثم ينبعان واستدل به على فضيلة ماء النيل والفرات لكون منبعهما من الجنة وكذا سيحان وجيحان قال القرطبى لعل ترك ذكرهما فى حديث الإسراء لكونهما ليسا أصلا برأسهما وإنما يحتمل أن يتفرعا عن النيل والفرات قال وقيل انما أطلق على هذه الأنهار أنها من الجنة تشبيها لها بأنهار الجنة لما فيها من شدة العذوبة والحسن والبركة والأول أولى والله أعلم (فتح البارى لابنِ حجر ج۷ص ۲۱۴، كتاب المناقب، باب المعراج)

[1] لابى نعيم اصبهانى، حديث نمبر ۳۰۸، باب ذكر مافيها من العيون والانهار، دار المأمون للتراث -دمشق / سوريا.

مِنْ أُمَّتِکَ عَلٰی سُنَّتِکَ، فَإِذَا هِيَ شَجَرَةٌ يَخْرُجُ مِنْ أَصْلِهَا أَنْهَارٌ مِنْ مَاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِنْ لَبَنٍ لَمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِنْ خَمْرٍ لَذَّةٍ لِلشَّارِبِينَ، وَأَنْهَارٌ مِنْ عَسَلٍ مُصَفًّى (تفسير الطبری) [1]

ترجمہ: پھر نبی علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ کی طرف تشریف لے گئے، تو نبی علیہ السلام سے کہا گیا کہ یہ سدرہ ہے کہ جہاں تک ہر وہ شخص جو آپ کی امت میں سے آپ کے طریقہ پر ہے، پہنچتا ہے، پس وہ ایک ایسا درخت تھا، جس کی جڑ سے ایک ایسے پانی کی نہریں نکل رہی تھیں، جو خراب ہونے والی نہیں تھیں، اور ایک ایسے دودھ کی نہریں نکل رہی تھیں، جن کا ذائقہ بدلنے والا (یعنی خراب ہونے والا) نہیں تھا، اور ایک ایسی شراب کی نہریں نکل رہی تھیں، جو پینے والوں کے لیے لذّت والی تھیں، اور ایک ایسی شہد کی نہریں نکل رہی تھیں، جو خالص تھا (ترجمہ ختم)

جنت کی ان چار نہروں کا ذکر دوسری احادیث میں بھی ہے۔

چنانچہ حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي الْجَنَّةِ بَحْرُ اللَّبَنِ، وَبَحْرُ الْمَاءِ، وَبَحْرُ الْعَسَلِ، وَبَحْرُ الْخَمْرِ، ثُمَّ تَشَقَّقُ الْأَنْهَارُ مِنْهَا بَعْدُ (مسند احمد) [2]

---

[1] ج۷ ا ص۳۳۷، تحت آیت ۱ من سورۃ الاسراء، مؤسسة الرسالة، بيروت، سورة السراء، تهذيب الآثار للطبری، حديث نمبر ۲۷۲۸.

[2] حديث نمبر ۲۰۰۵۲، مؤسسة الرسالة، بيروت، واللفظ لهٗ، ترمذی، حديث نمبر ۲۵۷۱، صحيح ابن حبان حديث نمبر ۷۴۰۹، ذِكْرُ الْإِخْبَارِ عَنْ وَصْفِ أَنْهَارِ الْجَنَّةِ الَّتِي أَعَدَّهَا اللَّهُ جَلَّ وَعَلَا لِلْمُطِيعِينَ مِنْ أَوْلِيَائِهِ.

قال الترمذی:

" هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ، وَحَكِيمُ بْنُ مُعَاوِيَةَ هُوَ وَالِدُ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ، وَالجُرَيْرِيُّ يُكْنَى أَبَا مَسْعُودٍ وَاسْمُهُ :سَعِيدُ بْنُ إِيَاسٍ "

وفی حاشية مسند احمد:

إسناده حسن، حكيم بن معاوية صدوق، والجريری :هو سعيد بن إياس .روى عنه هذا الحديث خالد بن عبد الله الواسطی الذی أخرج له الشيخان عنه، فكأنه سمع منه هذا الحديث قبل اختلاطه.

www.idaraghufran.org

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد سنا کہ جنت میں دودھ کا سمندر ہے، اور پانی کا سمندر ہے، اور شہد کا سمندر ہے، اور شراب کا سمندر ہے، پھر ان سے آگے مزید نہریں پھوٹتی ہیں (ترجمہ ختم)

اور قرآن مجید میں بھی ان نہروں کا ذکر ہے، چنانچہ ارشاد ہے کہ:

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُه وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ (سورة محمد آيت ۱۵)

ترجمہ: جس جنت کا وعدہ متقیوں سے کیا گیا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں (ایسے) پانی کی نہریں ہیں جس میں بو (کا نام) نہیں اور (ایسے) دودھ کی نہریں ہیں جس کا ذائقہ (مطلق) نہیں بدلا اور (ایسی) شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لئے یکسر لذت ہوگی، اور صاف (وشفاف) شہد کی نہریں (بھی) ہیں، اور ان کے لئے وہاں ہر طرح کے میوے (موجود) ہوں گے اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت بھی (ترجمہ ختم)

فائدہ: یہ جنت کی عالیشان نہریں ہیں، جو جنتیوں کو نصیب ہوں گی۔ [1]

فیصلے لکھنے والے قلموں کی آواز کا سننا

حضرت ابنِ عباس اور ابوحبہ انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :ثُمَّ عُرِجَ بِيْ حَتّٰى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوَى

---

[1] (إن فى الجنة بحر الماء) غير آسن (وبحر العسل) أى المصفى (وبحر اللبن) أى الذى لم يتغير طعمه (وبحر الخمر) الذى هو لذة للشاربين (ثم تشقق الأنهار بعد) قال الطيبى رحمه الله تعالى :يريد بالبحر مثل دجلة والفرات ونحوهما وبالنهر مثل نهر معقل حيث تشقق منها جداول وخص هذه الأنهار بالذكر لكونها أفضل أشربة النوع الإنسانى فالماء لريهم وطهورهم والعسل لشفائهم ونفعهم واللبن لقوتهم وغذائهم والخمر للذتهم وسرورهم وقدم الماء لأنه حياة النفوس وثنى بالعسل لأنه شفاء للناس وثلث باللبن لأنه الفطرة وختم بالخمر إشارة إلى أن من حرمه فى الدنيا لا يحرمه فى الآخرة(حم ت عن معاوية بن حيدة) بفتح الحاء المهملة بن معاوية بن كعب القشيرى صحابى نزل البصرة(فيض القدير للمناوى، ج۲ص۴۶۶،تحت حديث رقم ۲۳۱۶)

أَسْمَعُ فِيْهِ صَرِيْفَ الْأَقْلَامِ(بخاری) ؎۱

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر (یعنی ساتویں آسمان پر ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات وغیرہ کے بعد) مجھے اوپر ہموار مقام پر لے جایا گیا، جہاں میں نے قلموں کی آواز (جو لکھنے کے وقت پیدا ہوتی ہے) سنی (ترجمہ ختم)

اہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ یہ ان قلموں کی آواز تھی، جن سے اللہ تعالیٰ کی جانب سے کائنات کے فیصلے تحریر کرکے متعلقہ امور انجام دیئے جاتے ہیں۔ ؎۲

پہلے پچاس اور بعد میں پانچ نمازوں کی فرضیت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

فُرِضَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلصَّلَوَاتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ

؎۱ حديث نمبر ۳۴۹، كتاب الصلاة، باب :كيف فرضت الصلاة فى الإسراء ؟دارطوق النجاة، بيروت،مسلم ، باب الاسراء برسول الله صلى الله عليه وسلم .

؎۲ قال النبى -صلى الله عليه وسلم :-عرج بى حتى ظهرت) أى :علوت (لمستوى) : بفتح الواو منونا وهو المستقر وموضع الاستعلاء ، من استوى الشىء استعلاه، وثبوت الياء بعد الواو يدل على أنه صيغة اسم المفعول، واللام فيه للعلة أى :علوت لاستعلاء مستوى، أو لرؤيته أو لمطالعته، ويحتمل أن يكون متعلقا بالمصدر، أى :ظهرت ظهور المستوى، ويحتمل أن يكون بمعنى إلى . قال تعالى :(أوحى لها) (الزلزلة:۵) أى إليها .وقيل بمعنى (على) (أسمع فيه) أى :فى ذلك المكان أو فى ذلك المقام (صريف الأقلام) . أى صوتها عند الكتابة، قيل :هو هاهنا عبارة عن الاطلاع على جريانها بالمقادير، والأصل فيه البكرة عند الاستعلاء يقال :صرفت البكرة تصرف صريفا، والمعنى أنى أقمت مقاما بلغت فيه من رفعة المحل إلى حيث اطلعت على الكوائن، وظهر لى ما يراد من أمر الله وتدبيره فى خلقه، وهذا والله هو المنتهى الذى لا تقدم فيه لأحد عليه، كذا حققه بعض الشارحين من علمائنا .وقال النووى :المستوى بفتح الواو .قال الخطابى :المراد به المصعد، وقيل المكان المستوى، وصريف الأقلام بالصاد المهملة صوت ما يكتبه الملائكة من أقضية الله تعالى ووحيه، وما ينسخونه من اللوح المحفوظ، أو ما شاء الله تعالى من ذلك أن يكتب ويرفع لما أراد الله من أمره وتدبيره .قال القاضى عياض :هذا حجة لمذهب أهل السنة فى الإيمان بصحة كتابة الوحى، والمقادير فى كتب الله تعالى من اللوح المحفوظ بالأقلام التى هو تعالى يعلم كيفيتها على ما جاء به الآيات، لكن كيفية ذلك، وصورته هنا لا يعلم إلا الله تعالى، وما يتأول هذا ويحيله عن ظاهره إلا ضعيف النظر والإيمان، إذ جاء ت به الشريعة ودلائل العقول لا تحيله(مرقاة ،ج۹ص ۳۷۷۰، كتاب الفضائل ، باب فى المعراج)

www.idaraghufran.org

خَمْسِيْنَ، ثُمَّ نُقِصَتْ حَتّٰى جُعِلَتْ خَمْسًا، ثُمَّ نُودِيَ :يَا مُحَمَّدُ إِنَّهُ لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ، وَإِنَّ لَكَ بِهٰذِهِ الْخَمْسِ خَمْسِيْنَ(مسند أحمد) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر معراج کی رات میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں، پھر ان میں کمی گئی، یہاں تک کہ پانچ نمازیں کردی گئیں، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئی کہ اے محمد! میرا فیصلہ تبدیل نہیں کیا جاتا، اور بے شک آپ (اور آپ کی امت) کے لئے ان پانچ نمازوں کے ساتھ پچاس نمازوں کا (ثواب) ہے (ترجمہ ختم)

بعض احادیث میں پچاس نمازوں کی فرضیت اور کمی کرنے کی تفصیل بھی آئی ہے۔

چنانچہ حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَيَّ الصَّلَوَاتُ خَمْسِيْنَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ، فَرَجَعْتُ فَمَرَرْتُ عَلٰى مُوْسٰى، فَقَالَ :بِمَا أُمِرْتَ؟ قَالَ :أُمِرْتُ بِخَمْسِيْنَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ، قَالَ :إِنَّ أُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيْعُ خَمْسِيْنَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ، وَإِنِّيْ وَاللّٰهِ قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ، وَعَالَجْتُ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ، فَارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيْفَ لِأُمَّتِكَ، فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّيْ عَشْرًا، فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهُ، فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّيْ عَشْرًا، فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهُ، فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّيْ عَشْرًا، فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهُ، فَرَجَعْتُ فَأُمِرْتُ بِعَشْرِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ، فَرَجَعْتُ فَقَالَ مِثْلَهُ، فَرَجَعْتُ فَأُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ، فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوْسٰى، فَقَالَ: بِمَ أُمِرْتَ؟ قُلْتُ :أُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ، قَالَ :إِنَّ أُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيْعُ خَمْسَ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ، وَإِنِّيْ قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ أَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ، فَارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ

[1] حديث نمبر ۱۲۶۴۱، مؤسسة الرسالة، بيروت.
إسناده صحيح على شرط الشيخين(حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

التَّخفِيفَ لِأُمَّتِكَ، قَالَ :سَأَلْتُ رَبِّي حَتّٰى اِسْتَحْيَيْتُ، وَلٰكِنِّي أَرْضَى وَأُسَلِّمُ، قَالَ :فَلَمَّا جَاوَزْتُ نَادٰى مُنَادٍ :أَمْضَيْتُ فَرِيْضَتِي، وَخَفَّفْتُ عَنْ عِبَادِي(بخاری) [1]

ترجمہ: پھر میرے اوپر ہر دن میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں، میں لوٹا، تو موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا، انہوں نے پوچھا کہ آپ کو کس چیز کا حکم دیا گیا ہے؟ میں نے کہا کہ مجھے ہر دن میں پچاس نمازوں کا حکم دیا گیا ہے، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کی امت کو ہر دن میں پچاس نمازوں کی قدرت نہ ہوگی، اور میں نے اللہ کی قسم لوگوں کی حالت کا آپ سے پہلے تجربہ کرلیا ہے، اور بنی اسرائیل کے لیے سخت کوشش کی ہے، تو آپ اپنے رب کی طرف لوٹ جایئے، اوران سے اپنی امت کے لیے تخفیف کا سوال کیجیے؟ تو میں (اپنے رب کی طرف) لوٹ گیا (اور تخفیف کی درخواست کی) اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دس نمازوں کو کم کردیا (اور پچاس کے بجائے چالیس نمازیں رہ گئیں)

پھر میں موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا، انہوں نے پہلے کی طرح بات کی (اور تخفیف کرانے کا مشورہ دیا) تو میں (دوبارہ) اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹا (اور کمی کرنے کی درخواست کی) اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں اور کم کردیں (اور تیس نمازیں رہ گئیں) پھر میں موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹ کر آیا، انہوں نے پھر پہلے کی طرح بات کی (اور تخفیف کرانے کا مشورہ دیا) پھر میں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر گیا (اور کمی کی درخواست کی) اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دس مزید کم فرمادیں (اور بیس نمازیں رہ گئیں) پھر میں موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹ کر آیا، تو انہوں نے پھر پہلے کی طرح بات کی (اور تخفیف کرانے کا مشورہ دیا) پھر میں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر گیا (اور کمی کی درخواست کی) تو مجھے ہر دن میں دس نمازوں کا حکم دیا گیا (اور دس نمازیں رہ گئیں) پھر

[1] کتاب المناقب، بَابُ المِعْرَاجِ، حدیث نمبر۳۸۸۷، دار طوق النجاۃ، بیروت.

www.idaraghufran.org

میں لوٹ کر آیا، تو موسیٰ علیہ السلام نے پھر پہلے کی طرح بات کی (اور تخفیف کرانے کا مشورہ دیا) پھر میں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر گیا (اور کمی کی درخواست کی) تو مجھے ہر دن پانچ نمازوں کا حکم دیا گیا، پھر میں موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹ کر آیا، انہوں نے فرمایا کہ آپ کو کیا حکم دیا گیا ہے؟ میں نے کہا کہ مجھے ہر دن پانچ نمازوں کا حکم دیا گیا ہے، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کی امت کو ہر دن میں پانچ نمازوں کی استطاعت نہ ہوگی، اور میں آپ سے پہلے لوگوں کی حالت کا تجربہ کر چکا ہوں، اور بنی اسرائیل کے ساتھ سخت جدوجہد کر چکا ہوں، لہٰذا آپ اپنے رب کی طرف لوٹ جایئے، اور ان سے اپنی امت کے لیے تخفیف کی درخواست کیجیے؟ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے (کئی مرتبہ) درخواست کر لی ہے، یہاں تک کہ اب مجھے حیاء آ گئی ہے، اور اب میں راضی ہوں، اور اس حکم کو (ہر طرح سے) تسلیم کرتا ہوں، پھر جب میں آگے بڑھا تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ایک پکارنے والے نے کہا کہ میں نے اپنا فریضہ پورا کر دیا ہے، اور اپنے بندوں پر آسانی کر دی ہے (ترجمہ ختم)

اور بخاری شریف کی ایک روایت میں جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، یہ الفاظ ہیں کہ:

ثُمَّ عَلَا بِهِ فَوْقَ ذٰلِكَ بِمَا لَا يَعْلَمُهُ إِلَّا اللّٰهُ، حَتّٰى جَاءَ سِدْرَةَ الْمُنْتَهٰى، وَدَنَا لِلْجَبَّارِ رَبِّ الْعِزَّةِ، فَتَدَلّٰى حَتّٰى كَانَ مِنْهُ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى، فَأَوْحَى اللّٰهُ فِيمَا أَوْحٰى إِلَيْهِ :خَمْسِينَ صَلَاةً عَلٰى أُمَّتِكَ كُلَّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، ثُمَّ هَبَطَ حَتّٰى بَلَغَ مُوسٰى، فَاحْتَبَسَهُ مُوسٰى، فَقَالَ :يَا مُحَمَّدُ، مَاذَا عَهِدَ إِلَيْكَ رَبُّكَ؟ قَالَ :عَهِدَ إِلَيَّ خَمْسِينَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ، قَالَ :إِنَّ أُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيعُ ذٰلِكَ، فَارْجِعْ فَلْيُخَفِّفْ عَنْكَ رَبُّكَ وَعَنْهُمْ، فَالْتَفَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى جِبْرِيلَ كَأَنَّهُ يَسْتَشِيرُهُ فِي ذٰلِكَ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ جِبْرِيلُ :أَنْ نَعَمْ إِنْ شِئْتَ، فَعَلَا بِهِ إِلَى الْجَبَّارِ، فَقَالَ

وَهُوَ مَكَانَهُ :يَا رَبِّ خَفِّفْ عَنَّا فَإِنَّ أُمَّتِي لا تَسْتَطِيعُ هٰذَا، فَوَضَعَ عَنْهُ عَشْرَ صَلَوَاتٍ ثُمَّ رَجَعَ إِلٰى مُوسٰى، فَاحْتَبَسَهُ فَلَمْ يَزَلْ يُرَدِّدُهُ مُوسٰى إِلٰى رَبِّهِ حَتّٰى صَارَتْ إِلٰى خَمْسِ صَلَوَاتٍ، ثُمَّ احْتَبَسَهُ مُوسٰى عِنْدَ الْخَمْسِ، فَقَالَ :يَا مُحَمَّدُ وَاللّٰهِ لَقَدْ رَاوَدْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ قَوْمِي عَلٰى أَدْنٰى مِنْ هٰذَا فَضَعُفُوا فَتَرَكُوهُ، فَأُمَّتُكَ أَضْعَفُ أَجْسَادًا وَقُلُوبًا وَأَبْدَانًا وَأَبْصَارًا وَأَسْمَاعًا فَارْجِعْ فَلْيُخَفِّفْ عَنْكَ رَبُّكَ، كُلَّ ذٰلِكَ يَلْتَفِتُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى جِبْرِيلَ لِيُشِيرَ عَلَيْهِ، وَلا يَكْرَهُ ذٰلِكَ جِبْرِيلُ، فَرَفَعَهُ عِنْدَ الْخَامِسَةِ، فَقَالَ :يَا رَبِّ إِنَّ أُمَّتِي ضُعَفَاءُ أَجْسَادُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ وَأَسْمَاعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَأَبْدَانُهُمْ فَخَفِّفْ عَنَّا، فَقَالَ الْجَبَّارُ :يَا مُحَمَّدُ، قَالَ :لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ، قَالَ :إِنَّهُ لا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ، كَمَا فَرَضْتُهُ عَلَيْكَ فِي أُمِّ الْكِتَابِ، قَالَ :فَكُلُّ حَسَنَةٍ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، فَهِيَ خَمْسُونَ فِي أُمِّ الْكِتَابِ، وَهِيَ خَمْسٌ عَلَيْكَ، فَرَجَعَ إِلٰى مُوسٰى، فَقَالَ :كَيْفَ فَعَلْتَ؟ فَقَالَ :خَفَّفَ عَنَّا، أَعْطَانَا بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ أَمْثَالِهَا، قَالَ مُوسٰى: قَدْ وَاللّٰهِ رَاوَدْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلٰى أَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ فَتَرَكُوهُ، ارْجِعْ إِلٰى رَبِّكَ فَلْيُخَفِّفْ عَنْكَ أَيْضًا، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :يَا مُوسٰى، قَدْ وَاللّٰهِ اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَبِّي مِمَّا اخْتَلَفْتُ إِلَيْهِ، قَالَ :فَاهْبِطْ بِاسْمِ اللّٰهِ (بخاری) [1]

ترجمہ: پھر آپ کو اس (ساتویں آسمان) سے بھی اوپر لے گئے جس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں، یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ کے (اوپر والے حصہ کے) پاس پہنچے، پھر اللہ رب العزت سے نزدیک ہوئے اور اس قدر نزدیک ہوئے جیسے کمان کے دو کونے، بلکہ اس سے بھی زیادہ نزدیک ہوئے (جس کی اصل حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے

[1] كتاب التوحيد، بَابُ قَوْلِهِ :وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا، حديث نمبر ۷۵۱۷، دارطوق النجاة، بيروت.

www.idaraghufran.org

ہیں) پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی بھیجی جو بھی وحی بھیجی، اس میں یہ تھا کہ آپ کی امت پر دن رات پچاس نمازیں فرض کی گئیں ہیں، پھر آپ نیچے اترے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے آپ کو روک لیا اور کہا کہ اے محمد! تمہارے رب نے تم سے کیا عہد لیا، آپ نے فرمایا کہ مجھ سے دن رات پچاس نمازیں پڑھنے کا عہد لیا ہے، انہوں نے کہا کہ تمہاری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی اسلئے لوٹ جاؤ اپنے رب سے اپنے لیے اور اپنی امت کے واسطے تخفیف کراؤ، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبریل کی طرف رخ کیا گویا آپ ان سے مشورہ لینا چاہتے تھے، جبریل نے مشورہ دیا کہ ہاں اگر آپ کی خواہش ہو چنانچہ جبریل آپ کو اللہ تعالی کے پاس لے گئے، آپ نے اپنی پہلی جگہ پر کھڑے ہو کر عرض کیا کہ اے ہمارے رب! نمازوں میں ہم پر کمی فرما دیجئے، میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی، تو اللہ تعالی نے دس نمازیں کم کر دیں (اور چالیس نمازیں رہ گئیں) پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے انہوں نے روک لیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ کو اسی طرح اپنے رب کے پاس بھیجتے رہے حتّٰی کہ پانچ نمازیں رہ گئیں، پھر پانچ کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے روکا اور کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو اس سے بھی کم نمازیں پڑھوانا چاہیں لیکن وہ ضعیف ہو گئے اور اس کو چھوڑ دیا، تمہاری امت تو جسم، بدن، آنکھ اور کان، کے اعتبار سے بہت ضعیف ہے، لہٰذا واپس جاؤ تمہارا رب تمہاری نمازوں میں کمی کر دے گا، ہر بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم جبریل کی طرف دیکھتے تھے تا کہ ان سے مشورہ لیں اور جبریل علیہ السلام اس کو ناپسند نہیں کرتے تھے چنانچہ پانچویں بار بھی آپ کو لے گئے آپ نے عرض کیا اے میرے رب ! میری امت کے جسم ناتواں ہیں اور ان کے دل اور کان اور ان کے بدن کمزور ہیں اس لئے ہم پر تخفیف فرما، اللہ جبار نے فرمایا کہ اے محمد، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا کہ لبیک وسعدیک، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے پاس بات بدلی نہیں جاتی جو میں نے تم پر فرض کیا تھا وہ امُّ الکتاب (لوحِ

محفوظ) میں ہے، اللہ نے فرمایا ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہے اس لئے پانچ نمازیں جو تم پر فرض ہوئیں لوحِ محفوظ میں پچاس ہی رہیں، آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ آپ نے کیا کیا؟ آپ نے کہا ہمارے رب نے ہماری نماز میں بہت کمی فرما دی ہر نیکی کا دس گنا ثواب عطا کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اللہ کی قسم میں نے بنی اسرائیل سے اس سے بھی کم کا ارادہ کیا تھا لیکن انہوں نے اس کو چھوڑ دیا، لہٰذا لوٹ کر اپنے رب کے پاس جاؤ اور اس میں کمی کراؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے موسیٰ! اللہ کی قسم مجھے اپنے رب سے شرم آتی ہے اس لئے کہ میں بار بار اپنے رب کے پاس جا چکا ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا پھر اللہ کا نام لے کر اترو (ترجمہ ختم)

فائدہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے پچاس نمازوں کو کم کر کے پانچ کر دیا، اور ثواب پچاس نمازوں کے برابر ہی رکھا۔

نماز معراج کا خاص تحفہ ہے، اب بھی اگر مومن ہو کر کوئی مرد یا عورت پانچ نمازوں کی پابندی نہ کرے، تو یہ اس کی بہت بڑی بدقسمتی ہے۔

نماز اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے، دوسری عبادات اسی سرزمین پر رہتے ہوئے فرض کی گئیں، لیکن نماز عالمِ بالا میں معراج میں فرض کی گئی، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو عالمِ بالا کی سیر کرائی اور وہاں پچاس، پھر پانچ نمازیں عطا کی گئیں، اور ثواب پچاس ہی کا رکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توجہ دلانے پر بار بار بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہو کر نمازوں کی تخفیف اور کمی کے لئے درخواست کرتے رہے، اور درخواست قبول ہوتی رہی، اس غرض کے لئے عالمِ بالا میں بار بار آپ کی حاضری ہوتی رہی۔

عالمِ بالا میں معراج کی شکل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالیٰ سے مناجات ہوئی، پھر اس دنیا میں نماز کی شکل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی اور اس کے بعد پوری امت کی مناجات ہوتی رہی ہے اور تا قیامت یہ مناجات ہوتی رہے گی۔

چونکہ نماز اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری ہے اس لئے اس کے وہ آداب ہیں جو دوسری عبادات کے لئے لازم نہیں کیے گئے، باوضو ہونا، کپڑوں کا پاک ہونا، نماز کی جگہ کا پاک ہونا، قبلہ رُخ ہونا، ادب کے ساتھ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا، اللہ کے کلام کو پڑھنا، رکوع کرنا، سجدے کرنا، یہ وہ چیزیں ہیں جو مجموعی حیثیت سے کسی دوسری عبادات میں مشروط نہیں ہیں (اگرچہ ان میں سے بعض احکام بعض دیگر عبادات سے بھی متعلق ہیں) پھر نمازی ہر دو رکعت کے بعد تشہد پڑھتا ہے جو التحیات للہ سے شروع ہوتا ہے، حدیث کے بعض شارحین نے فرمایا کہ تشہد میں انہی الفاظ کا اعادہ ہے جو شبِ معراج میں ادا کیے گئے تھے۔

ایک نیکی کا ثواب دس کے برابر اور ایک برائی کا گناہ ایک کے برابر

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے معراج کی حدیث میں پانچ نمازوں کی فرضیت کے واقعہ کے ذیل میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

فَلَمْ أَزَلْ أَرْجِعُ بَيْنَ رَبِّيْ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى، وَبَيْنَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ حَتّٰى قَالَ :يَا مُحَمَّدُ، إِنَّهُنَّ خَمْسُ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ، لِكُلِّ صَلَاةٍ عَشْرٌ، فَذٰلِكَ خَمْسُوْنَ صَلَاةً، وَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةً، فَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ لَهُ عَشْرًا، وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا لَمْ تُكْتَبْ شَيْئًا، فَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ سَيِّئَةً وَّاحِدَةً (مسلم) [1]

ترجمہ: پھر میں اپنے رب تبارک وتعالیٰ اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان لوٹ لوٹ کر (نماز کی تخفیف کے لئے) جاتا رہا، یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد یہ ہر دن ورات میں پانچ نمازیں ہیں، ہر نماز کے لئے دس کا ثواب ہے، پس یہ (ثواب کے اعتبار سے) پچاس نمازیں ہی ہیں، اور جو شخص کسی نیک کام کا ارادہ کرے گا، پھر (کسی عذر وغیرہ کی وجہ سے) اس کو نہیں کر سکے گا، تو اس کے لئے (اس ارادہ پر) ایک

---

[1] حديث نمبر ١٦٢، كتاب الايمان، بَابُ الْإِسْرَاءِ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى السَّمَاوَاتِ، وَفَرْضِ الصَّلَوَاتِ، دار إحياء التراث العربى -بيروت.

www.idaraghufran.org

نیکی لکھی جائے گی، پھر اگر اس نے وہ نیک کام کرلیا، تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی، اور جس نے برے کام کا ارادہ کیا، پھر اس کام کو نہیں کیا، تو اس کے لئے کچھ نہیں لکھا جائے گا، پھر اگر اس نے وہ برا کام کرلیا، تو اس کے لئے ایک گناہ ہی لکھا جائے گا (ترجمہ ختم)

اس مضمون کا ذکر کچھ اضافی تفصیل کے ساتھ دوسری احادیث میں بھی ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ إِذَا أَرَادَ عَبْدِيْ أَنْ يَّعْمَلَ سَيِّئَةً، فَلَا تَكْتُبُوْهَا عَلَيْهِ حَتّٰى يَعْمَلَهَا، فَإِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوْهَا بِمِثْلِهَا، وَإِنْ تَرَكَهَا مِنْ أَجْلِيْ فَاكْتُبُوْهَا لَهٗ حَسَنَةً، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَّعْمَلَ حَسَنَةً فَلَمْ يَعْمَلْهَا فَاكْتُبُوْهَا لَهٗ حَسَنَةً، فَإِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوْهَا لَهٗ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ (بخاری)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجلّ (فرشتوں سے) فرماتے ہیں کہ جب میرا بندہ کسی گناہ کے کام کو کرنے کا ارادہ کرے، تو تم اس کو اس بندے کے نامۂ اعمال میں اس وقت تک نہ لکھو جب تک وہ اس کام کو نہ کرلے، پھر اگر وہ اس گناہ کے کام کو کرلے، تو تم اس کے مثل ایک گناہ ہی لکھو، اور اگر وہ میری (رضا وخوف کی) وجہ سے اس گناہ کو چھوڑ دے (اور نہ کرے) تو تم اس کے لئے ایک نیکی لکھو (کیونکہ اللہ کی وجہ سے گناہ سے بچ جانا بھی نیکی کے ارادہ کا حکم رکھتا ہے) اور جب وہ کسی نیک عمل کا ارادہ کرے، پھر وہ اس نیک عمل کو (کسی عذر وغیرہ کی وجہ سے) نہ کرسکے، تو تم اس کے نامۂ اعمال میں ایک نیکی لکھو، پھر وہ اس نیک عمل کو کرلے، تو تم اس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھو سات سو تک (ترجمہ ختم)

اللہ تعالیٰ نے ایک نیک عمل کے کرنے پر دس نیکیوں کے عطا فرمانے، اور ایک برے عمل کے کرنے پر ایک گناہ دیئے جانے کا قرآن مجید میں بھی ذکر فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے کہ:

---

[1] حديث نمبر ۷۵۰۱، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالىٰ يريدون أن يبدلوا كلام الله.

www.idaraghufran.org

مَنۡ جَاءَ بِالۡحَسَنَةِ فَلَه عَشۡرُ اَمۡثَالِهَا وَمَنۡ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجۡزٰٓى اِلَّا مِثۡلَهَا وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ(سورۃ الانعام ،آیت ۱۶۰)

ترجمہ: (یادرکھو) جوکوئی (اللہ کے حضور) نیکی لے کرآئے گا اس کے لئے دس گنا (اجر) ہے، اور جوکوئی بدی لے کرآئے گا اس کو بس اس کے برابر ملے گا اورلوگوں پر (کسی طرح کا) ظلم نہیں کیا جائے گا (ترجمہ ختم)

یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر فضل ہے۔

اور یہ ایک اور دس کا فیصلہ عام حالات کے مطابق ہے، ورنہ مخصوص وبابرکت حالات (مقام یا زمانے) میں جب کسی نیک عمل کو کیا جاتا ہے، تو جس طرح اس کے ثواب میں اضافہ ہوتا ہے، تو برے عمل کے کرنے کی صورت میں اس کے گناہ میں بھی اضافہ ہوجاتا ہے، جیسے رمضانُ المبارک اور مسجد وحرمین شریفین میں نیک اور برے عمل کا معاملہ ہے۔ [1]

---

[1] (لكل صلاة) أى :حقيقة واختيارا (عشرا) أى :ثواب صلوات أى :حكما واعتبارا (فذلك) أى فمجموع ما ذكر (خمسون صلاة) ، ثم استأنف ببيان قضية أخرى وعطية أخرى متضمنة لهذه الجزئية المندرجة فى القاعدة الكلية حيث قال :(من هم بحسنة) أى :عزم على فعلها (فلم يعملها) :لمانع شرعى أو عذر عرفى (كتبت) : بصيغة المجهول أى :كتب له هم الحسنة والتأنيث من إضافته إلى الحسنة، أو من قبيل حذف المضاف وإقامة المضاف إليه مقامه (له) أى :لعاملها (حسنة) ، النصب أى ثواب حسنة واحدة .قال الطيبى :كتبت مبنى على المفعول والضمير فيه راجع إلى قوله :بحسنة .وحسنة :وضعت موضع المصدر أى :كتبت الحسنة كتابة واحدة، وكذا عشرا وكذا شيئا منصوبان على المصدر على ما فى جامع الأصول، وشرح السنة، وفى بعض نسخ المصابيح :حسنة وعشر مرفوعان وهو غلط من الناسخ .أقول :لعله من جهة الرواية، وأما من طريق الدراية فله وجه فى الجملة، وهو أن يكون قوله :كتبت له جملة مستقلة مجملة، وقوله: حسنة بتقدير هى جملة مبينة مفصلة (فإن عملها) أى :بعدما هم بها واهتم بشأنها (كتبت) أى: تلك الحسنة المهمومة والمعمولة (له عشرا) أى :ثواب عشر حسنات لانضمام قصد القلب إلى مباشرة عمل القالب، كقوله تعالى :(من جاء بالحسنة فله عشر أمثالها)وهذا أقل التضاعف فى غير الحرم المحترم (ومن هم بسيئة) أى :ولم يصمم على فعلها (فلم يعملها) أى :فتركها من غير باعث أو لسبب مباح بخلاف ما إذا تركها لله (لم تكتب) أى :تلك السيئة الموصوفة (له شيئا) . أما لو تركها وقد عزم على عملها، فإن تركها لله فلا شك أنها تكتب له حسنة، وإن تركها لغرض فاسد، فتكتب له سيئة على ما بينه حجة الإسلام فى الإحياء ، وصرح به كثير من العلماء ، (فإن عملها كتبت) أى :له كما فى نسخة صحيحة (سيئة واحدة) . لأن السيئة لا تتضاعف بحسب الكمية كما قال تعالى :(ومن جاء بالسيئة فلا يجزى إلا مثلها وهم لا يظلمون) إشارة إلى أن هذا عدل كما أن التضاعف فضل(مرقاة ج۹ ص۳۷۶۷، ۳۷۶۸، كتاب الفضائل،باب فى المعراج)

مگر اس موقع پر یہ بات ملحوظ رہنا ضروری ہے کہ گناہ کا ارادہ کرنے پر جو گناہ نہیں لکھا جاتا، وہ ان گناہوں کے بارے میں ہے، جن کے عملی طور پر کرنے کا پختہ ارادہ نہ ہو، اور ان کو بعد میں نہ کیا جائے۔

جہاں تک کسی گناہ کا پختہ ارادہ ونیت کر لینے کا معاملہ ہے یا ان گناہوں کا معاملہ ہے کہ جو دل کے فعل سے بھی وجود میں آ جاتے ہیں، جیسے کوئی برا عقیدہ، تکبر، حسد، کینہ، بدگمانی وغیرہ، تو ان پر انہی کے مطابق دل میں پختہ ارادہ ونیت کر لینے یا صرف دل سے کر لینے پر حکم لگایا جاتا ہے۔ [1]

جنت اور جہنّم کی زیارت

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] قيل :لما كان الهم بالحسنة معتبرا باعتبار أنه فعل القلب لزم أن يكون بالسيئة أيضا كذلك. وأجيب :بأن هذا من فضل الله على عباده حيث عفا عنهم، ولولا هذا الفضل العظيم لم يدخل أحد الجنة لأن السيئات من العباد أكثر من الحسنات، فلطف الله عز وجل بعباده بأن ضاعف لهم الحسنات دون السيئات .قيل :إذا هم العبد بالسيئة ولم يعمل بها فغايته أن لا تكتب له سيئة فمن أين أن تكتب له حسنة؟ وأجيب :بأن الكف عن الشر حسنة .قيل :اتفق العلماء على أن الشخص إذا عزم على ترك صلاة بعد عشرين سنة عصى فى الحال؟ وأجيب :بأن العزم وهو توطين النفس على فعله غير الهم الذى هو تحديث النفس من غير استقرار، وقال ابن الجوزى :إذا حدث العبد نفسه بالمعصية لم يؤاخذ، فإذا عزم فقد خرج عن تحديث النفس فيصير من أعمال القلب، فإن عقد النية على الفعل فحينئذ يأثم، وبيان الفرق بين الهم والعزم أنه لو حدث نفسه فى الصلاة وهو فيها بقطعها لم تنقطع، فإذا عزم حكمنا بقطعها .ثم إعلم أن حديث ابن عباس هذا معناه الخصوص لمن هم بسيئة فتركها لوجه الله تعالى، وأما من تركها مكرها على تركها بأن يحال بينه وبينها فلا تكتب له حسنة، فلا يدخل فى نص الحديث .وقال الطبرى :وفى هذا الحديث تصحيح مقالة من يقول : إن الحفظة تكتب ما يهم به العبد من حسنة أو سيئة، وتعلم اعتقاده كذلك، ورد مقالة من زعم أن الحفظة لا تكتب إلا ما ظهر من عمل العبد وتسمع(عمدة القارى، ج۲۳ص ۸۰، كتاب الرقاق، باب من هم بحسنة أو بسيئة)

وقد تظاهرت نصوص الشرع بالمؤاخذة بعزم القلب المستقر ومن ذلك قوله تعالى إن الذين يحبون أن تشيع الفاحشة فى الذين آمنوا لهم عذاب أليم الآية وقوله تعالى اجتنبوا كثيرا من الظن إن بعض الظن إثم والآيات فى هذا كثيرة وقد تظاهرت نصوص الشرع وإجماع العلماء على تحريم الحسد واحتقار المسلمين وإرادة المكروه بهم وغير ذلك من أعمال القلوب وعزمها والله أعلم(شرح النووى علىٰ مسلم ج۲ص ۱۵۲ ،كتاب الايمان، باب بيان تجاوز الله تعالى عن حديث النفس والخواطر بالقلب الخ)

ثُمَّ أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ(بخاری) ۱

ترجمہ: پھر میں جنت میں داخل کیا گیا (ترجمہ ختم)

اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُتِيتُ بِالْبُرَاقِ وَهُوَ دَابَّةٌ أَبْيَضُ طَوِيلٌ يَضَعُ حَافِرَهُ عِنْدَ مُنْتَهٰى طَرَفِهِ، فَلَمْ نُزَايِلْ ظَهْرَهُ أَنَا وَجِبْرِيْلُ حَتّٰى أَتَيْتُ بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَفُتِحَتْ لَنَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَرَأَيْتُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ (مسنداحمد) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس براق لایا گیا، جو کہ لمبا اور سفید جانور تھا، جو اپنے پاؤں حدِ نظر تک رکھتا تھا، تو میں اور جبریل اُس کی پشت پر سوار رہے، یہاں تک کہ میں بیت المقدس پہنچ گیا، پھر بعد میں ہمارے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے گئے، اور میں نے جنت اور جہنم کو (اپنی آنکھوں سے) دیکھا (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں مروی ہے کہ:

حَتّٰى صَارَ إِلٰى أَرْضٍ غُمَّةٍ مُنْتِنَةٍ، ثُمَّ إِلٰى أَرْضٍ فَيْحَاءَ طَيِّبَةٍ، قُلْتُ :يَا جِبْرِيْلُ، كُنَّا نَسِيْرُ فِيْ أَرْضٍ غُمَّةٍ مُنْتِنَةٍ، ثُمَّ إِلٰى أَرْضٍ فَيْحَاءَ طَيِّبَةٍ، فَقَالَ :

---

۱ حديث نمبر ۳۴۹، كتاب الصلاة، بَابٌ :كَيْفَ فُرِضَتِ الصَّلاَةُ فِي الإِسْرَاءِ؟دارطوق النجاة، بيروت.

۲ حديث نمبر ۲۳۳۳۲ ،مؤسسة الرسالة، بيروت.

إسناده حسن من أجل عاصم بن بهدلة، وباقي رجاله ثقات رجال الصحيح .يونس :هو ابن محمد المؤدب .وأخرجه الطيالسي (۴۱۱)ومن طريقه البيهقي في دلائل النبوة۳۶۴/۲، والطحاوي في شرح المشكل(۵۰۱۴)من طريق الحجاج بن منهال، كلاهما (الطيالسي وحجاج) عن حماد بن سلمة، بهذا الإسناد (حاشيه مسند احمد)

عَنْ، حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :أُتِيتُ بِالْبُرَاقِ "، فَذَكَرَ مَعْنَاهُ، قَالَ حَسَنٌ فِي حَدِيثِهِ ـ يَعْنِي هَذَا الْحَدِيثَ ـ وَرَأَيَا الْجَنَّةَ وَالنَّارَ، وَقَالَ عَفَّانُ : وَفُتِحَتْ لَهُمَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَرَأَى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ(مسنداحمد، حديث نمبر ۲۳۳۳۳)

إسناده حسن من أجل عاصم بن بهدلة، وباقي رجاله ثقات رجال الصحيح .ورواية عفان -وهو ابن مسلم (حاشيه مسند احمد)

www.idaraghufran.org

تِلْکَ أَرْضُ النَّارِ، وَهٰذِهِ أَرْضُ الْجَنَّةِ (المعجم الکبیر) ۱؎

ترجمہ: یہاں تک کہ (معراج کی رات میں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک تنگ بدبو والی جگہ تک پہنچ گئے، پھر ایک کشادہ اور خوشبودار جگہ پہنچے، نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے کہا اے جبریل ہم ایک تنگ اور بدبودار جگہ میں چل رہے تھے، پھر ہوا اور خوشبودار جگہ میں، تو جبریل نے فرمایا کہ وہ (بدبودار) جہنم کی زمین تھی، اور یہ (خوشبودار) جنت کی زمین تھی (ترجمہ ختم)

معراج کی رات میں جنت اور جہنم میں داخلے اور ان کے بعض حالات کا ذکر دوسری احادیث میں بھی ہے، اس لئے بعض روایات کا ضعف نقصان دہ نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ معراج کی رات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جنت اور جہنم کے بعض حالات واوصاف بھی ظاہر کئے تھے، اور جنت عالی شان مقام ہے، اور جہنم برا مقام ہے۔

جنت کی مٹی

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ثُمَّ أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ، فَإِذَا فِيهَا حَبَايِلُ اللُّؤْلُؤِ وَإِذَا تُرَابُهَا الْمِسْکُ (بخاری) ۲؎

ترجمہ: پھر میں جنت میں داخل کیا گیا (تو کیا دیکھتا ہوں) کہ اس میں موتی کی لڑیاں ہیں اور اس کی مٹی مشک ہے (ترجمہ ختم)

۱؎ للطبرانی، حدیث نمبر ۹۹۷۶، مکتبة ابن تیمیة -القاهرة، واللفظ لهٗ، مسند ابی یعلیٰ الموصلی، حدیث نمبر ۵۰۳۶، مستدرک حاکم حدیث نمبر ۸۷۹۳، مسند البزار، حدیث نمبر ۱۵۶۸، حلیة الاولیاء ج۴ ص ۲۳۴.

قال الحاکم: هَذَا حَدِيثٌ تَفَرَّدَ بِهِ أَبُو حَمْزَةَ مَيْمُونٌ الْأَعْوَرُ، وَقَدِ اخْتَلَفَتْ أَقَاوِيلُ أَئِمَّتِنَا فِيهِ وَقَدْ أَتَى بِزِيَادَاتٍ لَمْ يُخْرِجْهَا الشَّيْخَانِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فِي ذِكْرِ الْمِعْرَاجِ.

وقال العقیلی:

وهذا الحدیث یروی من غیر هذا الوجه بإسناد جید (الضعفاء الکبیر للعقیلی، تحت حدیث رقم ۱۹۴۲، تحت ترجمة میمون ابوحمزة القصاب کوفی)

۲؎ حدیث نمبر ۳۴۹، کتاب الصلاة، بَابٌ: كَيْفَ فُرِضَتِ الصَّلاَةُ فِي الإِسْرَاءِ؟ دارطوق النجاة، بیروت.

www.idaraghufran.org

اور ایک حدیث حضرت ابی بن کعب سے بھی مروی ہے، جس میں جنت کی زمین کو صاف ستھرے سونے کی قرار دیا گیا ہے، مگر وہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہے۔ [1]

فائدہ: یہ جنت کی صفت کا صرف ایک نمونہ بیان کیا گیا ہے، ورنہ جنت میں بے شمار خوبصورت مناظر ہیں، اور اہلِ علم حضرات کے مطابق جنت ساتویں آسمان کے اوپر اور عرشِ رحمٰن کے نیچے ہے، گویا کہ عرشِ رحمٰن، جنت کی چھت ہے (معارف القرآن ج۶ص۲۰۰)

مشرک کی مغفرت نہ ہونے کا فیصلہ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ایک لمبی حدیث میں فرماتے ہیں کہ:

فَأُعْطِىَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا :أُعْطِىَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ، وَأُعْطِىَ خَوَاتِيْمَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ، وَغُفِرَ لِمَنْ لَّمْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ مِنْ أُمَّتِهِ شَيْئًا الْمُقْحِمَاتُ (مسلم) [2]

---

[1] حدثنا حبيب، وثنا أبو محمد بن حيان، ثنا عمرو بن الحصين،ثنا ابن علاثة، ثنا ابن جريج، عن عطاء ، عن عبيد بن عمير ,عن أبي بن كعب قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ :، قُلْتُ لَيْلَةَ أُسْرِىَ بِى :يَا جِبْرِيلُ، إِنَّهُمْ سَيَسْأَلُونِى عَنِ الْجَنَّةِ، قَالَ :فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهَا مِنْ دُرَّةٍ بَيْضَاءَ، وَأَنَّ أَرْضَهَا عِقْيَانٌ (صفة الجنة لابى نعيم، حديث نمبر ۱۵۱)

وعبيد بن عمير -هو الليثى -تابعى ثقة وإنما النظر فيمن دونه (الاسراء والمعراج، ص۵۵)

ابن علاثة (د، س، ق) قاضى الخلافة، أبو اليسير محمد بن عبدالله بن علاثة العقيلى الجزرى...... قال ابن سعد :ثقة إن شاء الله، حرانى، ولى معه القضاء عافية .وقال ابن معين :ثقة.وقال أبو حاتم : لا يحتج به .وقال أبو زرعة :صالح الحديث .وقال البخارى :فى حفظه نظر .وقال الازدى :حديثه يدل على كذبه .مات ابن علاثة سنة ثمان وستين ومئة، ويقال له :قاضى الجن.قيل :حكم بينهم وبين الانس فى ماء بئر، فحكم للجن أن يستقوا بالليل، فكان من استقى بعد المغرب جاءه الرجم (سيراعلام النبلاء ج۷ص۳۰۸، ۳۰۹)

عَمْرو بن الحصين العقيلى الكِلابى ، ويُقال :الباهلى ، أبو عثمان ، البَصْرِىّ ثم الجزرى...... قال عبد الرحمن بن أَبى حاتم :سمع منه أبى ، وَقَال :تركت الرواية عنه ، ولم يحَدَّثَنا بحديثه ، وَقَال :هو ذاهب الحديث ، وليس بشىءٍ ، أخرج أول شىء أحاديث مشبهة حسانا ، ثم أخرج بعد لابن علاثة أحاديث موضوعة ، فأفسد علينا ما كتبنا عنه ، فتركنا حديثه .قال عبد الرحمن وسئل أبو زُرْعَة عنه عندما امتنع من التحديث عنه فقال :ليس هو فى موضع يحدث عنه ، وهو واهى الحديث .وَقَال أبو أحمد بن عدى :حدث عن الثقات بغير حديث منكر ، وهو مظلم الحديث .وَقَال أبو الفتح الأزدى :ضعيف جدا يتكلمون فيه.وَقَال الدَّارَقُطْنِىُّ :متروك (تهذيب الكمال ج۲۱ص۵۸۷تا ۵۸۹)

[2] حديث نمبر ۱۷۳، كتاب الايمان،بَابٌ فِى ذِكْرِ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى،دار إحياء التراث ،بيروت.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (معراج کی رات میں) تین چیزیں عطا کی گئیں، پانچ نمازیں عطا کی گئیں، اورسورہ بقرہ کی آخری آیتیں عطا کی گئیں، اورآپ کی امت میں سے جوشرک نہ کرے، اس کے ہلاک کرنے والے گناہوں کومعاف کردیا جائے گا (ترجمہ ختم)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کبیرہ گناہ جوکہ آگ میں پہنچانے والے، اور ہلاک کرنے والے ہیں، کسی نہ کسی وقت سزا پاکران کو درگزر کردیا جائے گا، لیکن شرک کو درگزر نہیں کیا جائے گا، اس لئے مشرک ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

اس سے شرک کی برائی معلوم ہوئی، لہٰذا ہر مسلمان کو شرک سے بچنے کا پورا پورا اہتمام کرنا چاہئے۔ [1]

حضرت جبریلِ امین کو اصلی صورت میں دیکھنا

حضرت ابواسحاق شیبانی فرماتے ہیں کہ:

سَأَلْتُ زِرَّ بْنَ حُبَيْشٍ عَنْ هٰذِهِ الْآيَةِ(لَقَدْ رَأٰى مِنْ آيَاتِ رَبِّهٖ الْكُبْرٰى) (النجم:۱۸) قَالَ :قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ :رَأٰى جِبْرِيلَ فِي صُوْرَتِهٖ لَهٗ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ(صحيح ابنِ حبان) [2]

---

[1] قوله (وغفر لمن لم يشرک بالله من أمته شيئا المقحمات) هو بضم الميم وإسكان القاف وكسر الحاء ومعناه الذنوب العظام الكبائر التى تهلک أصحابها وتوردهم النار وتقحمهم إياها والتقحم الوقوع فى المهالک ومعنى الكلام من مات من هذه الأمة غير مشرک بالله غفر له المقحمات والمراد والله أعلم بغفرانها أنه لا يخلد فى النار بخلاف المشركين وليس المراد أنه لا يعذب أصلا فقد تقررت نصوص الشرع وإجماع أهل السنة على إثبات عذاب بعض العصاة من الموحدين ويحتمل أن يكون المراد بهذا خصوصا من الأمة أى يغفر لبعض الأمة المقحمات وهذا يظهر على مذهب من يقول إن لفظة من لا تقتضى العموم مطلقا وعلى مذهب من يقول لا تقتضيه فى الإخبار وإن اقتضته فى الأمر والنهى ويمكن تصحيحه على المذهب المختار وهو كونها للعموم مطلقا لأنه قد قام دليل على إرادة الخصوص وهو ما ذكرناه من النصوص والاجماع والله أعلم(شرح النووى علىٰ مسلم، ج۳ص۳، كتاب الايمان،باب الإسراء برسول الله ﷺ)

[2] حديث نمبر ۶۴۲۷، ج۱۴ص ۳۳٦،مؤسسة الرسالة، بيروت.
إسناده صحيح على شرط الشيخين(حاشية ابنِ حبان)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: میں نے حضرت زرّ بن حبیش سے سورہ نجم کی اس آیت کے بارے میں سوال کیا کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (معراج کی رات میں) اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیوں کو دیکھا'' تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت جبریل کو ان کی (اصل) صورت میں دیکھا، جن کے چھ سو بازو تھے (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں حضرت زر بن حبیش سے مروی ہے کہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ(مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأٰى) (النجم) **قَالَ :رَأٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِبْرِيْلَ فِيْ حُلَّةٍ مِنْ رَفْرَفٍ قَدْ مَلَأَ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ** (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورہ نجم کی اس آیت کے بارے میں کہ ''نبی کے دل نے جھوٹ نہیں بولا، اس چیز کے بارے میں جو نبی علیہ السلام نے دیکھا'' فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل کو سبز لباس کے حلّے میں دیکھا، جنہوں نے آسمان وزمین کے درمیان والی جگہ کو پُر کر دیا تھا (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، أَنَّهُ قَالَ فِيْ هٰذِهِ الْآيَةِ(وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرٰى) (النجم:۱۳) **قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ جِبْرِيْلَ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى، عَلَيْهِ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ، يُنْتَثَرُ مِنْ رِّيْشِهِ التَّهَاوِيْلُ :الدُّرُّ وَالْيَاقُوْتُ** (مسنداحمد) [2]

---

[1] حدیث نمبر ۳۲۸۳، ابواب تفسیر القرآن، باب ومن سورة النجم، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى -مصر.
قال الترمذی: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

[2] حديث نمبر ۳۹۱۵، مؤسسة الرسالة، بيروت.
إسناده حسن، عاصم بن بهدلة صدوق حسن الحديث، وبقية رجاله ثقات رجال الشيخين غير حماد بن سلمة، فمن رجال مسلم، عفان :هو ابن مسلم الصفار، وزر :هو ابن حبيش الأسدى (حاشيه مسنداحمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۂ نجم کی اس آیت کے بارے میں کہ ''نبی علیہ السلام نے اُن کو دوسری مرتبہ نازل ہوتے ہوئے دیکھا'' فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جبریل کو سِدرۃُ المنتہیٰ کے قریب دیکھا، جن کے چھ سو بازو تھے، اوران کے پَروں سے مختلف رنگوں کے موتی اور یاقوت گر رہے تھے (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس سے فرشتوں اور خاص کر حضرت جبریل علیہ السلام کی عظمت ظاہر ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنی بڑی قوت وصلاحیت عطا فرمائی ہے۔

حضرت جبریل کا اللہ کے خوف سے کمزور ہونا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَرَرْتُ لَيْلَةَ أُسْرِىَ بِىْ بِالْمَلَإِ الْأَعْلٰى، وَجِبْرِيْلُ كَالْحِلْسِ الْبَالِىْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (المعجم الاوسط) [1]

ترجمہ: معراج کی رات میں میرا گزر ملاءِ اعلیٰ (اوپر کی ایک جماعت) پر ہوا، اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے گُھل کر پرانے اور باریک کپڑے کی طرح کمزور ہو گئے تھے (ترجمہ ختم)

فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریلِ امین کو ان کی اصلی حالت میں بھی دیکھا ہے، ممکن ہے کہ اِس وقت کسی خاص حالت اور خوف کے غلبہ کی وجہ سے ان کی یہ حالت ہوگئی ہو۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ فرشتے بھی اللہ تعالیٰ سے سخت خوف رکھتے ہیں، اوراس خوف کی وجہ سے

---

[1] للطبرانی، حديث نمبر ۴۶۷۹، ج۵ ص ۶۴،دارالحرمين ،واللفظ لهٗ،السنة لابنِ ابی عاصم، حديث نمبر ۶۲۱.

قال الهيثمی:

رواه الطبرانی فی الأوسط، ورجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد ج ۱ ص۷۸)

وقال الالبانی:

و بالجملة ، فالحديث بمجموع الطريقين حسن أو صحيح .و الله أعلم(السلسلة الصحيحة ،تحت حديث رقم ۲۲۸۹)

www.idaraghufran.org

وہ کمزور اور لاغر ہو جاتے ہیں۔

حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، دجّال اور داروغۂ جہنم کو دیکھنا

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

رَأَيْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِيْ مُوْسٰى رَجُلًا آدَمَ طُوَالًا جَعْدًا كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَةَ وَرَأَيْتُ عِيْسٰى رَجُلًا مَرْبُوْعًا مَرْبُوْعَ الْخَلْقِ إِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ سَبِطَ الرَّأْسِ وَرَأَيْتُ مَالِكًا خَازِنَ النَّارِ وَالدَّجَّالَ (بخاری) [1]

ترجمہ: میں نے معراج کی رات میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، جو گندمی رنگ کے لمبے اور گھنگھریالے بالوں والے تھے، گویا کہ وہ ''شنوءۃ'' (یمن کے مخصوص) لوگوں میں سے ہیں اور میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، جو درمیانی قد کے تھے، جن کا رنگ سفید اور سرخ تھا، جو سیدھے بالوں والے تھے، اور میں نے مالک یعنی داروغۂ جہنم کو دیکھا، اور میں نے دجال کو دیکھا (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

رَأَيْتُ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ، وَمُوْسٰى، وَإِبْرَاهِيْمَ، فَأَمَّا عِيْسٰى، فَأَحْمَرُ جَعْدٌ عَرِيْضُ الصَّدْرِ، وَأَمَّا مُوْسٰى فَآدَمُ جَسِيْمٌ قَالُوْا لَهُ: فَإِبْرَاهِيْمُ؟ قَالَ اُنْظُرُوْا إِلٰى صَاحِبِكُمْ يَعْنِيْ نَفْسَهُ (مسند احمد) [2]

ترجمہ: میں نے حضرت عیسیٰ بن مریم، حضرت موسیٰ، اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کو دیکھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو سرخ رنگت والے، گھنگریالے بالوں اور کشادہ سینے والے تھے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سانولے، اور خوب جسامت والے تھے، صحابۂ

---

[1] حدیث نمبر ۳۲۳۹، کتاب بدء الخلق، باب إذا قال أحدکم: آمین والملائکة فی السماء، آمین، دارطوق النجاة، بیروت.

[2] حدیث نمبر ۲۶۹۷، مسند عبداللہ بن العباس، مؤسسة الرسالة، بیروت.
إسناده صحیح علی شرط البخاری، رجاله ثقات رجال الشیخین غیرَ عثمان بن المغیرة، فمن رجال البخاری (حاشیة مسند احمد)

www.idaraghufran.org

کرام نے پوچھا تو حضرت ابراہیم؟ (یعنی وہ کیسے تھے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے اس صاحب کو (یعنی مجھے) دیکھ لو (وہ کچھ میرے مشابہ تھے) (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں ہے کہ:

وَرَأَى الدَّجَّالَ فِيْ صُوْرَتِهٖ رُؤْيَا عَيْنٍ لَيْسَ رُؤْيَا مَنَامٍ وَعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ وَإِبْرَاهِيْمَ، قَالَ فَسُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّجَّالِ، فَقَالَ رَأَيْتُهٗ فَيْلَمَانِيًّا أَقْمَرَ هِجَانًا، إِحْدٰى عَيْنَيْهِ قَائِمَةٌ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ، كَأَنَّ شَعْرَهٗ أَغْصَانُ شَجَرَةٍ، وَرَأَيْتُ عِيْسٰى :شَابًّا أَبْيَضَ جَعْدَ الرَّأْسِ حَدِيْدَ الْبَصَرِ مُبَطَّنَ الْخَلْقِ، وَرَأَيْتُ مُوْسٰى :أَسْحَمَ، آدَمَ :كَثِيْرَ الشَّعْرِ، شَدِيْدَ الْخَلْقِ، وَرَأَيْتُ إِبْرَاهِيْمَ (مسند أبی یعلی) [1]

ترجمہ: اور دجال کو اس کی صورت میں دیکھا جاگتی ہوئی آنکھوں سے، نہ کہ سوتی ہوئی آنکھوں سے، اور عیسیٰ بن مریم اور ابراہیم علیہما السلام کو بھی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دجال کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اُسے بڑے قدّ وقامت میں سفید رنگ میں دیکھا، اس کی دونوں آنکھوں میں سے ایک آنکھ سپاٹ تھی، گویا کہ وہ سفید موتی ہے، اور گویا کہ اس کے بال درخت کی ٹہنیوں کی طرح ہیں، اور میں نے حضرت عیسیٰ کو جوان اور گورا دیکھا، بال گھنگریالے تھے، آنکھ سُرمگیں تھیں، پتلے تھے، میں نے موسیٰ کو دیکھا گندمی رنگ، اور زیادہ بالوں، اور مضبوط جسم والے، اور میں نے حضرت ابراہیم کو بھی دیکھا (ترجمہ ختم)

فائدہ: معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کو دنیا میں ظاہر ہونے سے پہلے معراج کی رات میں پیشگی دیکھ لیا ہے، اور جہنم کے داروغہ سے بھی ملاقات کی ہے، جس کی تفصیل دوسری

---

[1] حدیث نمبر ۲۷۲۰، ج۵ ص۱۰۸، اول مسند ابن عباس، دار المأمون للتراث -دمشق.
قال حسین سلیم أسد: إسناده صحيح (حاشية مسند ابی یعلیٰ)
قلت :فالإسناد حسن (الإسراء والمعراج للالبانی، ص ٧٦)

www.idaraghufran.org

روایت میں ہے۔ [۱]

جنت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے محل کی زیارت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا أَسِيرُ فِي الْجَنَّةِ، فَإِذَا أَنَا بِقَصْرٍ، فَقُلْتُ :لِمَنْ هٰذَا يَا جِبْرِيلُ ؟ وَرَجَوْتُ أَنْ يَكُونَ لِيْ، قَالَ ،قَالَ لِعُمَرَ، قَالَ ثُمَّ سِرْتُ سَاعَةً، فَإِذَا أَنَا بِقَصْرٍ خَيْرٍ مِنَ الْقَصْرِ الْأَوَّلِ ، قَالَ : فَقُلْتُ :لِمَنْ هٰذَا يَا جِبْرِيلُ ؟ وَرَجَوْتُ أَنْ يَكُونَ لِيْ قَالَ،قَالَ :لِعُمَرَ، وَإِنَّ فِيهِ لَمِنَ الْحُورِ الْعِينِ ، يَا أَبَا حَفْصٍ، وَمَا مَنَعَنِيْ أَنْ أَدْخُلَهُ إِلَّا غَيْرَتُكَ، قَالَ :فَاغْرَوْرَقَتْ عَيْنَا عُمَرَ، ثُمَّ قَالَ :أَمَّا عَلَيْكَ فَلَمْ أَكُنْ لِأَغَارَ (مسند احمد) [۲]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں (معراج کی رات) جنت کے اندر چل رہا تھا کہ میں نے ایک محل دیکھا، میں نے کہا کہ اے جبریل! یہ کس کے لیے ہے؟ میرا خیال تھا کہ یہ میرے لیے ہے، جبریلِ امین نے کہا کہ یہ (حضرت) عمر کے لیے ہے،

---

[۱] (رأيت ليلة أسرى بى) أرواح الأنبياء متشكلين بصور كانوا عليها فى الحياة فرأيت (موسى رجلا آدم) أى أسمر (طوالا) بضم الطاء وتخفيف الواو أى طويلا (جعدا) أى جعد الجسم وهو اجتماعه واكتنازه لا الشعر على الأصح (كأنه من رجال شنوء ة أى يشبه واحدا من هذه القبيلة والشنوءة بفتح الشين التباعد بين الأدناس لقب به حى من اليمن لطهارة نسبهم وحسن سيرتهم (ورأيت عيسى) ابن مريم (رجلا مربوع الخلق) أى بين الطول والقصر قال الطيبى :وقوله (إلى الحمرة) حال أى مائلا لونه إلى الحمرة (والبياض) فلم يكن شديد الحمرة والبياض (بسط الرأس) أى مسترسل شعر الرأس والسبوطة ضد الجعودة (ورأيت مالكا) هذه رواية البخارى فى بعض النسخ .قال النووى :وأكثر الأصول ملك بالرفع وجوابه أنه منصوب لكن سقطت الألف خطأ (خازن النار) نار جهنم (و) رأيت (الدجال) تمامه عند البخارى فى آيات أراهن الله إياه فلا تكن فى مرية من لقائه اه .قيل :وهو من كلام الراوى أدرجه دفعا لاستبعاد السامع بدليل قوله إياه وإلا لقال إياى(فيض القدير للمناوى، تحت حديث رقم ۴۳۸۰، حرف الراء)

[۲] حديث نمبر ۱۳۸۴۷ ،مؤسسة الرسالة، بيروت.

إسناده صحيح على شرط الشيخين(حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

پھر میں تھوڑا چلا، تو میں نے ایک اور محل پہلے محل سے زیادہ عالیشان دیکھا، میں نے کہا کہ اے جبریل! یہ کس کے لیے ہے؟ اور میرا خیال یہ تھا کہ یہ میرے لیے ہے، جبریلِ امین نے کہا کہ یہ (حضرت) عمر کے لیے ہے، اور اُس میں خوبصورت بڑی بڑی آنکھوں والی حور تھی، اے ابوحفص! (یعنی عمر) مجھے اُس میں داخل ہونے سے آپ کی غیرت مانع آ گئی، یہ سن کر حضرت عمر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، اور انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! کیا میں آپ سے بھی غیرت کروں گا؟ (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس واقعہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور ان کے جنتی ہونے کی وضاحت ہوتی ہے، جو لوگ نعوذ باللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جہنمی اور بدعتی وغیرہ سمجھتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کا خوف کریں اور اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں۔ [1]

حضرت زید بن حارثہ اور اُن کی حور کی زیارت

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

ثُـمَّ دَخَلَ بِیَ الْجَنَّةَ، فَرَأَیْتُ فِیْهَا جَارِیَةً لَعْسَاءَ، فَسَأَلْتُهَا :لِمَنْ أَنْتِ؟ وَقَدْ أَعْـجَبَتْـنِـیْ حِیْنَ رَأَیْتُهَا، فَقَالَتْ :لِـزَیْـدِ بْـنِ حَارِثَةَ،فَبَشَّرَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ زَیْدَ بْنَ حَارِثَةَ(تهذیب الآثار للطبری) [2]

---

[1] قَالَ أَبُو حَاتِمٍ :فِی هَذَا الْخَبَرِ" :بَیْنَا أَنَا نَائِمٌ "وَفِی خَبَرِ جَابِرٍ" :أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ "أُدْخِلَ صَلَّى اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْجَنَّةَ لَیْلَةَ أُسْرِیَ بِهِ، فَرَأَى قَصْرَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ، فَسَأَلَ عَنِ الْقَصْرِ، فَأَخْبَرُوهُ أَنَّهُ لِعُمَرَ، وَبَیْنَمَا النَّبِیُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَائِمٌ مَرَّةً أُخْرَى إِذْ رَأَى كَأَنَّهُ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ، وَإِذَا امْرَأَةٌ إِلَى جَانِبِ قَصْرٍ تَتَوَضَّأُ، فَسَأَلَ عَنِ الْقَصْرِ، فَقَالَتْ :لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، لَفْظُ خَبَرِ أَبِی هُرَیْرَةَ بِخِلَافِ لَفْظِ خَبَرِ جَابِرٍ، فَدَلَّکَ ذَلِکَ عَلَى أَنَّهُمَا خَبَرَانِ فِی وَقْتَیْنِ مُتَبَایِنَیْنِ، مِنْ غَیْرِ أَنْ یَکُونَ تضاد ولا تهاتر(صحیح ابن حبان ج۱۵ ص۳۱۲،ذِکْرُ خَبَرٍ أَوْهَمَ مَنْ لَمْ یُحْکِمْ صِنَاعَةَ الْحَدِیثِ ""أَنَّهُ مُضَادٌّ لِخَبَرِ جَابِرٍ الَّذِی ذَکَرْنَاهُ، مؤسسة الرسالة، بیروت)

[2] حدیث نمبر ۲۲۶، ذکر من روی عن النبی صلی الله علیه وسلم أنه رأی من ذکرت فی السموات،مطبعة المدنی، القاهرة،واللفظ لهٗ؛دلائل النبوة للبیهقی، بَابُ الدَّلِیلِ عَلَی أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ علیه وآله وَسَلَّمَ عُرِجَ بِهِ إِلَی السَّمَاءِ .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: پھر میں جنت میں داخل ہوا، تو میں نے ایک سُرخ وسیاہ رنگ کی آمیزش والی (نہایت حسین) لڑکی (حور) کو دیکھا، میں نے اس سے پوچھا کہ اے لڑکی تو کس کے لئے ہے؟ اور میں نے جب اُس کو دیکھا تو وہ بہت خوبصورت تھی، اس نے جواب میں کہا کہ میں زید بن حارثہ (آپ کے آزاد کردہ غلام اور خادم) کے لئے ہوں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی زید بن حارثہ کو خوش خبری سنائی (ترجمہ ختم)

اس حدیث کی سند پر محدثین کا کچھ کلام ہے۔ [1]

لیکن حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ واقعہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مذکور ہے، اگرچہ اس میں معراج کی صراحت نہیں، جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :دَخَلْتُ الْبَارِحَةَ الْجَنَّةَ فَإِذَا أَنَا بِجَارِيَةٍ ، فَقُلْتُ :لِمَنْ أَنْتِ يَا جَارِيَةُ ؟ قَالَتْ :لِزَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، فَبَشَّرَهُ بِهَا حِيْنَ أَصْبَحَ (الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم) [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يقال :جارِيةٌ لَعْسَاء إذا كان فى لَوْنِها أدْنَى سَوادٍ وَشُرْبَةٌ من الحُمْرَة .فإذا قيل :لَعْسَاء الشَّفَة فهو عَلَى ما فَسَّره (النهاية فى غريب الاثر، ماده لعس)

[1] چنانچہ اس حدیث کی سند یہ ہے کہ:

حدثنا ابن حميد،قال حدثنا سلمة بن الفضل،عن محمد بن إسحاق،قال حدثنى روح بن القاسم،عن أبى هارون عمارة بن جوين العبدى،عن أبى سعيد الخدرى،وحدثنا ابن حميد،قال حدثنا سلمة،قال وحدثنى أبو جعفر ، عن أبى هارون ، عن أبى سعيد ، قال :

قلت :وفيه "أبو جعفر الرازى عيسى بن ماهان....قال يحيى بن معين :ثقة.وقال أبو حاتم :ثقة صدوق.وقال أحمد بن حنبل والنسائى وغيرهما :ليس بالقوى.وقال أبو زرعة :يهم كثيرا .وقال ابن المدينى :هو عيسى بن أبى عيسى، ثقة، كان يخلط .وقال مرة :يكتب حديثه، إلا أنه يخطء.وقال حنبل، عن أحمد :صالح الحديث .وروى عبدالله بن على بن المدينى، عن أبيه، قال : هو نحو موسى بن عبيدة .وروى محمد بن عثمان بن أبى شيبة، عن ابن المدينى، قال :كان عندنا ثقة .وقال عمرو بن على :فيه ضعف.وقال الساجى :صدوق، ليس بمتقن(سير اعلام النبلاء ، ج۷ص۳۴۷)

قال فيه الحافظ ا بن كثيرو الأظهر أنه سيء الحفظ ففيما تفرد به نظر(تفسير ابنِ كثير ج۵ص۳۵، تحت آيت ۱ من سورة الاسراء)

[2] حديث نمبر ۲۵۶، ج ا ص۱۹۸ ، دار الراية -الرياض.

www.idaraghufran.org

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں گزشتہ رات جنت میں داخل ہوا، تو میں نے ایک لڑکی کو دیکھا، تو میں نے کہا کہ اے لڑکی تو کس کے لئے ہے؟ اس نے کہا کہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے لئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی حضرت زید بن حارثہ کو صبح ہونے پر بشارت سنائی (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

ثُمَّ انْطَلَقَ بِیْ یَعْنِیْ :فِی الْجَنَّةِ حَتّٰی أَشْرَفْتُ عَلٰی ثَلَاثَةٍ یَشْرَبُوْنَ مِنْ خَمْرٍ لَّھُمْ قَالَ :قُلْتُ :مَنْ ھٰؤُلَاءِ یَا جِبْرِیْلُ؟ قَالَ :ھٰؤُلَاءِ زَیْدُ بْنُ حَارِثَةَ وَجَعْفَرٌ وَابْنُ رَوَاحَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْھُمْ (الشریعة) [1]

ترجمہ: پھر میں جنت میں چلا، تو میں نے تین لوگوں کو جنت کی شراب سے سیراب ہوتے ہوئے دیکھا، میں نے کہا کہ اے جبریل! یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ یہ زید بن حارثہ، اور جعفر اور ابنِ رواحہ رضی اللہ عنہم ہیں (ترجمہ ختم)

فائدہ: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اسلام کے لئے بڑی قربانیاں دی ہیں، اور حضرت جعفر اور ابنِ رواحہ رضی اللہ عنہما نے بھی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اُن کو یہ نعمت عطا فرمائی۔

جنت میں حضرت بلال کے قدموں کی آہٹ کا سُننا

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

لَیْلَةَ أُسْرِیَ بِنَبِیِّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْجَنَّةَ فَسَمِعَ مِنْ جَانِبِھَا وَجْسًا قَالَ یَا جِبْرِیْلُ مَا ھٰذَا قَالَ ھٰذَا بِلَالٌ الْمُؤَذِّنُ فَقَالَ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ جَاءَ إِلَی النَّاسِ قَدْ أَفْلَحَ بِلَالٌ رَأَیْتُ لَهٗ کَذَا وَکَذَا

(مسند احمد) [2]

---

[1] للآجری، حدیث نمبر ۱۷۲۰، کتاب جامع فضائل أھل البیت رضی اللہ عنھم، باب فضل جعفر بن أبی طالب رضی اللہ عنه، دار الوطن - الریاض / السعودیة.

[2] حدیث نمبر ۲۳۲۴، مؤسسة الرسالة، بیروت.

قال الھیثمی:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: جس رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی، تو آپ جنت میں داخل ہوئے، آپ نے اُس کے ایک طرف (چلنے کی) آہٹ محسوس کی تو جبریلِ امین سے پوچھا یہ کیا آواز ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ آپ کے مؤذن بلال کے قدموں کی آواز ہے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی لوگوں کو خبر دی، اور فرمایا کہ بلال کامیاب ہوگئے، میں نے اُن کے قدموں کی آواز اس طرح سے سُنی ہے (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس واقعہ سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔

سبحان اللہ، الحمدلِلّٰہ، لا الٰہ الا اللہ، لاحول ولاقوۃ الا باللہ کی فضیلت

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيْتُ إِبْرَاهِيْمَ لَيْلَةَ أُسْرِىَ بِىْ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِقْرَءْ أُمَّتَكَ مِنِّىْ اَلسَّلَامَ وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ عَذْبَةُ الْمَاءِ وَأَنَّهَا قِيْعَانٌ وَأَنَّ غِرَاسَهَا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ (ترمذی) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رواه أحمد، ورجاله رجال الصحيح غير قابوس وقد وثق، وفيه ضعف (مجمع الزوائد، حديث نمبر ۱۵۶۳۷)

إسناده ضعيف، قابوس مختلف فيه، وقد تقدمت ترجمته قريباً، وباقى رجاله ثقات رجال الشيخين، وصحح ابن كثير إسناده فى التفسير ۲۶/۵ قلنا :ولجُله شواهد. والحديث أورده السيوطى فى الدر المنثور ۲۱۴/۵ وزاد نسبته إلى ابن مردويه وأبى نعيم فى "الدلائل" والضياء فى "المختارة" وصحح إسناده (حاشيه مسند احمد، تحت حديث نمبر ۲۳۲۴)

[1] حديث نمبر ۳۴۶۲، ابواب الدعوات، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى -مصر.

قال الالبانى:

أخرجه الترمذى (۲/ ۲۵۸ بولاق) عن عبد الرحمن بن إسحاق عن القاسم ابن عبد الرحمن عن ابن مسعود مرفوعا ، و قال ":هذا حديث حسن غريب من هذا الوجه من حديث ابن مسعود . "قلت :و عبد الرحمن بن إسحاق هذا ضعيف اتفاقا ، لكن يقويه أن له شاهدين من حديث أبى أيوب الأنصارى ، و من حديث عبد الله بن عمر (السلسلة الصحيحة، تحت رقم حديث ۱۰۵)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی رات میں میری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ اپنی امت کو میری طرف سے سلام کہنا اور ان کو یہ خبر دینا کہ جنت کی مٹی بہت پاکیزہ اور اس کا پانی بڑا میٹھا ہے، لیکن وہ چٹیل میدان (کی طرح) ہے اور اس کی شجر کاری ''سبحان اللہ، اور الحمد للہ، اور لآالٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر'' ہیں (ترجمہ ختم)

اور ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ أُسْرِیَ بِهٖ مَرَّ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ، فَقَالَ مَنْ مَّعَکَ يَا جِبْرِيْلُ ؟ قَالَ :هٰذَا مُحَمَّدٌ، فَقَالَ لَهٗ إِبْرَاهِيْمُ :مُرْ أُمَّتَکَ فَلْيُكْثِرُوْا مِنْ غِرَاسِ الْجَنَّةِ، فَإِنَّ تُرْبَتَهَا طَيِّبَةٌ، وَأَرْضَهَا وَاسِعَةٌ قَالَ :وَمَا غِرَاسُ الْجَنَّةِ ؟ قَالَ :لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ (مسند احمد) [۱]

---

[۱] حدیث نمبر ۲۳۵۵۲، مؤسسة الرسالة، بیروت، واللفظ لہٗ؛ الترغيب فی فضائل الأعمال وثواب ذلک لابن شاهين، حديث نمبر ۱۳۴۶امالی المحاملی، حديث نمبر ۲۵۷.

قال الهيثمی:

رواه أحمد، والطبرانی، إلا أنه قال :سمعت رسول الله -صلى الله عليه وسلم -يقول: "ليلة أسری بی مررت بإبراهيم -صلى الله عليه وسلم -فقال :يا جبريل، من هذا معک؟ فقال :محمد فسلم علی، ورحب بی وقال :مر أمتک ."والباقی بنحوه. ورجال أحمد رجال الصحيح غير عبد الله بن عبد الرحمن بن عبد الله بن عمر بن الخطاب، وهو ثقة لم يتكلم فيه أحد، ووثقه ابن حبان(مجمع الزوائد،ج۱۰ ص۹۷،باب ما جاء فی لا حول ولا قوة إلا بالله، مكتبة القدسی، القاهرة)

رواه أحمد بإسناد حسن وابن أبی الدنيا وابن حبان فی صحيحه(الترغيب والترهيب،الترغيب فی الإكثار من ذكر الله سرا وجهرا والمداومة عليه وما جاء فيمن لم يكثر ذكر الله تعالى)

وقال الالبانی:

أخرجه أحمد(۴۱۸/۵)و أبو بكر الشافعی فی "الفوائد "(۱/۶۵/۶)و الطبرانی كما فی "المجمع "(۹۷/۱۰)و قال " :و رجال أحمد رجال الصحيح غير عبد الله بن عبد الرحمن بن عبد الله بن عمر بن الخطاب و هو ثقة لم يتكلم فيه أحد ، و وثقه ابن حبان . "قلت :و بناء على توثيق ابن حبان إياه أخرج حديثه هذا فی "صحيحه "كما فی "الترغيب "(۲۶۵/۲)و عزاه لابن أبی الدنيا أيضا مع أحمد و قال ":إسناده حسن . "قلت :و فی ذلک نظر عندی لما قررناه مرارا أن توثيق ابن حبان فيه لين ، لكن الحديث لا بأس به بما قبله (السلسلة الصحيحة، تحت رقم حديث ۱۰۵)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے گزرے، تو انہوں نے فرمایا کہ اے جبریل! آپ کے ساتھ کون ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں، تو حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اپنی امت کو جنت کی شجرکاری کا حکم فرمایئے، کیونکہ اُس کی مٹی پاکیزہ ہے، اور اس کی زمین وسیع ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم کیا کہ جنت کی شجرکاری کیا ہے؟ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ ''**لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ**'' (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس واقعہ اور دونوں روایتوں سے مذکورہ کلمات کی فضیلت معلوم ہوئی کہ یہ کلمات جنت کی شجرکاری کا کام دیتے ہیں۔

آسمانوں پر ایک تسبیح کا سُننا

حضرت عبدالرحمٰن بن قرط رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج میں آسمانوں پر یہ تسبیح سنی کہ:

سُبْحَانَ الْعَلِيِّ الْأَعْلٰى سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جو بہت بلند ہے، اور پاکیزہ ہے، اور بلند ہے (المعجم الاوسط) [1]

---

[1] للطبرانی، حدیث نمبر ۳۷۴۲، دارالحرمین، قاهرة؛ حلیة الاولیاء لابی نعیم الاصبهانی تحت ترجمة عبدالرحمن بن قرط؛ الرواة عن سعید بن منصور)

هذا حدیث صحیح غریب لم یروه عن عروة بن رویم غیر مسکین بن میمون فیما قالوا وعبد الرحمن بن قرط یعد فی الصحابة وتفرد بهذا الحدیث عن النبی صلی الله علیه وسلم فی ذکر التسبیح ومسکین بن میمون هو الرملی وروی عنه هشام بن عمار وغیره هذا الحدیث(الرواة عن سعید بن منصور،تحت حدیث رقم ۳،ص ۳۶،تنبیه الهاجد إلی ما وقع من النظر فی کتب الأماجد)

قال الطبرانیُّ : لم یرو هذا الحدیث عن رسول الله صلی الله علیه وسلم ، إلَّا بهذا الإسناد ، تفرَّد به :سعید بن منصور.

قُلْتُ :رضی الله عنک ! فلم یتفرَّدُ به سعیدٌ . فقال نعیم الأصبهانی فی "عوالی سعید بن منصور " بعد أن روی هذا الحدیث من طریق الطبرانیّ هنا ؛ قال) :(و مسکین بن میمون هو الرملیُّ ، روی عنه هشام بن عمار وغیرُهُ هذا الحدیث ا هـ .(کتاب تنبیه الهاجد للحوینی، ج ا ص ۱۲۶،۱۲۷)

www.idaraghufran.org

فائدہ: اس واقعہ سے مذکورہ تسبیح کی فضیلت واہمیت کا اندازہ ہوتا ہے جو آسمانوں پر سنی گئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :مَرَرْتُ لَیْلَۃَ أُسْرِیَ بِیْ عَلٰی مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَھُوَ یُصَلِّیْ فِیْ قَبْرِہٖ (نسائی) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شبِ معراج میں میرا گزر موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے ہوا، میں نے دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں (ترجمہ ختم)

فائدہ: حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیائے کرام کے مبارک جسموں کو حرام کر دیا ہے، اس لئے انبیائے کرام کے مبارک جسموں کا اصل ٹھکانہ تو ان کی مبارک قبریں ہیں، لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ واقعہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے اصل مستقر وٹھکانہ میں ہی دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کو جو آسمانوں اور بیت المقدس میں دیکھا، تو یہ کوئی بعید نہیں، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز واکرام کے لئے اللہ تعالیٰ نے بطورِ خاص اپنی قدرتِ کاملہ سے اصلی جسموں کے ساتھ مدعو فرمایا ہو، اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل کرنا مشکل نہیں ''وماذالک علی اللہ بعزیز''

اور بعض نے فرمایا کہ بعض مقاموں پر جسموں کے بغیر خالی روحوں کو دیکھا۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضراتِ انبیائے کرام کی روحوں کو مثالی جسم کے ساتھ متمثل فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات وزیارت کا موقع عطا فرمایا، البتہ حضرت عیسیٰ اور حضرت ادریس علیہما السلام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان پر اصلی جسموں کے ساتھ

---

[۱] حدیث نمبر ۱۶۳۴، کتاب قیام اللیل وتطوع النہار، باب ذکر صلاۃ نبی اللہ موسی علیہ السلام، مکتب المطبوعات الإسلامیۃ -حلب، واللفظ لہٗ؛ مسلم، بَابُ مِنْ فَضَائِلِ مُوسَی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ.

www.idaraghufran.org

دیکھا، کیونکہ ان دونوں شخصیات کواللہ تعالیٰ نے زندہ آسمان پر اٹھالیا تھا، واللہ تعالیٰ اعلم (ماخوذ از سیرت المصطفیٰ، ج۱ص۳۲۰بتغیر)

اور کیونکہ عالمِ بالا کے بعض حالات کوصرف عقل کے بل بوتے پر سمجھنا مشکل ہے، اس لئے اس معاملہ میں زیادہ کھود کرید کے بجائے اصل حقیقت کواللہ تعالیٰ کی طرف لوٹانا چاہیئے، اور جو کچھ شریعت کی طرف سے بیان کیا گیا، اس پر اسی طرح ایمان لانا چاہیئے۔ ۱؎

۱؎ ويشهد له صلاة موسى فى قبره، فإن الصلاة تستدعى جسدًا حيًا، وكذلك الصفات المذكورة فى الأنبياء ليلة الإسراء ، كلها صفات الأجسام، ولا يلزم من كونها حياة حقيقية أن تكون الأبدان معها كما كانت فى الدنيا من الاحتياج إلى الطعام والشراب وغير ذلك من صفات الأجسام(المواهب اللدنية بالمنح المحمدية،لشهاب الدين أحمد بن محمد القسطلانى ، المجلد السابع،صفحة ۳۶۸، الفصل الرابع :ما اختص به صلى الله عليه وسلم من الفضائل والكرامات)

ويشهد له صلاة موسى فى قبره "كما ثبت فى الصحيح .واختلف فيها، فقيل :الصلاة اللغوية، أى : يدعو الله ويذكره ويثنى عليه وقيل :الشرعية، ولا مانع من ذلك، لأنه إلى الآن فى الدنيا، وهى دار تعبد، وعلى هذا جرى القرطبى، فقال :الحديث يدل بظاهره على أنه رآه رؤية حقيقية فى اليقظة، وأنه حى فى قبره، يصلى الصلاة التى كان يصليها فى الحياة، وذلك ممكن، "فإن الصلاة تستدعى جسدًا حيًا "سواء قلنا أنها الشرعية أو اللغوية، "وكذلك الصفات المذكورة فى الأنبياء ليلة الإسراء ، كلها صفات الأجسام، ولا يلزم من كونها حياة حقيقية أن تكون الأبدان معها، كما كانت فى الدنيا من الاحتياج إلى الطعام والشراب، وغير ذلك من صفات الأجسام "لأن ذلك عادى لا عقلى(شرح الزرقانى على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، لأبى عبد الله محمد بن عبد الباقى الزرقانى ، المجلد السابع ،صفحة ۳۶۸، الفصل الرابع :ما اختص به صلى الله عليه وسلم من الفضائل والكرامات)

ولا تدافع بين رؤيته موسى يصلى فى قبره، وبين رؤيته فى السماء لأن للأنبياء مراتع ومسارح يتعرفون فيما شاء وا، ثم يرجعون، أو لأن أرواحهم بعد فراق الأبدان فى الرفيق الأعلى، ولها إشراق على البدن وتعلق به، فيتمكنون من التعرف والتقرب، بحيث يرد السلام على المسلم، وبهذا التعلق رآه يصلى فى قبره، ورآه فى السماء ، ورأى الأنبياء فى بيت المقدس وفى السماء كما أن نبينا بالرفيق الأعلى، وبدنه فى قبره يرد السلام على من يسلم عليه، ولم يفهم هذا من قال :رؤيته يصلى فى قبره منامية، أو تمثيل، أو إخبار عن وحى، لا رؤية عين، فكلها تكلفات بعيدة(ايضاً صفحة ۳۷۰)

قال البيهقى وفى حديث سعيد بن المسيب عن أبى هريرة أنه لقيهم ببيت المقدس فحضرت الصلاة فأمهم نبينا صلى الله عليه وسلم ثم اجتمعوا فى بيت المقدس وفى حديث أبى ذر ومالك بن صعصعة فى قصة الإسراء أنه لقيهم بالسماوات وطرق ذلك صحيحة فيحمل على أنه رأى موسى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

وفات کے بعد نماز اور دیگر اعمال ذمہ میں لازم نہیں رہتے، اور مقدس ہستیاں فوت ہونے کے بعد قبر وعالَمِ برزخ میں بعض نیک اعمال اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ان کے لئے غذائے روحانی اور اکرام وشرافت کا درجہ رکھتے ہیں، جن سے انہیں راحت اور تسکین حاصل ہوتی ہے، اور ان کا اکرام واعزاز ہوتا ہے، جیسا کہ فرشتوں کی عبادت کا معاملہ ہے۔ [1]

طَیبہ، طورِ سینا اور بیتِ لحم میں نماز پڑھنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أُتِيتُ بِدَابَّةٍ فَوْقَ الْحِمَارِ وَدُوْنَ الْبَغْلِ خَطُوْهَا عِنْدَ مُنْتَهٰى طَرَفِهَا فَرَكِبْتُ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قائما يصلى فى قبره ثم عرج به هو ومن ذكر من الأنبياء إلى السماوات فلقيهم النبى صلى الله عليه وسلم ثم اجتمعوا فى بيت المقدس فحضرت الصلاة فأمهم نبينا صلى الله عليه وسلم قال وصلاتهم فى أوقات مختلفة(فتح البارى لابنِ حجر، ج٦ ص٤٨٧، قوله باب قول الله تعالى واذكر فى الكتاب مريم إذ انتبذت من أهلها)

يجوز أن يكون لروحه اتصال بجسده فى الأرض فلذلك يتمكن من الصلاة وروحه مستقرة فى السماء (فتح البارى لابنِ حجر، ج٧ص ٢١٢، قوله باب المعراج)

قوله :لما أتى السماء السادسة فإذا موسى؟ وقد قال فى حديث آخر :رأيت موسى ليلة الإسراء وهو يصلى فى قبره؟ قلت :لا إشكال فى ذلك على قول من يقول بتعدد الإسراء ، وعلى قول من يقول : بأن الإسراء مرة واحدة، فالجواب :أن موسى، عليه الصلاة والسلام، صعد إلى السماء السادسة بعد أن رآه النبى صلى الله عليه وسلم، فى قبره حتى اجتمع به هناك، وما ذلك على الله بعزيز . ولا على موسى بكثير(عمدة القارى للعينى، ج١٧ ص٢٧، باب المعراج)

يحتمل أن تكون رؤيته موسى فى قبره عند الكثيب الأحمر كانت قبل صعود النبى صلى الله عليه وسلم إلى السماء وفى طريقه إلى بيت المقدس ثم وجد موسى قد سبقه إلى السماء ويحتمل أنه صلى الله عليه وسلم رأى الأنبياء صلوات الله وسلامه عليهم وصلى بهم على تلك الحال لأول ما رآهم ثم سألوه ورحبوا به أو يكون اجتماعه بهم وصلاته ورؤيته موسى بعد انصرافه ورجوعه عن سدرة المنتهى والله أعلم(شرح النووى علىٰ مسلم ،ج٢ ص٢٣٨، باب الإسراء برسول الله صلى الله عليه وسلم إلى السماوات وفرض الصلوات)

[1] ذلك ليس بحكم التكليف بل بحكم الإكرام والتشريف لأنهم حبب إليهم فى الدنيا الصلاة فلزموها ثم توفوا وهم على ذلك فتشرفوا بإبقاء ما كانوا يحبونه عليه فتكون عبادتهم إلهامية كعبادة الملائكة لا تكليفية(فيض القدير للمناوى،تحت حديث رقم ٨١٧١، ج٥ص ٥١٩، حرف الميم)

www.idaraghufran.org

وَمَعِیُ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَسِرْتُ فَقَالَ اَنْزِلْ فَصَلِّ فَفَعَلْتُ فَقَالَ أَتَدْرِیُ أَیْنَ صَلَّیْتَ صَلَّیْتَ بِطَیْبَةَ وَإِلَیْهَا الْمُهَاجَرُ ثُمَّ قَالَ اَنْزِلْ فَصَلِّ فَصَلَّیْتُ فَقَالَ أَتَدْرِیُ أَیْنَ صَلَّیْتَ صَلَّیْتَ بِطُوْرِ سَیْنَاءَ حَیْثُ كَلَّمَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ ثُمَّ قَالَ اَنْزِلْ فَصَلِّ فَنَزَلْتُ فَصَلَّیْتُ فَقَالَ أَتَدْرِیُ أَیْنَ صَلَّیْتَ صَلَّیْتَ بِبَیْتِ لَحْمٍ حَیْثُ وُلِدَ عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ (نسائی) [1]

---

[1] حدیث نمبر ۴۵۰، كتاب الصلاة، باب فرض الصلاة، مكتب المطبوعات الإسلامية - حلب، واللفظ لهٗ، تاريخ مدينة دمشق لابن عساكر، تحت ترجمة يزيد بن عبد الرحمن بن أبی مالک هانئ الهمدانی، ج۶۵ ص ۲۸۱ وص ۲۸۲.

نسائی کی حدیث کی سند درجِ ذیل ہے:

أخبرنا عمرو بن هشام قال حدثنا مخلد عن سعيد بن عبد العزيز قال حدثنا يزيد بن أبی مالک قال حدثنا أنس بن مالک.

اور اس روایت میں مذکور راویوں کے بارے میں محدثین کلام بالترتیب درجِ ذیل ہے:

(۱)...... **عمرو بن هشام الحرانی** أبو أمية ثقة من العاشرة مات سنة خمس وأربعين س(تقريب التهذيب ج ا ص ۷۴۸)

(۲)...... **مخلد بن يزيد القرشی** أبويحيى، ويُقال :أبوخداش ويُقال :أبو الجيش، ويُقال :أبو الحسن............قال أبو بكر الأثرم عن أحمد بن حنبل :لا بأس به، وكان يهم.وَقَال عثمان بن سَعِيد الدارمی عن يحيى بن مَعِين، وأبو داود، ويعقوب بن سفيان :ثقة. وَقَال أبو حاتم :صدوق.وَقَال أحمد بن علی الابار :سألت علی بن ميمون عنه، فقال :كان قرشيا، نعم الشيخ.وذكره ابنُ حِبَّان فی كتاب "الثقات(تهذيب الكمال ج۲۷ ص ۳۴۳تا۳۴۵ملخصاً)

(۳)...... **سَعِيد بن عبد العزيز** بن أَبی يحيى التنوخی، أبو محمد، ويُقال :أبو عبد العزيز، الدمشقی، فقيه أهل الشام ومفتيهم بدمشق بعد الأَوزاعِیّ...........قال عَبد الله بن أحمد بن حنبل، عَن أبيه :ليس بالشام رجل أصح حديثًا من سَعِيد بن عبد العزيز، هو والأَوزاعِیّ عندی سواء .وَقَال إسحاق بن منصورعن يحيى بن مَعِين، وأبو حاتم، وأحمد بن عَبد الله العجلی : ثقة.وَقَال عَمْرو بن علی :حديث الشاميين كلهم ضعيف إلا نفرا، منهم :الأَوزاعِیّ، وسَعِيد بن عبد العزيز، وعبد الرحمن بن ثابت بن ثوبان، وعبد الله بن العلاء بن زبر......وَقَال الحاكم أبو عبد الله : سَعِيد بن عبد العزيز لاهل الشام كمالک بن أنس لاهل المدينة فی التقدم والفضل والفقه والامانة .وَقَال النَّسَائی :ثقة ثبت.(تهذيب الكمال ج۱۰ ص ۵۳۹تا۵۴۴ملخصاً)

(۴)...... **يزيد بن عبد الرحمن بن أَبی مالک**، واسمه هانئ، الهمدانی الدمشقی الفقيه،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: (معراج کی رات میں) میرے پاس ایک جانور (براق) لایا گیا جو کہ گدھے سے اونچا اور خچر سے چھوٹا تھا، اس کے قدم حدِ نظر پر پڑتے تھے، تو میں اس پر سوار ہو گیا، اور میرے ساتھ جبریل علیہ السلام بھی تھے، پھر میں چلا تو حضرت جبریل نے فرمایا کہ یہاں اتر کر (نفل) نماز پڑھ لیجئے، میں نے اتر کر نماز پڑھی، پھر جبریلِ امین نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے کس جگہ نماز پڑھی؟ آپ نے طَیبہ (یعنی مدینہ طیبہ) میں نماز پڑھی ہے، جہاں آپ (بعد میں) ہجرت فرمائیں گے، پھر (ایک مقام پر پہنچ کر) جبریلِ امین نے کہا کہ (یہاں بھی) اتر کر نماز پڑھیے، میں نے اتر کر نماز پڑھی، پھر جبریلِ امین نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی، آپ نے طورِ سینا میں اس جگہ نماز پڑھی، جہاں اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا، پھر (ایک مقام پر پہنچ کر) جبریلِ امین نے کہا (یہاں بھی) اتر کر نماز پڑھئے، میں نے اتر کر نماز پڑھی، پھر جبریلِ امین نے کہا آپ نے کہاں نماز پڑھی؟ آپ نے دراصل بیتِ لحم میں نماز پڑھی، جہاں عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی (ترجمہ ختم)

اور حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی سند سے یہ مضمون اس طرح مروی ہے کہ:

حَتّٰی بَلَغْنَا أَرْضًا ذَاتَ نَخلٍ فَأَنْزَلَنِیْ، فَقَالَ :صَلِّ .فَصَلَّیْتُ، ثُمَّ رَكِبْنَا ,

---

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قاضی دمشق ......وَقَال عبد الرحمن بن أَبی حاتم :سئل أبی عنه ، فقال :من فقهاء الشام وهو ثقة ، وسئل أبو زُرْعَة عنه فأثنی علیه خیرا .وَقَال المفضل بن غسان الغلابی :الولید ویزید ابنا أبی مالک أخوان لیس بحدیثهما بأس .وَقَال الدَّارَقُطْنِیُّ ، وأبو بكر البرقانی : من الثقات .وذكره ابنُ حِبَّان فی كتاب "الثقات "(تهذیب الكمال ج۳۲ص ۱۸۹تا۱۹۱ ملخصاً)

پس اس حدیث کی سند معتبر ہے، البتہ اس حدیث کو علامہ ابنِ کثیر رحمہ اللہ نے منکر قرار دیا ہے۔

راجع :الفصول فی السیرة، لابنِ كثیر، فصل۔ الأماكن التی حلها ،فی ذكر الأماكن التی حلها صلوات الله و سلامه علیه و هی الرحلات النبویة .

مگر حضرت شداد بن اوس کی حدیث اس کی مؤید ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے، اس لئے ہمیں اتنے مضمون کے منکر ہونے سے اتفاق نہیں، جو ہم نے اوپر ذکر کیا۔محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

فَقَالَ :أَتَدْرِیْ أَيْنَ صَلَّيْتَ؟قُلْتُ :اَللّٰهُ أَعْلَمُ قَالَ :صَلَّيْتَ بِيَثْرِبَ، صَلَّيْتَ بِطَيْبَةَ، فَانْطَلَقَتْ تَهْوٰى بِنَا يَقَعُ حَافِرُهَا حَيْثُ أَدْرَكَ طَرَفُهَا، ثُمَّ بَلَغْنَا أَرْضًا فَقَالَ :اَنْزِلْ، فَنَزَلْتُ، ثُمَّ قَالَ :صَلِّ، فَصَلَّيْتُ، ثُمَّ رَكِبْنَا، فَقَالَ : أَتَدْرِیْ أَيْنَ صَلَّيْتَ؟ قُلْتُ :اَللّٰهُ أَعْلَمُ قَالَ :صَلَّيْتَ بِمَدْيَنَ، صَلَّيْتَ عِنْدَ شَجَرَةِ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ، ثُمَّ انْطَلَقَتْ تَهْوٰى بِنَا يَقَعُ حَافِرُهَا حَيْثُ أَدْرَكَ طَرَفُهَا، ثُمَّ بَلَغْنَا أَرْضًا بَدَتْ لَنَا قُصُوْرٌ، فَقَالَ :اَنْزِلْ فَنَزَلْتُ فَقَالَ: صَلِّ فَصَلَّيْتُ، ثُمَّ رَكِبْنَا قَالَ :أَتَدْرِیْ أَيْنَ صَلَّيْتَ؟ قُلْتُ اَللّٰهُ أَعْلَمُ .قَالَ: صَلَّيْتَ بِبَيْتِ لَحْمٍ، حَيْثُ وُلِدَ عِيْسٰى -عَلَيْهِ السَّلَامُ -الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ،الحديث (دلائل النبوة) ؎۱

؎۱ للبيهقی، ج۲ص۳۵۵،دار الكتب العلمية -بيروت،واللفظ لهٗ، مسند البزار حديث نمبر ۳۴۸۴،المعجم الكبير للطبرانی حديث نمبر ۷۱۴۲، مسند الشاميين للطبرانی حديث نمبر ۱۸۹۴ ،تهذيب الآثار للطبری حديث نمبر ۲۷۷۵.

قال البيهقی بعد نقل الحديث الكامل:

هَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ وَرُوِیَ ذَلِكَ مُفَرَّقًا فِی أَحَادِيثَ غَيْرِهِ، وَنَحْنُ نَذْكُرُ مِنْ ذَلِكَ إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى مَا حَضَرَنَا(حواله بالا)

وقال الهيثمی:

رواه البزار والطبرانی فی الكبير، إلا أن الطبرانی قال فيه " :قد أخذ صاحبك الفطرة، وإنه لمهدی .وقال فی وصف جهنم كيف وجدتها؟ قال :مثل الحمة السخنة ."وفيه إسحاق بن إبراهيم بن العلاء ، وثقه يحيى بن معين، وضعفه النسائی(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۷۴،مكتبة القدسی، القاهرة)

قال ابن كثير :

هكذا رواه البيهقی من طريقين عن أبی إسماعيل الترمذی، به . ثم قال بعد تمامه : "هذا إسناد صحيح، وروی ذلك مفرقًا فی أحاديث غيره، ونحن نذكر من ذلك إن شاء الله ما حضرنا ."ثم ساق أحاديث كثيرة فی الإسراء كالشاهد لهذا الحديث .وقد روی هذا الحديث عن شداد بن أوس بطوله الإمام أبو محمد عبد الرحمن بن أبی حاتم فی تفسيره، عن أبيه، عن إسحاق بن إبراهيم بن العلاء الزبيدی، به .ولا شك أن هذا الحديث -أعنی الحديث المروی عن شداد بن أوس -مشتمل علی أشياء منها ما هو صحيح كما ذكره البيهقی، ومنها ما هو منكر، كالصلاة فی بيت لحم، وسؤال الصديق عن نعت بيت المقدس، وغير ذلك .والله أعلم(تفسير ا بن كثير، ج۵ ص ۲۴، تحت آيت ۱ من سورة الاسراء)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: یہاں تک کہ ہم بہت کھجوروں والی زمین میں پہنچے، جبریلِ امین نے مجھے براق سے نیچے اتارا، اور فرمایا کہ نماز پڑھیے، تو میں نے نماز پڑھی، پھر ہم سوار ہوئے، تو جبریلِ امین نے فرمایا کہ آپ جانتے ہیں کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی؟ میں نے کہا کہ اللہ اعلم، جبریلِ امین نے کہا کہ آپ نے یثرب میں نماز پڑھی، آپ نے طیبہ میں نماز پڑھی، پھر وہ براق روانہ ہوا، ہمیں اتنی تیزی سے لے جارہا تھا کہ اس کی حدِ نظر پر اس کے قدم پڑتے تھے، پھر ہم ایک جگہ پہنچے، تو جبریلِ امین نے کہا کہ اتر جائیے، تو میں اتر گیا، پھر جبریلِ امین نے کہا کہ نماز پڑھیے، تو میں نے اتر کر نماز پڑھی، پھر ہم سوار ہوئے، تو جبریلِ امین نے کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی، میں نے کہا کہ اللہ اعلم، جبریلِ امین نے کہا کہ آپ نے مدین میں نماز پڑھی، آپ نے موسیٰ علیہ السلام کے درخت کے قریب نماز پڑھی (جہاں انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل کیا تھا) پھر ہم چلے اور براق ہمیں اتنی تیزی سے لے جارہا تھا کہ اس کی حدِ نظر پر اس کے قدم پڑتے تھے، پھر ہم ایک زمین پر پہنچے، جہاں سے ہمیں بلند عمارات نظر آئیں، تو جبریلِ امین نے کہا کہ اتریئے، تو میں اتر گیا، پھر انہوں نے فرمایا کہ نماز پڑھیے، تو میں نے نماز پڑھی، پھر ہم سوار ہوئے، جبریلِ امین نے کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ کہاں نماز پڑھی؟ میں نے کہا کہ اللہ اعلم، جبریلِ امین نے کہا کہ آپ نے بیتِ لحم میں نماز پڑھی، جہاں عیسیٰ مسیح ابنِ مریم علیہ السلام کی ولادت ہوئی تھی، آخر حدیث تک (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ متبرک جگہوں اور شریف مقامات پر نماز پڑھنا برکت کا باعث ہے، بشرطیکہ اس مقام سے مخلوق کی بے جا تعظیم مقصود نہ ہو، خوب سمجھ لیجئے، نازک بات ہے، بعض لوگ اس میں بہت غلو کرنے لگتے ہیں اور بدعت وشرک کی حرکات تک آگے بڑھ جاتے ہیں (نشر الطیب بتغیر)

یہودیت وعیسائیت کے داعی اور دنیا کا آپ کو پکارنا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

فَانْطَلَقَ بِیْ یَضَعُ یَدَهٗ عِنْدَ مُنْتَهٰی بَصَرِهٖ، فَسَمِعْتُ نِدَاءً عَنْ یَّمِیْنِیْ :یَا مُحَمَّدُ عَلٰی رِسْلِکَ أَسْأَلُکَ، فَمَضَیْتُ ولَمْ أُعَرِّجْ عَلَیْهِ؛ ثُمَّ سَمِعْتُ نِدَاءً عَنْ شِمَالِیْ :یَا مُحَمَّدُ عَلٰی رِسْلِکَ أَسْأَلُکَ ، فَمَضَیْتُ ولَمْ أُعَرِّجْ عَلَیْهِ؛ ثُمَّ اسْتَقْبَلَتْ اِمْرَأَةً فِی الطَّرِیْقِ، فَرأیْتُ عَلَیْها مِنْ کُلِّ زِیْنَةٍ مِنْ زِیْنَةِ الدُّنْیَا رَافِعَةً یَدَهَا، تَقُوْلُ :یَا مُحَمَّدُ عَلٰی رِسْلِکَ أَسْأَلُکَ، فَمَضَیْتُ ولَمْ أُعَرِّجْ عَلَیْهَا، ثُمَّ أتَیْتُ بَیْتَ الْمَقْدِسِ، أَوْ قَالَ الْمَسْجِدَ الْأَقْصٰی، فَنزلْتُ عَنِ الدَّابَّةِ فَأوْثَقْتُها بِالْحَلْقَةِ الَّتِیْ کَانَتِ الْأَنْبِیاءُ تُوْثِقُ بِهَا، ثُمَّ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَصَلَّیْتُ فِیْهِ، فَقَالَ لِیْ جِبْرَئِیْلُ :مَاذَا رَأَیْتَ فِیْ وَجْهِکَ، فَقُلْتُ :سَمِعْتُ نِدَاءً عَنْ یَّمِیْنِیْ أَنْ یَّا مُحَمَّدُ عَلٰی رِسْلِکَ أَسْأَلُکَ، فَمَضَیْتُ ولَمْ أُعَرِّجْ عَلَیْهِ، قالَ :ذَاکَ دَاعِیُ الْیَهُوْدِ، أَمَا لَوْ أنَّکَ وَقَفْتَ عَلَیْهِ لَتَهَوَّدَتْ أُمَّتُکَ، قَالَ :ثُمَّ سَمِعْتُ نِدَاءً عَنْ یَّسَارِیْ أَنْ یَّا مُحَمَّدُ عَلٰی رِسْلِکَ أَسْأَلُکَ، فَمَضَیْتُ وَلَمْ أُعَرِّجْ عَلَیْهِ، قالَ : ذَاکَ دَاعِیُ النَّصَارٰی، اَمَا اَنَّکَ لَوْ وَقَفْتَ عَلَیْهِ لَتَنَصَّرَتْ أُمَّتُکَ، قُلْتُ :ثُمَّ اسْتَقْبَلَتْنِیْ اِمْرَأَةٌ عَلَیْها مِنْ کُلِّ زِیْنَةٍ مِنْ زِیْنَةِ الدُّنْیَا رَافِعَةً یَدَهَا تَقُوْلُ عَلٰی رِسْلِکَ، أَسْأَلُکَ، فَمَضَیْتُ ولَمْ أُعَرِّجْ عَلَیْهَا، قَالَ :تِلْکَ الدُّنْیَا تَزَیَّنَتْ لَکَ، أمَا اَنَّکَ لَوْ وَقَفْتَ عَلَیْهَا لَاخْتَارَتْ أُمَّتُکَ الدُّنْیَا عَلَی الْآخِرَةِ(تفسیر الطبری) [1]

---

[1] ج۷ ا ص۳۴۴،تحت آیت ا من سورة الاسراء، مؤسسة الرسالة، بیروت، واللفظ لہٗ،تهذیب الآثار للطبری، حدیث نمبر ۲۷۶۶،دلائل النبوة، ج۲ص۲۹۰.
قال البیهقی: أَمْثَلُ إِسْنَادًا(حواله بالا)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: پھر وہ براق مجھے لے کر چلا، اپنے پاؤں حدِ نظر پر رکھ رہا تھا، پھر میں نے اپنے دائیں طرف آواز سنی کہ اے محمد! ذرا ٹھہر جایئے، آپ سے کچھ پوچھنا ہے ،تو میں چلتا رہا، اور اس کی طرف توجہ نہیں کی، پھر میں نے اپنی بائیں طرف سے آواز سنی، کہ اے محمد ذرا ٹھہر جایئے، آپ سے کچھ پوچھنا ہے، تو میں چلتا رہا، اور اس کی طرف توجہ نہیں کی، پھر راستے میں میرے سامنے ایک عورت آئی، جس پر دنیا کی ہر طرح کی زیب وزینت کا سامان تھا اور اس نے اپنے ہاتھ اٹھا رکھے تھے، اور یہ کہہ رہی تھی کہ اے محمد ذرا ٹھہر جایئے، آپ سے کچھ پوچھنا ہے، تو میں چلتا رہا، اور میں نے اس کی طرف توجہ نہیں کی، پھر میں بیت المقدس آیا، یا یہ فرمایا کہ مسجدِ اقصیٰ آیا، پھر میں براق سے نیچے اترا، اور اس کو اس حلقے میں باندھ دیا، جس میں انبیاء باندھا کرتے تھے، پھر میں مسجد میں داخل ہوا، اور اس میں نماز پڑھی، پھر مجھے جبریلِ امین نے کہا کہ آپ نے راستے میں کیا دیکھا تھا؟ میں نے کہا کہ میں نے اپنی دائیں جانب سے یہ آواز سنی تھی کہ اے محمد ذرا ٹھہر جایئے، آپ سے کچھ پوچھنا ہے، تو میں گزر گیا، اور میں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی، تو جبریلِ امین نے فرمایا کہ وہ یہودیت کا داعی تھا، اگر آپ ٹھہر جاتے تو آپ کی امت یہودی ہو جاتی، میں نے کہا کہ پھر میں نے اپنی بائیں جانب سے یہ آواز سنی تھی کہ اے محمد ذرا ٹھہر جایئے، آپ سے کچھ پوچھنا ہے، تو میں گزر گیا، اور میں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی، جبریلِ امین نے فرمایا کہ وہ نصرانیت کا داعی تھا، اگر آپ اس کی آواز پر ٹھہر جاتے تو آپ کی امت نصرانی ہو جاتی، میں نے کہا کہ پھر میرے سامنے ایک عورت آئی، جس پر دنیا کی ہر طرح کی زیب وزینت کا سامان تھا اور اس نے اپنے ہاتھ اٹھا رکھے تھے، اور یہ کہہ رہی تھی کہ اے محمد ذرا ٹھہر جایئے، آپ سے کچھ پوچھنا ہے، تو میں چلتا رہا، اور میں نے اس کی طرف توجہ نہیں کی، جبریلِ امین نے فرمایا کہ وہ دنیا تھی، جو مزین ہو کر آپ کے سامنے آئی تھی، اگر آپ اس کی آواز پر ٹھہر جاتے، تو آپ کی امت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی (ترجمہ ختم)

اس حدیث کی سند پر اگر چہ کچھ کلام ہے (فی ابی جعفر الرازی، کما مر) مگر اس کی تائید دوسری حدیث سے ہوتی ہے۔ [1]

فائدہ: اس سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ باطل مذاہب کے داعی اور مبلّغین کی زبانی یا تحریری باتوں کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہئے اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ دنیا عمر کے آخری حصہ سے گزر رہی ہے اور وہ بوڑھی ہو چکی ہے لیکن اوپر سے زیب وزینت اور نمود ونمائش کی وجہ سے ظاہر بین کو دیکھنے میں خوبصورت معلوم ہوتی ہے، لہٰذا دنیا کی ظاہری زیب وزینت اور نمود ونمائش سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے اور اس کی خاطر اپنی آخرت کو برباد نہیں کرنا چاہئے۔

حضرت ابراہیم، موسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام کا سلام کرنا اور شیطان کا پکارنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

فَسَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِذَا هُوَ بِعَجُوْزٍ عَلٰى جَنْبِ

---

[1] عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ أَخِيهِ عِيسَى، عَنْ أَبِيهِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، أَنَّ جِبْرِيلَ، أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبُرَاقِ، فَحَمَلَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَجَعَلَ يَسِيرُ بِهِ، فَإِذَا بَلَغَ مَكَانًا مَطَاطِيًا طَالَتْ يَدَاهَا وَقَصُرَتْ رِجْلَاهَا حَتَّى تَسْتَوِيَ بِهِ، وَإِذَا بَلَغَ مَكَانًا مُرْتَفِعًا قَصُرَتْ يَدَاهَا وَطَالَتْ رِجْلَاهَا حَتَّى تَسْتَوِيَ، ثُمَّ عَرَضَ لَهُ رَجُلٌ عَنْ يَمِينِ الطَّرِيقِ، فَجَعَلَ يُنَادِيهِ :يَا مُحَمَّدُ إِلَى الطَّرِيقِ مَرَّتَيْنِ، فَقَالَ جِبْرِيلُ :امْضِ وَلَا تُكَلِّمْ أَحَدًا ثُمَّ عَرَضَ لَهُ رَجُلٌ عَنْ يَسَارِ الطَّرِيقِ وَحْدَهُ فَقَالَ لَهُ :إِلَى الطَّرِيقِ يَا مُحَمَّدُ مَرَّتَيْنِ، فَقَالَ لَهُ جِبْرِيلُ :امْضِ وَلَا تُكَلِّمْ أَحَدًا، ثُمَّ عَرَضَتْ لَهُ امْرَأَةٌ حَسْنَاءُ جَمْلَاءُ فَقَالَ لَهُ جِبْرِيلُ :هَلْ تَدْرِي مَنِ الرَّجُلُ الَّذِي عَنْ يَمِينِ الطَّرِيقِ؟، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَا قَالَ :تِلْكَ الْيَهُودُ، دَعَتْكَ إِلَى دِينِهِمْ، ثُمَّ قَالَ :هَلْ تَدْرِي مَنِ الرَّجُلُ الَّذِي دَعَاكَ عَلَى يَسَارِ الطَّرِيقِ؟ قَالَ لَا قَالَ تِلْكَ النَّصَارَى دَعَتْكَ إِلَى دِينِهِمْ، هَلْ تَدْرِي مَنِ الْمَرْأَةُ الْحَسْنَاءُ الْجَمْلَاءُ؟ قَالَ : تِلْكَ الدُّنْيَا، تَدْعُوكَ إِلَى نَفْسِهَا(المعجم الاوسط للطبرانی، حدیث نمبر ۳۸۷۹)

قال الهيثمي:

رواه الطبراني في الاوسط هكذا مرسلا وقال لا يروى عن ابن أبي ليلى إلا بهذا الاسناد ومع الارسال فيه محمد بن عبد الرحمن بن أبي ليلى وهو ضعيف .(مجمع الزوائد، ج ا ص۷۷،۷۸، مكتبة القدسي، القاهرة)

وقال البوصيري:هذا حديث مداره على أبي هارون العبدي، وهو ضعيف .وله شاهد من حديث أبي هريرة، رواه البزار في مسنده مطولا جدًّا(اتحاف الخيرة المهرة،ج ا ص ۱۵۰ ،كتاب الايمان، باب في الاسراء،دار الوطن للنشر، الرياض)

الطَّرِيْقِ، فَقَالَ :مَا هٰذِهِ يَا جِبْرِيْلُ؟ ، قَالَ :سِرْ يَا مُحَمَّدُ فَسَارَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَّسِيْرَ، فَإِذَا شَيْءٌ يَدْعُوْهُ مُتَنَحِّيًا عَنِ الطَّرِيْقِ :هَلُمَّ يَا مُحَمَّدُ قَالَ لَهُ جِبْرِيْلُ :سِرْ يَا مُحَمَّدُ .فَسَارَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَّسِيْرَ، قَالَ :ثُمَّ لَقِيَهُ خَلْقٌ مِنَ الْخَلْقِ، فَقَالَ أَحَدُهُمْ :اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَوَّلُ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا آخِرُ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَاشِرُ .فَقَالَ لَهُ جِبْرِيْلُ :اُرْدُدِ السَّلَامَ يَا مُحَمَّدُ، قَالَ :فَرَدَّ السَّلَامَ، ثُمَّ لَقِيَهُ الثَّانِيْ، فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَقَالَةِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ لَقِيَهُ الثَّالِثُ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَقَالَةِ الْأَوَّلِيْنَ، حَتّٰى انْتَهٰى إِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ، فَعَرَضَ عَلَيْهِ الْمَاءَ وَاللَّبَنَ وَالْخَمْرَ، فَتَنَاوَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّبَنَ، فَقَالَ لَهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ :أَصَبْتَ الْفِطْرَةَ، لَوْ شَرِبْتَ الْمَاءَ لَغَرِقْتَ وَغَرِقَتْ أُمَّتُكَ، وَلَوْ شَرِبْتَ الْخَمْرَ لَغَوَيْتَ وَغَوِيَتْ أُمَّتُكَ، ثُمَّ بُعِثَ لَهُ آدَمُ فَمَنْ دُوْنَهُ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ، فَأَمَّهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ، ثُمَّ قَالَ لَهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ :أَمَّا الْعَجُوْزُ الَّتِيْ رَأَيْتَ مِنْ عَلٰى جَنْبِ الطَّرِيْقِ، فَلَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا مَا بَقِيَ مِنْ تِلْكَ الْعَجُوْزِ، وَأَمَّا الَّذِيْ أَرَادَ أَنْ تَمِيْلَ إِلَيْهِ، فَذَاكَ عَدُوُّ اللّٰهِ إِبْلِيْسُ أَرَادَ أَنْ تَمِيْلَ إِلَيْهِ، وَأَمَّا الَّذِيْنَ سَلَّمُوْا عَلَيْكَ، فَذَاكَ إِبْرَاهِيْمُ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰى صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ (تهذيب الآثار) [1]

ترجمہ: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے، تو آپ نے راستہ کے کنارے پر ایک بوڑھی عورت کو دیکھا تو معلوم کیا کہ اے جبریل یہ کیا ہے؟ تو جبریل نے فرمایا کہ اے محمد چلتے رہئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے، جتنا اللہ تعالیٰ نے چلانا چاہا، پھر کوئی راستے سے ایک طرف کو ہٹ کر آواز دے رہا تھا، اور کہہ رہا تھا کہ اے محمد! ادھر آیئے، جبریلِ امین نے کہا کہ اے محمد چلتے رہئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے

---

[1] للطبری، حديث نمبر ۱۵۷، ج ۱ ص ۴۱۰، مطبعة المدنی، قاهرة، واللفظ لهٗ، دلائل النبوة للبيهقی ج ۲ ص ۳۶۱، ۳۶۲.

www.idaraghufran.org

رہے، جتنا اللہ تعالیٰ نے چلانا چاہا، پھر اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق سے ملاقات ہوئی، ان میں سے کسی نے کہا، آپ پر سلام ہوائے اول، آپ پر سلام ہوائے آخر، آپ پر سلام ہوائے حاشر، جبریل امین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے محمد ان کے سلام کا جواب دیجئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب دیا، پھر دوسری مرتبہ کچھ لوگوں سے ملاقات ہوئی، اور پہلی مرتبہ کی طرح ان سے بھی مکالمہ ہوا، پھر تیسری مرتبہ بھی پہلی دومرتبہ کی طرح کا مکالمہ ہوا، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس تک پہنچ گئے، پھر آپ پر پانی اور دودھ اور شراب پیش کی گئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کو لے لیا، آپ کو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ آپ نے فطرت کو پایا ہے، اگر آپ پانی پی لیتے، تو آپ اور آپ کی امت غرق ہوجاتی، اور اگر آپ شراب کو پی لیتے، تو آپ اور آپ کی امت بھٹک جاتی، پھر آپ کے لئے حضرت آدم اور ان سے نیچے کے نبی جمع کئے گئے، جن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات امامت فرمائی، پھر آپ سے حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ وہ بڑھیا جو آپ نے راستے کے کنارے پر دیکھی تھی، وہ دنیا تھی، دنیا کی عمر اتنی ہی قلیل اور تھوڑی باقی رہ گئی ہے جتنی اس بوڑھی عورت کی عمر باقی ہے، اور وہ راستے سے ہٹا ہوا اللہ کا دشمن ابلیس تھا، جو آپ کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتا تھا، اور جنھوں نے آپ کو سلام کیا وہ حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ علیہم الصلاۃ السلام تھے (ترجمہ ختم)

علامہ ابنِ کثیر رحمہ اللہ نے اس حدیث کے الفاظ پر نکارت اور غرابت کا حکم لگایا ہے۔ [1]

مگر اس کی سند کے رجال معتبر ہیں، سوائے ایک راوی کے، کہ ان کا حال معلوم نہیں۔ [2]

---

[1] وفی بعض ألفاظه نكارة وغرابة(تفسير ابنِ كثير، ج۵ص ۱۱ تحت آيت ۱ من سورة الاسراء)

[2] چنانچہ تہذیب الآثار کی سند یہ ہے:

حدثني يونس بن عبد الأعلى الصدفي ، قال :أخبرنا ابن وهب ، قال :حدثني يعقوب بن عبد الرحمن الزهري ، عن أبيه ، عن عبد الرحمن بن هاشم بن عتبة بن أبي وقاص ، عن أنس بن مالك .

یونس بن عبدالاعلیٰ صدفی تو مسلم کے رجال میں سے ہیں،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیا کی طرح شیطان بھی بوڑھا ہو چکا ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ بہکانے اور گمراہ کرنے کی کوشش میں برابر لگا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں۔

حضرت ابراہیم، موسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام کا قیامت کے متعلق گفتگو کرنا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ اور عبداللہ بن وہب اور یعقوب بن عبدالرحمٰن قاری، اور آپ کے والد عبدالرحمٰن بن محمد القاری بھی ثقہ ہیں، اور عبدالرحمٰن بن ہاشم بن عتبہ کے بارے میں محدثین کا کوئی کلام نہیں مل سکا۔

(۱)...... **یونس بن عبد الأعلی** الصدفی المصری .روی عن ابن عیینة والشافعی وابن وهب وخلق.وعنه مسلم والنسائی وابن ماجه وأبو زرعة وأبو حاتم وخلق(طبقات الحفاظ ج ا ص ۴۴)

یونس بن عبد الأعلی بن میسرة الصدفی أبو موسى المصری ثقة، من صغار العاشرة مات سنة أربع وستين وله ست وتسعون سنة م س ق(تقريب التهذيب ج۲ ص ۳۴۹)

یونس بن عبد الاعلی عالم الدیار المصریة الامام أبو موسى الصدفی المصری الحافظ المقرء الفقیه .مولده فی آخر سنة سبعین ومائة قرأ القرآن علی ورش وغیره، وسمع من سفیان بن عیینة والولید بن مسلم وابن وهب ومعن ابن عیسی وابی ضمرة والشافعی وعدة وتفقه بالشافعی.

اخذ عنه القراء ة اسامة التجیبی وابن خزیمة وابن جریر الطبری .حدث عنه (م س ق) وابو بکر بن زیاد وابن ابی حاتم وابو طاهر المدینی وخلائق روی عن الشافعی قال :ما رأیت بمصر احدا اعقل من یونس وقال یحیی بن حسان :هو رکن من ارکان الاسلام .وقال (س) وغیره :ثقة وقال ابن ابی حاتم :سمعت ابی یوثق یونس ویرفع من شانه(تذکرة الحفاظ ج۲ ص۵۲۷)

(۲)...... **عبد الله بن وهب** بن مسلم القرشی مولاهم أبو محمد المصری الفقیه ثقة حافظ عابد من التاسعة مات سنة سبع وتسعین وله اثنتان وسبعون سنة(تقريب التهذيب ج ا ص ۵۴۵)

(۳)...... **یعقوب بن عبد الرحمن** بن محمد بن عبد الله بن عبد القاری، بتشدید التحتانیة المدنی نزیل الإسکندریة حلیف بنی زهرة ثقة من الثامنة، مات سنة إحدى وثمانين (تقريب التهذيب ج ۲ ص ۳۳۳۸)

(۴)...... **عبد الرحمن بن محمد** بن عبد الله بن عبد القاری :یروی عن أبیه .روی عنه ابنه یعقوب بن عبد الرحمن، ویعقوب بن عبد الرحمن الإسکندرانی .ذکره ابن حبان فی الثقات .روی له أبو جعفر الطحاوی(مغانی الاخیار ج۳ص ۲۴۰، تحت رقم الترجمة ۱۵۴۳)

عبد الرحمن بن محمد بن عبد الله بن عبد القاری وهو والد یعقوب ابن عبد الرحمن الاسکندرانی روی عن اخیه ابراهیم بن محمد بن عبد الله ابن عبد القاری وابیه روی عنه ابنه یعقوب بن عبد الرحمن، سمعت ابی یقول ذلک .قال أبو محمد روی عنه مالک بن انس ومحمد بن اسحاق وسفیان بن عیینة .نا عبد الرحمن قال ذکره ابی عن اسحاق بن منصور عن یحیی بن معین قال :عبد الرحمن بن محمد بن عبد القاری ثقة(الجرح والتعديل لابنِ ابی حاتم ج۵ص ۲۸۱، تحت رقم الترجمة ۱۳۳۷)

لَمَّا أُسْرِىَ لَيْلَةَ أُسْرِىَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِىَ إِبْرَاهِيْمَ، وَمُوْسٰى، وَعِيْسٰى فَتَذَاكَرُوا السَّاعَةَ فَبَدَءُ وْا بِإِبْرَاهِيْمَ فَسَأَلُوْهُ عَنْهَا، فَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ مِنْهَا عِلْمٌ، ثُمَّ مُوْسٰى، فَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ مِنْهَا عِلْمٌ، فَتَرَاجَعُوْا الْحَدِيْثَ إِلٰى عِيْسٰى، فَقَالَ عِيْسٰى: عَهِدَ اللّٰهُ إِلَيَّ فِيْمَا دُوْنَ وَجْبَتِهَا فَلَا نَعْلَمُهَا، قَالَ :فَذَكَرَ مِنْ خُرُوجِ الدَّجَّالِ، فَأَهْبِطُ فَاقْتُلُهُ، وَيَرْجِعُ النَّاسُ إِلٰى بِلَادِهِمْ فَيَسْتَقْبِلُهُمْ يَأْجُوْجُ وَمَأْجُوْجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ، فَلَا يَمُرُّوْنَ بِمَاءٍ إِلَّا شَرِبُوْهُ وَلَا يَمُرُّوْنَ بِشَيْءٍ إِلَّا أَفْسَدُوْهُ فَيَجْأَرُوْنَ إِلَى اللّٰهِ فَيَدْعُوْنَ اللّٰهَ فَيُمِيْتُهُمْ فَتَجْأَرُ الْأَرْضُ إِلَى اللّٰهِ مِنْ رِيْحِهِمْ وَيَجْأَرُوْنَ إِلَيَّ، فَأَدْعُوا اللّٰهَ فَيُرْسِلُ السَّمَاءَ بِالْمَاءِ فَيَحْمِلُ أَجْسَامَهُمْ فَيَقْذِفُهَا فِي الْبَحْرِ، ثُمَّ يَنْسِفُ الْجِبَالَ، وَتُمَدُّ الْأَرْضُ مَدَّ الْأَدِيْمِ فَعَهِدَ اللّٰهُ إِلَيَّ إِذَا كَانَ ذٰلِكَ، فَإِنَّ السَّاعَةَ مِنَ النَّاسِ كَالْحَامِلِ الْمُتِمِّ لَا يَدْرِىْ أَهْلُهَا مَتٰى تَفْجَأُهُمْ بِوِلَادَتِهَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا (مستدرک حاکم) [1]

---

[1] حديث نمبر ۳۴۴۸، ج۲ص ۴۱۶،دار الكتب العلمية -بيروت،واللفظ لهٗ، وحديث نمبر ۸۵۰۲،مسند احمد حديث نمبر ۳۵۵۶، سنن ابنِ ماجه حديث نمبر ۴۰۸۱،مسند ابى يعلىٰ الموصلى ، حديث نمبر ۵۲۹۴،السنن الواردة فى الفتن للدانى، حديث نمبر ۵۲۹،مسند ابن ابى شيبة، حديث نمبر ۳۰۳.

قال الحاكم تحت حديث رقم ۳۴۴۸:هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ فَأَمَّا مُؤْثِرٍ فَلَيْسَ بِمَجْهُولٍ "قَدْ رُوِىَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَالْبَرَاء ِبْنِ عَازِبٍ وَرَوَى عَنْهُ جَمَاعَةٌ مِنَ التَّابِعِينَ.

وقال الذهبى فى التلخيص:صحيح.

وقال الحاكم تحت حديث رقم ۸۵۰۲:هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ

وقال الذهبى فى التلخيص:صحيح.

وقال الكنانى:هذا إسناد صحيح رجاله ثقات مؤثر بن عفازة ذكره ابن حبان فى الثقات وباقى رجال الاسناد ثقات رواه أبو بكر بن أبى شيبة عن يزيد بن هارون بإسناده ومتنه ورواه أبو يعلى الموصلى ثنا أبو خيثمة ثنا يزيد بن هارون فذكره نحوه ورواه الحاكم فى المستدرك عن أبى العباس أحمد بن محمد المحبوبى عن سعيد بن مسعود عن يزيد بن هارون به وقال هذا حديث صحيح الإسناد (مصباح الزجاجة فى زوائد ابن ماجه ،ج۲ص ۲۰۲ ، كتاب الفتن،باب فتنة الدجال وخروج عيسى ابن مريم وخروج يأجوج ومأجوج،دار العربية -بيروت)

وقال حسين سليم أسدفى حاشية مسند ابى يعلىٰ :إسناده حسن

Idara Ghufran

ترجمہ: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سیر کرائی گئی، تو آپ کی حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات ہوئی، جو قیامت (کی آمد) کے متعلق گفتگو فرما رہے تھے، انہوں نے پہلے اس کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا، تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس کے بارے میں علم نہیں، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا تو انہوں نے بھی لاعلمی کا اظہار فرمایا، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ جہاں تک قیامت کے قائم ہونے کا معاملہ ہے، تو اس کا حتمی علم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں، البتہ جو عہد میرے اللہ نے مجھ سے کیا ہے ،اس میں یہ ہے کہ دجال نکلے گا، اور میں اتر کر اسے قتل کروں گا، اور لوگ اپنے شہروں کی طرف جائیں گے، تو ان کو یاجوج ماجوج ملیں گے، اور وہ ہر اونچائی سے نیچے اتریں گے، تو وہ جس پانی کے قریب سے بھی گزریں گے، اسے پی لیں گے، اور جس چیز کے پاس سے بھی گزریں گے، اسے خراب کردیں گے، پھر لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونگے، اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے، تو اللہ تعالیٰ انہیں (یعنی یاجوج ماجوج کو) ہلاک کردیں گے، پھر زمین اللہ سے ان (مرے، سڑے ہوئے یاجوج ماجوج کے جسموں ولاشوں) کی بدبو سے پناہ چاہے گی، اور لوگ میری طرف متوجہ ہونگے، تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا، پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل فرمائیں گے، اور وہ بارش کا پانی ان کے جسموں کو بہا کر سمندر میں ڈال دے گا، پھر اللہ تعالیٰ پہاڑوں کو اکھاڑیں گے، اور زمین کو چمڑے کی طرح پھیلا دیا جائے گا، تو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے عہد فرمایا ہے کہ جب یہ واقعات ہونگے، تو قیامت لوگوں کے قریب اس طرح ہوجائے گی، جیسے کہ پورے دنوں کی گابھن (حاملہ) اونٹنی کی حالت ہوتی ہے، کہ اس کے گھر والوں کو معلوم نہیں کہ کس وقت رات یا دن میں اچانک اس کے بچہ پیدا ہوجائے (ترجمہ ختم)

فائدہ: معلوم ہوا کہ قیامت کا قطعی علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے البتہ قُربِ قیامت کی کچھ نشانیاں ہیں جن سے قیامت کی آمد کو پہچانا جا سکتا ہے انہیں میں سے ایک بڑی نشانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا

آسمان سے نازل ہونا اور دجّال کا خروج نیز یاجوج ماجوج کا برآمد ہونا ہے (ان نشانیوں کی تفصیلات مستقل کتابوں میں موجود ہیں، ان کا علم حاصل کرنا چاہیئے تا کہ قُربِ قیامت کے فتنوں سے حفاظت رہے)

فرعون کی قتل کی ہوئی ایک مؤمنہ عورت کی قبر سے خوشبو کا آنا

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الَّتِي أُسْرِيَ بِيْ فِيْهَا، أَتَتْ عَلَيَّ رَائِحَةٌ طَيِّبَةٌ، فَقُلْتُ :يَا جِبْرِيلُ، مَا هٰذِهِ الرَّائِحَةُ الطَّيِّبَةُ ؟ فَقَالَ :هٰذِهِ رَائِحَةُ مَاشِطَةِ ابْنَةِ فِرْعَوْنَ وَأَوْلادِهَا قَالَ،قُلْتُ :وَمَا شَأْنُهَا ؟ قَالَ :بَيْنَا هِيَ تُمَشِّطُ اِبْنَةَ فِرْعَوْنَ ذَاتَ يَوْمٍ، إِذْ سَقَطَتِ الْمِدْرَى مِنْ يَدَيْهَا، فَقَالَتْ :بِسْمِ اللّٰهِ .فَقَالَتْ لَهَا اِبْنَةُ فِرْعَوْنَ :أَبِيْ ؟ قَالَتْ :لَا، وَلٰكِنْ رَبِّيْ وَرَبُّ أَبِيْكِ اَللّٰهُ .قَالَتْ :أُخْبِرُهُ بِذٰلِكَ قَالَتْ :نَعَمْ .فَأَخْبَرَتْهُ فَدَعَاهَا، فَقَالَ :يَا فُلَانَةُ، وَإِنَّ لَكِ رَبًّا غَيْرِيْ ؟ قَالَتْ :نَعَمْ، رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ .فَأَمَرَ بِبَقَرَةٍ مِنْ نُّحَاسٍ فَأُحْمِيَتْ، ثُمَّ أَمَرَ بِهَا أَنْ تُلْقٰى هِيَ وَأَوْلادُهَا فِيْهَا، قَالَتْ لَهُ :إِنَّ لِيْ إِلَيْكَ حَاجَةً .قَالَ :وَمَا حَاجَتُكِ ؟ قَالَتْ :أُحِبُّ أَنْ تَجْمَعَ عِظَامِيْ وَعِظَامَ وَلَدِيْ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ، وَتَدْفِنَنَا .قَالَ :ذٰلِكَ لَكِ عَلَيْنَا مِنَ الْحَقِّ ،قَالَ:فَأَمَرَ بِأَوْلَادِهَا فَأُلْقُوْا بَيْنَ يَدَيْهَا، وَاحِدًا وَاحِدًا، إِلٰى أَنِ انْتَهٰى ذٰلِكَ إِلَى صَبِيٍّ لَهَا مُرْضَعٍ، كَأَنَّهَا تَقَاعَسَتْ مِنْ أَجْلِهِ، قَالَ :يَا أُمَّهْ، اِقْتَحِمِيْ، فَإِنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا أَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَةِ، فَاقْتَحَمَتْ قَالَ : قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ :تَكَلَّمَ أَرْبَعَةٌ صِغَارٌ :عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَصَاحِبُ جُرَيْجٍ، وَشَاهِدُ يُوْسُفَ، وَابْنُ مَاشِطَةِ ابْنَةِ فِرْعَوْنَ (مسند احمد) [1]

---

[1] حديث نمبر ٢٨٢١ ،مؤسسة الرسالة، بيروت، مسند عبدالله بن العباس، واللفظ لهٗ، المعجم الكبير للطبراني حديث نمبر ١٢٢٧٩ ، شعب الايمان للبيهقي حديث نمبر ١٥١٩ ، مستدرك حاكم حديث نمبر ٣٨٣٥ ،مسند البزار، حديث نمبر ٥٠٦٧ ، ابنِ ماجه حديث نمبر ٤٠٣٠ ،مسند الشاميين، حديث نمبر ٢٧٣٣ .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

ترجمہ: اس رات جس میں مجھے معراج کرائی گئی، مجھے (ایک مقام پر پہنچ کر) بہت خوشگوار خوشبو محسوس ہوئی، میں نے جبریل سے پوچھا کہ یہ کیا خوشبو ہے؟ جبریل نے فرمایا: کہ یہ فرعون کی بیٹی کی باندی، اور اس کی اولاد کی خوشبو ہے، فرمایا: میں نے جبریل سے پوچھا کہ اس کا کیا قصہ ہے؟ جبریل نے فرمایا: کہ اس دوران جبکہ وہ ایک دن فرعون کی بیٹی کی کنگھی کررہی تھی، تو کنگھی اس کے ہاتھ سے گر پڑی، تو اس نے بسم اللہ کہا، تو فرعون کی بیٹی نے کہا، کیا میرے باپ مراد ہیں؟ (یعنی خدائی کا جھوٹا دعویدار) باندی نے کہا، بلکہ میرا اور تیرے باپ کا رب اللہ ہے، بیٹی نے کہا کہ میں باپ کو بتا دوں؟ اس نے کہا: بتا دے، میرا اور تیرا بھی رب اللہ ہے۔ لڑکی نے فرعون کو بتا دیا، فرعون نے اس کو طلب کیا، اور کہا اے فلانی! کیا تیرا میرے علاوہ بھی کوئی رب ہے؟ کہا کہ ہاں میرا اور تیرا رب اللہ ہے، پس فرعون نے حکم دیا، ایک پیتل سے بنے ہوئے گائے (یا بیل) کے مجسمے کو (آگ میں تپانے کا) چنانچہ وہ تپایا گیا، پھر فرعون نے اس باندی اور اس کے بچوں کو اس میں ڈالنے کا حکم دیا، اس باندی نے فرعون سے کہا کہ مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے، فرعون بولا، کیا حاجت ہے؟ باندی نے کہا میری خواہش ہے (کہ جل مَرنے کے بعد) میری اور میرے بچوں کی ہڈیاں ایک کپڑے میں جمع کر کے دفنا دی جائیں، فرعون نے کہا ٹھیک ہے، یہ تیرا ہم پر حق ہے، جبریل نے فرمایا کہ پھر فرعون نے حکم دیا کہ اس عورت کے بچوں کو اس کی آنکھوں کے سامنے ایک ایک کر کے اس بیل نما دھاتی تنور میں ڈالا جائے، یہاں تک کہ آخر میں ایک دودھ پیتا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ

وقال الذهبی فی التلخيص: صحيح.

إسناده حسن، فقد سمع حماد بن سلمة من عطاء بن السائب قبل الاختلاط عند جمع من الأئمة، وأبو عمر الضرير: اسمه حفص بن عمر البصری روى له أبو داود، وهو صدوق، وباقی رجاله ثقات رجال الصحيح (حاشية مسند احمد)

إسناده حسن، قال الحافظ الذهبی فی "العلو" (۱/۴۶) هذا حديث حسن الإسناد (روضة المحدثين، تحت حديث رقم ۴۴۴۶، ج۱۰ ص۲۱)

www.idaraghufran.org

بچہ رہ گیا، گویا کہ وہ عورت اس معصوم شیر خوار کی وجہ سے تذبذب میں پڑ گئی، تو شیر خوار بول پڑا کہ اے ماں! آگ میں کود پڑ، بلاشبہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے کہیں ہلکا ہے، تو وہ باندی آگ میں داخل ہوگئی، راوی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چار بچوں نے بچپن میں کلام کیا ہے، عیسیٰ بن مریم، جریج درویش کی پاکدامنی کی گواہی دینے والا بچہ، یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی کی گواہی دینے والا بچہ، اور چوتھا فرعون کی بیٹی کی کنگھی، پٹی کرنے والی اس خاتون کا بچہ (ترجمہ ختم)

فائدہ: بعض شہیدوں کی قبر سے خوشبو کا آنا کرامت کی قسم ہے۔

دوسروں کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور خود عمل نہ کرنے والے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَتَیْتُ عَلٰی سَمَاءِ الدُّنْیَا لَیْلَۃَ أُسْرِیَ بِیْ، فَرَأَیْتُ فِیْھَا رِجَالًا تُقْطَعُ أَلْسِنَتُھُمْ وِشِفَاھُھُمْ بِمَقَارِیْضَ مِنْ نَارٍ، فَقُلْتُ :یَا جِبْرِیْلُ، مَا ھٰؤُلَاءِ؟قَالَ :ھٰؤُلَاءِ خُطَبَاءُ مِنْ أُمَّتِکَ (مسند أبی یعلی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں معراج کی رات میں آسمانِ دنیا پر آیا، تو میں نے اس میں ایسے لوگوں کو دیکھا جن کی زبانیں اور ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے، میں نے کہا کہ اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا کہ آپ کی امت کے خطیب (جو ''یقولون مالا یفعلون'' کے مصداق ہیں یعنی دوسروں کو ایسی باتوں کی نصیحت کرتے ہیں جن پر عمل نہیں کرتے اور اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور عمل نہیں کرتے) (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

---

[1] حدیث نمبر ۴۱۶۰، مسند انس بن مالک، دار المأمون للتراث -دمشق.
قال حسین سلیم أسد: حدیث صحیح (حاشیۃ مسند ابی یعلیٰ)

Idara Ghufran

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَرْتُ لَيْلَةً أُسْرِىَ بِىْ عَلٰى قَوْمٍ تُقْرَضُ شِفَاهُهُمْ بِمَقَارِيْضَ مِنْ نَارٍ .قَالَ :قُلْتُ مَنْ هٰؤُلَاءِ ؟ قَالُوْا :خُطَبَاءُ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا مِمَّنْ كَانُوْا يَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ ، وَيَنْسَوْنَ أَنْفُسَهُمْ، وَهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتَابَ، أَفَلَا يَعْقِلُوْنَ (مسند أحمد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی رات میں میرا گزرا ایسے لوگوں پر ہوا کہ جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جارہے تھے، میں نے کہا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ دنیادار خطیب ہیں، جو لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہیں، اور اپنے آپ کو بُھلا دیتے ہیں، اور وہ اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں، کیا یہ سمجھتے نہیں (ترجمہ ختم)

---

[1] حديث نمبر ۱۲۲۱۱، مؤسسة الرسالة، بيروت.

حديث صحيح، وهذا إسناد ضعيف لضعف على بن زيد بن جدعان، لكن قد توبع كما سيأتى، وباقى رجال الإسناد ثقات رجال الصحيح .وسيتكرر من هذا الطريق برقم (۱۲۸۵۶).وهو فى "الزهد "لوكيع (۲۹۷)ومن طريقه أخرجه أيضاً ابن أبى شيبة ۱۴/۳۰۸، وأبو يعلى(۳۹۹۶) وأخرجه ابن المبارك فى الزهد(۸۱۹)وعبد بن حميد(۱۲۲۲) وابن أبى الدنيا فى "الصمت "(۵۱۳)والخطيب فى تاريخ بغداد۶/۱۹۹، ۲۰۰و۱۲/۴۷، وفى "موضح أوهام الجمع والتفريق "۲/۱۷۰، والبغوى فى شرح السنة(۴۱۵۹)، وفى تفسيره۱/۶۸ من طرق عن حماد بن سلمة، بهذا الإسناد .وأخرجه أبو يعلى(۴۰۶۹)والبيهقى فى شعب الإيمان(۴۹۶۵)من طريق معتمر بن سليمان، وأبو نعيم فى الحلية۸/۱۷۲ من طريق ابن المبارك، كلاهما عن سليمان التيمى، عن أنس .والإسنادان صحيحان .وأخرجه ابن أبى حاتم فى تفسير سورة البقرة(۴۷۶)والبيهقى فى شعب الإيمان(۴۹۶۶)من طريق هشام الدستوائى، عن المغيرة بن حبيب ختن مالك ابن دينار، عن ثُمامة، عن أنس .وإسناده محتمل للتحسين .وأخرجه البيهقى(۴۹۶۶)من طريق صدقة بن موسى، عن مالك بن دينار، عن ثمامة، عن أنس .وصدقة ضعيف .وأخرجه أبو يعلى(۴۱۶۰)وابن حبان (۵۳)وأبو نعيم فى الحلية۲/۳۸۶، ۳۸۷من طريق المغيرة بن حبيب، وأبو نعيم ۸/۴۳، ۴۴ من طريق إبراهيم بن أدهم، كلاهما عن مالك بن دينار، عن أنس -بإسقاط ثمامة .وأخرجه البيهقى فى الشعب(۴۹۶۷)من طريق سفيان، عن خالد بن سلمة المخزومى، عن أنس . وإسناده منقطع، خالد لم يسمع من أنس .وسيأتى من طريق على بن زيد برقم(۱۳۴۲۱)و(۱۳۵۱۵)وفى الباب عن أسامة بن زيد، سيأتى ۵/۲۰۵ (حاشيه مسند احمد)

فائدہ: اگر وہ مقرر اور خطیب مراد لئے جائیں جو گمراہی میں ڈالنے والے ہیں، تو کوئی شبہ نہیں ہوتا، کیونکہ جو خطیب دین کے رنگ میں گمراہی کی باتیں کریں اور لوگوں کو گمراہ کریں، ان کا عذاب میں مبتلا ہونا ظاہر ہے اور اگر یہ مراد لیا جائے کہ خود عمل نہیں کرتے تھے تب بھی واقعہ یہ ہے کہ دوسروں کو وعظ ونصیحت کرنے پر اکتفاء کرنا انسان کی نجات کے لئے کافی نہیں، بلکہ خود عمل کرنا بھی ضروری ہے، مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر خود عمل نہ کرے تو دوسرے کو نصیحت بھی نہ کرے، بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ دوسروں کو وعظ ونصیحت بھی کرے اور اسی کے ساتھ خود بھی عمل کرے، اور صرف وعظ ونصیحت کرنے اور خود عمل سے غفلت برتنے کو اپنی نجات کے لئے کافی نہ سمجھے۔

سود خور کو عذاب میں مبتلا دیکھنا

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ نَبِيُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَأَیْتُ لَیْلَۃَ أُسْرِیَ بِیْ رَجُلًا یَسْبَحُ فِیْ نَھَرٍ وَیُلْقَمُ الْحِجَارَۃَ، فَسَأَلْتُ مَا ھٰذَا، فَقِیْلَ لِیْ: آکِلُ الرِّبَا (مسند احمد) [1]

ترجمہ: اللہ کے نبی نے فرمایا کہ میں نے معراج کی رات میں ایک آدمی کو دیکھا کہ جو نہر میں تیر رہا ہے اور پتھر کو لقمہ بنا بنا کر کھا رہا ہے، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ جواب میں مجھے بتایا گیا کہ یہ سود خور ہے (ترجمہ ختم)

---

[1] حديث نمبر ۲۰۱۰۱، مؤسسة الرسالة، بيروت.

حديث صحيح، وهذا إسناد قوى، رجاله ثقات رجال الشيخين غير عبد الوهاب -وهو ابن عطاء الخفّاف- فمن رجال مسلم، وهو صدوق لا بأس به. عوف: هو ابن أبى جميلة الأعرابى، وأبو رجاء: هو عمران بن مِلْحان العُطاردى.

وأخرجه البيهقى فى شعب الإيمان (۵۵۰۹) من طريق عبد الوهاب بن عطاء، بهذا الإسناد. قلنا: كذا قال عبد الوهاب بن عطاء عن عوف بن أبى جميلة: "رأيت ليلة أسرى بى"، وهو مما تفرّد به عبد الوهاب، فقد رواه أصحاب عوف عنه، فلم يذكروا أن ذلك كان فى ليلة الإسراء، بل هى رؤيا رآها النبى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فى منامه (حاشية مسند احمد)

فائدہ: وہ بطورعذاب کے پتھر کھانے پر مجبور تھا۔

اس واقعہ سے سود کھانے والوں کی آنکھیں کُھل جانی چاہئیں۔

اورحضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے کہ:

فَأَتَيْتُ عَلٰى قَوْمٍ بُطُوْنُهُمْ كَالْبُيُوْتِ فِيْهَا الْحَيَّاتُ تُرٰى مِنْ خَارِجِ بُطُوْنِهِمْ، قُلْتُ: مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا جِبْرِيْلُ ؟قَالَ هٰؤُلَاءِ أَكَلَةُ الرِّبَا (مسند احمد) [1]

ترجمہ: پھر میں ایسی قوم کے پاس آیا جن کے پیٹ کمروں کی طرح تھے ان میں سانپ تھے جو باہر سے نظر آ رہے تھے میں نے کہا کہ اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل نے کہا کہ یہ سود خور ہیں (ترجمہ ختم)

اندازہ لگایئے کہ سود خوروں کے لئے کتنا خطرناک عذاب ہے، آج سود دنیا میں عام ہے، سود خوروں کی بھرمار ہے، سود کی لعنت میں بے شمار لوگ مبتلا ہیں، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں۔

غیبت اور آبروریزی کرنے والے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا عَرَجَ بِیْ رَبِّیْ مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَهُمْ أَظْفَارٌ مِنْ نُحَاسٍ، يَخْمُشُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَصُدُوْرَهُمْ .فَقُلْتُ :مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا جِبْرِيْلُ ؟ قَالَ :هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ لُحُوْمَ النَّاسِ، وَيَقَعُوْنَ فِیْ أَعْرَاضِهِمْ (مسنداحمد) [2]

---

[1] حديث نمبر ۸۶۴۰،مؤسسة الرسالة،بيروت.
إسناده ضعيف لضعف على بن زيد، وجهالة أبى الصلت(حاشية مسند احمد)

[2] حديث نمبر ۱۳۳۴۰ ،مؤسسة الرسالة ،بيروت.
إسناده صحيح على شرط مسلم من جهة عبد الرحمن بن جبير، وأما متابعه راشد بن سعد، فمن رجال أصحاب السنن، وهو ثقة .أبو المغيرة :هو عبد القدوس بن الحجاج الخولانى، وصفوان :هو ابن عمرو السَّكسكى .وأخرجه الضياء فى المختارة(۲۲۸۵)من طريق عبد الله بن أحمد، عن أبيه، بهذا الإسناد.وأخرجه أبو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھے میرے رب نے معراج کرائی، تو میرا گزر ایسی قوم پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے چہروں اور سینوں کو ان ناخنوں سے چھیلتے تھے، میں نے کہا کہ اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو آدمیوں کا گوشت کھاتے ہیں (یعنی ان کی غیبت کرتے ہیں) اوران کی آبرو ریزی کرتے ہیں (ترجمہ ختم)

فائدہ: آج غیبت اور دوسرے کی عزت پر کیچڑ اُچھالنے کا مرض عام ہے، ہماری کوئی مجلس ومحفل ہی شاید غیبتوں سے خالی ہوتی ہو، اور بات بات میں دوسرے کی بے عزتی کرنے میں بھی بہت سے لوگ اور خواتین مبتلا ہیں، غیبت، طعنہ زنی اور زبان درازی کرنے والوں کو اس واقعہ سے نصیحت حاصل کرنی چاہئے۔

پچھنے (یعنی حجامہ) لگوانے (Cupping Therapy) کی تاکید

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ مَا مَرَرْتُ لَيْلَةَ أُسْرِىَ بِىْ، بِمَلَإٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ، إِلَّا كُلُّهُمْ يَقُوْلُ لِىْ :عَلَيْكَ، يَا مُحَمَّدُ بِالْحِجَامَةِ (ابنِ ماجه) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی رات فرشتوں کی جس

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

داود(۴۸۷۸)و(۴۸۷۹)وابن أبى الدنيا فى الصمت(۵۷۷)والطبرانى فى الأوسط(۸)وفى الشاميين(۹۳۲)والبيهقى فى الشعب(۶۷۱۶)وفى الآداب(۱۳۸)والبغوى فى "التفسير "۲۱۶/۴، والضياء(۲۲۸۶)من طريق أبى المغيرة عبد القدوس الخولانى، به .وأخرجه أبو داود (۴۸۷۸)والبيهقى فى الشعب(۶۷۱۶)وفى الآداب(۱۳۸)من طريق بقية، عن صفوان، بهوأشار أبو داود بإثر الحديث(۴۸۷۸)إلى أن يحيى بن عثمان حدثه بهذا الحديث عن بقية مرسلاَ ليس فيه أنس (حاشيه مسنداحمد)

[1] حديث نمبر ۳۴۷۷، كتاب الطب، باب الحجامة.

www.idaraghufran.org

جماعت کے پاس سے بھی گزرا، تو سب نے مجھے یہ کہا کہ محمد! آپ پچھنے (یعنی فصد) لگوانے کا ضرور اہتمام کیجیے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

حَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لَيْلَةِ أُسْرِىَ بِهٖ أَنَّهٗ لَمْ يَمُرَّ عَلٰى مَلَإٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ إِلَّا أَمَرُوْهُ أَنْ مُرْ أُمَّتَكَ بِالْحِجَامَةِ (ترمذی) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات کے بارے میں یہ بات بیان فرمائی کہ وہ فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے بھی گزرتے تھے، تو وہ یہ کہتے تھے کہ آپ اپنی امت کو پچھنے لگوانے (یعنی فصد کھلوانے) کا حکم دیجیے (ترجمہ ختم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی حدیث مروی ہے۔ [۲]

فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی پچھنے لگوائے ہیں، اس سے جسم کا زائد اور خراب خون نکل جاتا ہے، آج بلڈ پریشر کا جو عام مرض ہوگیا ہے، یہ اس کا بہت عمدہ علاج ہے، مگر آج لوگوں نے اسے بالکل ہی چھوڑ دیا ہے، آج کل سادے طریقے پر پچھنے لگانے والے تو نایاب ہیں البتہ بعض ماہر طبیب جدید طریقوں پر مخصوص انداز میں بدن کا غیر ضروری خون نکال کر اس مقصد کو پورا کر دیتے ہیں، اس طرح بھی پچھنے لگوانے کا مقصد حاصل کیا جا سکتا ہے۔ [۳]

---

[۱] حدیث نمبر ۲۰۵۲، ابواب الطب، باب ماجاء فی الحجامة، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى -مصر.

قال الترمذی: وَهَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ مَسْعُودٍ

[۲] حَدَّثَنَا جُبَارَةُ بْنُ الْمُغَلِّسِ قَالَ :حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ سُلَيْمٍ قَالَ :سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :مَا مَرَرْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي بِمَلَإٍ، إِلَّا قَالُوا :يَا مُحَمَّدُ، مُرْ أُمَّتَكَ بِالْحِجَامَةِ " (ابن ماجه، حديث نمبر ۳۴۷۹، كتاب الطب، باب الحجامة)

[۳] عرج به أى حين صعد به إلى السماء ليلة المعراج ما مر أى هو على ملأ أى جماعة عظيمة تملأ العيون من كثرتها إلا قالوا عليك بالحجامة أى ألزمها لزوما مؤكدا قال التوربشتى وجه مبالغة الملائمة فى الحجامة سوى ما عرفوا فيها من المنفعة التى تعود إلى الأبدان هو أن الدم ركب من القوى النفسانية الحائلة بين العبد وبين الترقى إلى ملكوت السموات والوصول إلى الكشوف الروحانية وبغلبته يزداد جماح النفس وصلابتها فإذا نزف الدم يورثها ذلك خضوعا وخمودا ولينا ورقة وبذلك تنقطع الأدخنة المنبعثة عن النفس الأمارة وتنحسم مادتها فتزداد البصيرة نورا إلى نورها(مرقاة المفاتيح ،ج۷ص ۲۸۴۰، كتاب اللباس ،باب الترجل،دار الفكر، بيروت -لبنان)

www.idaraghufran.org

انتباہ: ملحوظ رہے کہ اسراء ومعراج سے متعلق بعض اور احادیث وروایات بھی آئی ہیں، جو تحقیق کرنے پر سند کے اعتبار سے مستند معلوم نہیں ہوئی، اس لئے ان کو شامل نہیں کیا گیا۔

اہم بات

آخر میں ایک ایسی اہم بات کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے کہ جو معراج کے تقریباً تمام واقعات وحالات سے قدرِ مشترک کے طور پر معلوم ہوتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ آج کل بعض لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف عالمُ الغیب ہونے کی نسبت کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام غیب کی باتوں کا علم تھا، حالانکہ یہ بات درست نہیں، عالمُ الغیب تو اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات ہی ہے، البتہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم اور مشیّت سے جتنا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما دیا، اتنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم حاصل ہوگیا، اور جتنا علم عطا نہیں فرمایا، اتنا علم حاصل نہیں ہوا۔

جس کی تائید معراج کے واقعات وحالات سے ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جگہ جگہ جبریل علیہ السلام سے مختلف چیزوں کے بارے میں سوالات کئے، اور معلومات حاصل کیں۔

پس اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام غیب کی باتوں کے عالم ہوتے تو بار باران سوالات ومعلومات کے حاصل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟؟؟

واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان

۱۱/ رجب ۱۴۲۳ھ 18/ ستمبر 2002ء بروز جمعرات۔

اضافہ واصلاح: ۶/ رمضان ۱۴۲۷ھ بمطابق 30/ستمبر 2006ء بروز جمعرات

اضافہ واصلاح بارِ دوم: ۲۹/ ربیع الاول/ ۱۴۳۲ھ 05/ مارچ/ 2011ء بروز ہفتہ

ادارہ غفران، راولپنڈی

ماہِ رجب کے چند اہم تاریخی واقعات

(مرتب: مولانا طارق محمود: ادارہ غفران، راولپنڈی)

پہلی صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□...... **ماہِ رجب ۲ھ** میں مصر واسکندریہ کے بادشاہ مقوقس قبطی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفہ بھیجا (تقویم تاریخی از عبدالقدوس ہاشمی صاحب ص۲)

اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسلام کی دعوت کا خط لکھا، تو اس نے بڑے اچھے طریقے سے خط کا جواب دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے درج ذیل تحفے بھیجے (۱) دو عدد باندیاں جن میں ایک حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں، جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ابراہیم پیدا ہوئے (۲) ایک ہزار مثقال سونا (۳) یعفور نامی حمار (۴) دلدل نامی خچر (۵) ۲۰ عدد مصر کے نفیس کپڑے (۶) عمدہ شہد (۷) لکڑی کی شامی سرمہ دانی (۸) کنگھا (۹) آئینہ (عہدِ نبوت کے ماہ وسال ص۲۳۴)

□...... **ماہِ رجب ۲ھ** میں تحویلِ قبلہ کا حکم نازل ہوا۔

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مسلمان چند مہینوں سے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے، اس کے بعد پھر دوبارہ بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم نازل ہوا۔

(فتح الباری ج ۱، کتاب الایمان، باب الصلوٰۃ من الایمان ،سیرت ابن ھشام ج ۳)

□...... **ماہِ رجب ۲ھ** میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کیا۔

نکاح کی مجلس بالکل سادہ اور تکلفاتِ زمانہ سے بالکل خالی اور مروجہ رسوم سے پاک تھی اس مبارک نکاح کی تقریب میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم شامل تھے، نکاح کا خطبہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پڑھا (سیرت سیدنا علی المرتضیٰ

ص ۵۵ و ۵۶۔ مرتبہ مولانا محمد نافع صاحب)

□ ...... **ماہِ رجب ۸ ھ** میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو تین سو صحابہ کی رفاقت میں قریش کے قافلہ اور بنو جہینہ کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔

یہ لشکر ''سریہ سیف البحر'' اور ''سریۃ الخبط'' کہلاتا ہے، سیف البحر تو اس لئے کہ یہ ساحل سمندر کی طرف گیا۔ سیف البحر کے معنٰی ساحل سمندر۔ اور سریہ الخبط اس لئے کہ خبط درخت کے پتوں کو کہتے ہیں جو لاٹھی وغیرہ سے جھاڑے جائیں، اس سفر میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا زادِ سفر ختم ہو گیا تھا اور انہیں درختوں کے پتے جھاڑ جھاڑ کر کھانے کی نوبت آئی تھی، جس سے ان کے جبڑے زخمی ہو گئے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی خوراک کا انتظام فرمایا کہ سمندر نے ایک پہاڑ جیسی عنبر نامی مچھلی کنارے پر پھینک دی، یہ تین سو افراد تھے، ایک مہینے تک خوب سیر ہو کر کھائی اور اس کے روغن کی مالش کی، یہاں تک ان کے جسم خوب فربہ اور تنومند ہو گئے، اور اس کے باقی ماندہ ٹکڑے اٹھا کر مدینہ لے گئے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس سے تناول فرمایا، اس سریہ میں جنگ کی نوبت نہیں آئی، اس موقع پر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس عنبر نامی مچھلی کی پسلی کھڑی کرنے کا حکم دیا اور سب سے طویل قامت صحابی حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو سب سے لمبے اونٹ پر سوار کر کے اس کے نیچے سے گزارا گیا، چنانچہ وہ بے تکلف گزر گئے اور وہ پسلی ان کے سر سے اونچی رہی، نیز حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کی آنکھ کے گڑھے میں بیٹھنے کا حکم فرمایا، چنانچہ تیرہ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم آسانی سے اس میں بیٹھ گئے (عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۱۰۵ و ۱۰۶ ملخصاً)

□ ...... **ماہِ رجب ۹ ھ** میں غزوۂ تبوک پیش آیا۔

تبوک شام کے قریب ایک مشہور جگہ کا نام ہے، اس غزوہ کے انتظام کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت کوشش فرمائی تھی، موسم کی سختی کے لحاظ سے اور مالی وسائل نہ ہونے کے اعتبار سے نہایت مشکل مرحلہ تھا، اس وجہ سے ہی اس کو ''جیش العسرۃ'' (تنگی کا لشکر) کہا جاتا ہے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اس موقع پر جانی و مالی قربانی کی بے نظیر مثالیں قائم فرمائی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے لئے جاتے وقت اپنے اہل وعیال وخانگی امور کی نگرانی وانتظام کے

Idara Ghufran

لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا تھا (عہدنبوت کے ماہ وسال ص ۸۳، سیرت سیدنا علی المرتضیٰ ص ۹۴)

□...... **ماہِ رجب ۱۴ھ** میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں دمشق فتح ہوا (تاریخ ابن خلدون، حصہ اول ص ۲۸۴، الاصابہ ج ۲ حرف المیم، البدایہ والنہایہ ج ۷)

□...... **ماہِ رجب ۱۵ھ** میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جنگ یرموک کا واقعہ پیش آیا، جس کا واقعہ طویل ہے، اس میں مسلمانوں کو عظیم الشان فتوحات حاصل ہوئیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: الفاروق ص ۱۱۲، مولانا شبلی نعمانی صاحب)

□...... **ماہِ رجب ۱۵ھ** میں صحابیٔ رسول حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص ۴)

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیعتِ رضوان اور غزوۂ بدر میں شامل رہنے والے صحابہ میں سے تھے، ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ اپنی غیر موجودگی میں مدینہ میں اپنا جانشین مقرر فرمایا (صحابہ انسائیکلوپیڈیا ص ۵۵۷)

□...... **ماہِ رجب ۲۰ھ** میں صحابیٔ رسول حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص ۵)

یہ انصار صحابہ میں سے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مہاجرین میں سے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا اسلامی بھائی بنایا تھا، فتح مکہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان تھے، ان کی عمدہ اور نفیس تلاوت کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے تمہاری قرأت سننے آتے ہیں، اگر تم صبح تک پڑھتے تو لوگ فرشتوں کو کھلی آنکھوں سے دیکھتے (سیر الصحابہ ج ۳ ص ۲۰۳)

□...... **ماہِ رجب ۴۳ھ** میں صحابیٔ رسول حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص ۱۱)

یہ اپنے زمانے میں تورات کے بڑے علماء میں سے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر انہوں نے چند سوالات کئے، اور ان کا صحیح جواب پا کر اسلام

قبول کیا تھا (صحابہ انسائیکلوپیڈیا ص ۶۱۱)

□...... **ماہِ رجب ۴۵ھ** میں صحابیٔ رسول حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص ۱۲)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو وحی کے لکھنے کا شرف بھی حاصل ہوا، جب وحی آتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بولتے جاتے اور آپ لکھتے جاتے، یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں جمعِ قرآن کا کارنامہ بھی ان ہی نے سرانجام دیا، وراثت کے علم کے ماہر تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سب سے زیادہ میراث کے مسائل جاننے والے زید بن ثابت ہیں (سیر الصحابہ ج ۳ ص ۳۴۹)

□...... **ماہِ رجب ۴۶ھ** میں صحابیٔ رسول حضرت عبدالرحمٰن بن خالد رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص ۱۲)

یہ بہت بہادر اور جنگ کے ماہر صحابی تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ صفین میں شریک ہوئے تھے، ان کی وفات زہر آلود پانی پینے کی وجہ سے ہوئی، جو اِن کو حمص کے ایک امیر ابن اثال نے دھوکہ سے پلایا تھا۔

(البداية والنهاية ج۸،سراقه بن كعب شهد بدرا ومابعدها عبدالرحمن بن خالد بن الوليد)

□...... **ماہِ رجب ۵۲ھ** میں صحابیٔ رسول حضرت معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص ۱۳)

آپ مصر کی فتح میں شریک تھے، اور فتح اسکندریہ میں آپ کی ایک آنکھ شہید ہوگئی تھی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے دورِ حکومت میں مصر کا والی بنایا تھا۔

(البداية والنهاية ج۸،ثم دخلت سنة ثنتين وخمسين ،معاويه بن خديج)

□...... **ماہِ رجب ۵۴ھ** میں صحابیٔ رسول حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص ۱۴)

آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں پرورش پائی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی طرح محبت فرماتے تھے، بڑے بڑے صحابۂ کرام کو ان کی امارت میں حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے لئے بھیجا، جب کہ ان کی عمر ابھی چھوٹی سی تھی، اور یہ فتح یاب ہوکر لوٹے (سیر الصحابہ ج۲ص۱۰۰)

□...... **ماہِ رجب ۶۰ھ** میں صحابیٔ رسول، کاتبِ وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ہادی، مہدی اور امین جیسے القاب سے نوازا تھا، آپ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہونے کی وجہ سے رشتہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برادرِ نسبتی تھے، مشہور یہی ہے کہ آپ رجب کی ۲۲/تاریخ میں فوت ہوئے، انتقال کے وقت آپ کی عمر تقریباً اسّی سال تھی (سیرت حضرت امیر معاویہ، ص۶۱۱ تا۶۱۴، مصنفہ: مولانا محمد نافع صاحب) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عالمِ اسلام کی ان چند گنی چُنی شخصیتوں میں سے ہیں جن کے احسان سے یہ امتِ مسلمہ کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتی۔ آپ کا شمار اُن بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے ہوتا ہے جن کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسلسل حاضری کا شرف حاصل ہوا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو وحیِ خداوندی لکھنے کی وجہ سے کاتبِ وحی کہا جاتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کتابتِ وحی کا کام جتنا نازک تھا اور اس کے لئے جس احساسِ ذمہ داری، امانت ودیانت اور علم وفہم کی ضرورت تھی وہ محتاجِ بیان نہیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسلسل حاضری، کتابتِ وحی، امانت ودیانت اور دوسری پاکیزہ صفات کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مرتبہ آپ کے لئے دعا فرمائی (ماخوذ از ''ماہِ محرم الحرام کے فضائل واحکام'') آپ کی شان پر بعض لوگوں نے بہت ظلم کیا ہے اور مختلف اعتراضات کئے ہیں جو کہ غلط ہیں، اور عداوت یا کم علمی کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں (تفصیل لئے ملاحظہ ہو: ''حضرت امیر معاویہ اور تاریخی حقائق''، مصنفہ: مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب و ''سیرت حضرت امیر معاویہ مصنفہ: مولانا محمد نافع صاحب، الاصابہ ج۶ حرف المیم، البدایہ ج۴، سنۃ ستین من الہجرۃ النبویۃ، وھذہ ترجمۃ معاویہ)

□...... **ماہِ رجب ۷۲ھ** میں حضرت عبیدہ سلمانی رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص۱۸)

قاضی شریح (اپنے دور کے مشہور قاضی) کو آپ اہم امور میں مشورہ دیا کرتے تھے، اور جب قاضی

شریح کسی مشکل میں الجھتے تو آپ سے اس کا حل معلوم کرتے تھے۔
(البداية والنهاية ج ۸، ثم دخلت سنة ثنتين وسبعين)

□...... ماہِ رجب ۴۷ھ میں حضرت رویفع رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص ۱۹)

آپ غزوہ حنین میں شریک رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مصر میں سکونت اختیار کی، حدیث بیان کرنے میں محتاط تھے، ان کے سلسلہ سے صرف آٹھ روایتیں مروی ہیں (لیکن سیر الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۲۳۸ پر آپ کا سن وفات ۵۶ھ نقل کیا گیا ہے)

□...... ماہِ رجب ۸۴ھ میں مصیصہ شہر کو فتح کیا گیا (تقویم تاریخی ص ۲۱)

مصیصہ روم کا ایک شہر ہے جسے عبید اللہ بن عبد اللہ نے فتح کیا اور پہلی مرتبہ مسلمانوں کو یہاں آباد کیا اور ایک قلعہ تعمیر کر کے تین سو سپاہیوں کو اس کی حفاظت پر مامور کیا (تاریخ ملت ج ا ص ۵۹۰)

□...... ماہِ رجب ۱۰۱ھ میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی وفات ہوئی اور یزید ثانی کی خلافت قائم ہوئی (تقویمِ تاریخی ص ۲۶)

خلافتِ راشدہ کے بعد ان کی خلافت وحکومت مثالی تھی، آپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پوتی ''امِ عاصم'' کے بیٹے تھے، آپ نے اسلامی سلطنت کو (جس پر بنوامیہ نے ملوکیت کی چھاپ لگادی تھی) دوبارہ خلافت سے بدل کر خلافتِ راشدہ کے قدم بقدم کر دیا (البدایہ والنہایہ ج ۹ ثم دخلت سنۃ احدی ومائۃ، وہذہ ترجمۃ عمر بن عبد العزیز)

دوسری صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□...... ماہِ رجب ۱۰۱ھ: میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی وفات کے بعد یزید بن عبد الملک بن مروان خلیفہ بنا۔

یزید بن عبد الملک خلافت سے پہلے علماء کے ساتھ بہت بیٹھا کرتا تھا، جب اس کو خلیفہ بنایا گیا تو اس نے پختہ ارادہ کیا کہ وہ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے نقشِ قدم پر چلے گا، لیکن اس کے برے ہم نشینوں نے اس کو برائیوں کی ترغیب دی اور اس کو ظلم کرنے پر اکسایا، یزید بن عبد الملک کی خلافت چار سال اور ایک ماہ رہی، شعبان ۱۰۵ھ میں اس کی وفات ہوئی (البدایہ والنہایہ ج ۹ خلافۃ یزید بن عبد الملک)

Idara Ghufran

☐...... **ماہِ رجب ۱۱۰ھ:** میں حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کا پورا نام حسن بن ابی الحسن تھا، آپ کی والدہ ''خیرہ'' ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی باندی تھیں، اوران کی خدمت کیا کرتی تھیں، جب آپ چھوٹے تھے اور ماں کا دودھ پیتے تھے، اس دوران آپ کی والدہ کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کسی کام سے بھیجتی تھیں تو آپ کو اپنے سینے سے لگا لیتی تھیں، اورآپ کے منہ میں ان کا دودھ بھی چلا جاتا، کہا جاتا ہے کہ آپ کو جوعلم وحکمت عطا ہوا تھا وہ اسی دودھ پینے کی برکت تھی، آپ علم وعمل کے جامع تھے اور بہت بڑے فقیہ اور محدث تھے ۸۸سال کی عمر میں وفات ہوئی (البدایہ والنہایہ ج۹، فاما الحسن بن ابی الحسن)

☐...... **ماہِ رجب ۱۳۳ھ:** میں رومیوں نے ایشیائے کوچک کے شہر ''ملیطہ'' پر قبضہ کرلیا (تقویمِ تاریخی ص۳۲)

عباسی خلافت کی بدنظمی سے فائدہ اٹھا کر قیصرِ روم نے ایشیائے کوچک کے سرحدی شہر ''کمخ'' پر حملہ کردیا یہاں کے باشندوں نے ملیطہ کے مسلمانوں کی مدد سے مقابلہ کیا، لیکن ان کو شکست ہوئی ''کمخ'' کے بعد رومیوں نے ملیطہ کوگھیر لیا، اور مسلمانوں کو پیغام بھیجا کہ وہ شہر ان کے حوالے کرکے ملیطہ سے نکل جائیں ان کو کچھ نہیں کہا جائے گا، مسلمانوں نے اس سے انکار کیا، رومیوں نے ان کا محاصرہ اور سخت کرلیا، مسلمانوں میں ان کے مقابلے کی اتنی تاب نہ تھی، اس لئے انہوں نے مجبور ہوکر ملیطہ چھوڑ دیا اور جزیرہ چلے گئے، شہر خالی ہونے پر رومیوں نے اس کو بالکل ویران کردیا، اور یہاں جتنے مسلمان تھے ان کو قتل اور ان کی عورتوں کو قید کرلیا (ابن اثیر ج۵ ص۱۶۷ بحوالہ تاریخ اسلام ج۳ ص۱۴۱ از مولانا شاہ معین الدین صاحب)

☐...... **ماہِ رجب ۱۴۱ھ:** میں بغداد شہر کی بنیاد رکھی گئی (تقویمِ تاریخی ص۳۶)

عباسی خلیفہ منصور نے اپنے زمانہ میں حکومت کے استحکام کے علاوہ اور بھی بہت سے کارنامے انجام دیئے، اس کا ایک بڑا کارنامہ بغداد کی تعمیر ہے، منصور نے سلطنت کے نظام میں وسعت اور ترقی کی وجہ سے بغداد کو آباد کرکے اس کو دارالخلافہ بنایا، اس کی تعمیر کے لئے منصور نے بڑا اہتمام کیا، مختلف مقاموں کی آب وہوا اور مٹی کا جائزہ لینے کے بعد بابل ونینوا کے ایک خوشگوار اور سرسبز وشاداب

قطعہ جس کو دریائے دجلہ سیراب کرتا تھا منتخب کیا، اور ماہر ترین انجینئروں نے اس کا نقشہ بنایا اور اس کی تعمیر کے لئے دنیا کے مختلف حصوں سے معمار، سنگتراش، نجار اور نقاش وغیرہ ہر قسم کے کاریگر جمع کئے، اور جن ملکوں میں جو تعمیر کا سامان مل سکتا تھا اس کو فراہم کیا (تاریخ اسلام ج۳ص۸۰ از مولانا شاہ معین الدین ندوی)

□...... **ماہِ رجب ۱۵۰ھ:** میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص ۳۸)

آپ کا نام نعمان اور کنیت ابوحنیفہ اور لقب امام اعظم ہے، آپ کا سنِ پیدائش ۸۰ھ ہے، حنیفہ اسے کہتے ہیں جو سب سے ہٹ کر اللہ کا ہو جائے، حنیفہ نام کی آپ کی کوئی صاحبزادی نہیں (جیسا کہ بعض لوگوں میں مشہور ہے) اہلِ سنت کے چار فقہی مسلکوں میں پہلا فقہی مسلک آپ کی طرف منسوب ہے، ابتداء میں آپ کا مسلک عراق کے مختلف شہروں میں پھیلا، پھر دنیا کے دور دراز ملکوں میں اس کی اشاعت ہوئی اور تھوڑے ہی عرصہ میں بغداد، شام، مصر، روم، بلخ، بخارا، فرغانہ، فارس، ہندوستان، سندھ اور یمن وغیرہ کی حدود واطراف میں پھیل گیا، آج بھی دنیا کے اکثر حصہ میں حنفی مسلک ہی رائج ہے، کسی امام یا مجتہد کی تقلید کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ اسے بذاتِ خود واجب الاطاعت سمجھ کر اتباع کی جارہی ہے، یا اُسے شارع (شریعت بنانے والا، قانون ساز) کا درجہ دے کر اس کی ہر بات کو واجب الاتباع سمجھا جارہا ہے، بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ پیروی تو قرآن وسنت کی مقصود ہے، لیکن قرآن وسنت کی مراد کو سمجھنے کے لئے بحیثیت شارحِ قانون اُن کی بیان کی ہوئی تشریح وتعبیر پر اعتماد کیا جارہا ہے (ملاحظہ ہو ''تقلید کی شرعی حیثیت'') امام صاحب کے حلقۂ درس میں علماء وفضلاء کی بڑی جماعت شریک ہوتی تھی، ان میں ہر علم وفن کے مشاہیر ہوتے تھے، امام ابوحنیفہ کے شاگردوں کی تعداد کئی ہزار ہے، ان کے معاصرین میں کسی محدث یا فقیہ کے شاگردوں کی تعداد اتنی زیادہ نہیں ہے، کتاب وسنت کی تعلیم، فقہ کی تدوین اور تجارتی مصروفیت کے ساتھ امام صاحب نے زہد وتقویٰ اور عبادت وریاضت میں پوری زندگی بسر کی، امام ابوحنیفہ کی شان میں یہاں تک کہا گیا ہے کہ ''مَنْ اَحَبَّ اَبَاحَنِیْفَۃَ فَھُوَ سُنِّیٌّ وَمَنْ اَبْغَضَہٗ فَھُوَ مُبْتَدِعٌ'' یعنی جو شخص ابوحنیفہ سے محبت کرتا ہے وہ سنی ہے اور جو آپ سے بغض رکھتا

ہے وہ بدعتی ہے (الجواہر المضیۃ ج ۲ ص ۴۴۲) آپ نے صحابۂ کرام کا زمانہ بھی پایا، اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ آپ نے سات صحابۂ کرام کی زیارت کی ہے اور جیسے صحابی ہونے کے لئے بحالتِ ایمان ذاتِ نبوت کا دیدار کافی ہے ایسا ہی تابعی ہونے کے لئے صرف صحابی کا دیکھ لینا کافی ہے۔ روایت نہ تابعی ہونے کے لئے شرط ہے اور نہ صحابی ہونے کے لئے، اس تفصیل سے امام ابوحنیفہ کا یقینی تابعی ہونا ثابت ہوا۔ امام صاحب کو اپنے زمانے کے حکمرانوں سے بڑی تکالیف اٹھانا پڑی تھیں، عراق کے اموی امیر ابنِ ھبیرہ نے آپ کو قاضی کا عہدہ پیش کیا، آپ کے انکار پر آپ کو روزانہ دس کوڑے لگائے جاتے تھے، یہاں تک کہ کل ۱۱۰ کوڑے مارے گئے، اس کے بعد عباسی دور میں بھی آپ کو قاضی کا عہدہ پیش کیا گیا، انکار پر آپ کو قید کر کے زہر دے دیا گیا، اسی زہر کی وجہ سے جیل میں وفات ہوئی، پچاس ہزار سے زائد افراد نے آپ کا جنازہ پڑھا اور مشرقی بغداد میں دفن ہوئے۔

(البداية والنهاية ج ١٠، ذكر ترجمة اى ابو حنيفة، سیرت ائمہ اربعہ ص ۱۳۱ تا ۱۷۹ ملخصاً)

☐...... **ماہِ رجب ۱۵۱ھ**: میں حکیم مقنع نے آگ میں کود کر خودکشی کی (تقویمِ تاریخی ص ۴۰)

یہ اصل میں ماوراء النہر (وسطی ایشیا) کے علاقے ''مروؔ'' کا باشندہ تھا، اس نے سونے کا ایک چہرہ بنا کر اپنے چہرہ پر لگالیا، اور خدائی کا دعویٰ کر دیا، اس کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے خود ان کے جسم میں حلول کیا، اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام اور پھر ابو مسلم اور ابوھاشم میں، اس کا کہنا تھا کہ میرے اندر خدا کی روح ہے، عباسی خلیفہ مہدی نے اس کی سرکوبی کے لئے لشکر بھیجے، بالآخر مقنع کا قلعہ بسام میں محاصرہ کر لیا گیا، اس کے تیس ہزار متبعین نے مسلمانوں سے امان طلب کی اور قلعہ سے باہر نکل آئے، اس کے ساتھ صرف دو ہزار افراد رہ گئے، آخر کار جب مقنع کو اپنی ناکامی کا یقین ہو گیا تو اس نے آگ جلا کر اپنے تمام اہل وعیال کو اس میں دھکا دے دیا پھر خود بھی آگ میں کود کر جل مرا، مسلمانوں نے قلعہ میں داخل ہو کر مقنع کی لاش آگ سے نکالی اور اس کا سر خلیفہ مہدی کے پاس روانہ کیا (تاریخ اسلام حصہ دوم ص ۳۱۴ از مولانا اکبر شاہ خان)

☐...... **ماہِ رجب ۱۶۲ھ**: میں حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص ۴۱)

آپ ابتداء میں ''بلخ'' کے حکمران تھے، بعض غیبی واقعات (جس کی تفصیل کا موقع نہیں) کی وجہ

سے آپ نے سلطنت چھوڑ کر فقیری اختیار کی، اور بزرگیت کے اعلیٰ مقام پر پہنچ گئے، اور مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے آخر کار مکہ مکرمہ میں مقیم ہو گئے، آپ کے انتقال کے بعد آپ کے مزار کا پتہ نہیں چل سکا، کہ آپ کا مزار کہاں ہے؟ کیونکہ آپ انتقال سے کچھ عرصہ پہلے لا پتہ ہو گئے تھے، بعض حضرات کے خیال میں آپ کا مزار بغداد میں ہے۔ واللہ اعلم۔

(البداية والنهاية ج ١٠، ابراهيم بن ادهم، تذكره اولياء ص ٦٠)

□...... **ماہِ رجب ۱۶۴ھ:** میں مشہور راوی عبدالعزیز بن الماجشون رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص ۴۱)

آپ سے بکثرت روایات مروی ہیں، اور فنِ روایتِ حدیث میں آپ ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں (البداية والنهاية ج ١٠، ثم دخلت سنة اربع وستين ومائة)

□...... **ماہِ رجب ۱۸۳ھ:** میں حضرت امام موسیٰ کاظم رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص ۴۹)

آپ حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ کے صاحبزادے تھے، اپنے زمانے میں مسلمانوں کے امام تھے، علمِ حدیث میں بلند مقام رکھتے تھے، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے آپ کی احادیث روایت کی ہیں، آپ مدینہ منورہ میں مقیم تھے، خلیفۂ وقت مہدی نے حکومت کے خلاف بغاوت کی غلط فہمی کی وجہ سے آپ کو گرفتار کر لیا تھا، لیکن خواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے یہ آیت پڑھی: ''فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ'' (سورہ محمد)

یعنی ''تو کیا تم سے یہی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد مچاؤ اور رشتہ داریاں کاٹ ڈالو'' مہدی کی آنکھ کھلی تو ابھی رات باقی تھی اس نے صبح کا انتظار بھی نہیں کیا اور امام موسیٰ کاظم رحمہ اللہ کو بلا کر آپ سے حکومت کے خلاف بغاوت نہ کرنے کا وعدہ لے کر رہا کر دیا، لیکن بعد میں جب ہارون الرشید خلیفہ بنا تو اس نے بھی شاید اسی قسم کی غلط فہمی کی وجہ سے آپ کو قید کر دیا، اور اسی قید کے دوران آپ کی وفات ہو گئی (سیر الصحابہ ج ۹ ص ۳۵۸)

□...... **ماہِ رجب ۱۹۸ھ:** میں محدث حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص ۵۰)

آپ کی ولادت ۱۰۷ھ ہوئی، آپ کے خاندان کا تعلق کوفہ سے تھا، آپ سے بکثرت احادیث

www.idaraghufran.org

مروی ہیں، احادیث میں آپ کو ثقہ کا مقام حاصل تھا، اور آپ کو دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا تھا، ۹۱ سال کی عمر میں وفات ہوئی اور ''جحون'' کے مقام پر دفن ہوئے (طبقات ابن سعد مترجم ج۳ص۴۰۹)

تیسری صدی ہجری کے اجمالی واقعات

☐......**ماہِ رجب ۲۰۴ھ**: میں امام شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تقویمِ تاریخی ص۵۱)

آپ کا اصل نام محمد بن ادریس تھا، اہلِ سنت کی فقہ کے چار اماموں میں سے مشہور امام اور صاحبِ مذہب ہیں، امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کے تلمیذِ رشید اور عظیم شاگرد امام محمد رحمہ اللہ کے اخص الخاص اور بلند پایہ اخلاق وصفات کے حامل شاگرد تھے، آپ موصوف سات برس کی عمر میں نہ صرف یہ کہ مکمل حفظ کر چکے تھے بلکہ اس کے معانی اور تفسیر پر بھی مکمل عبور حاصل کر چکے تھے، دس برس کی عمر میں حدیث کی صحیح ترین ضخیم کتاب مؤطا امام مالک جو کہ اس وقت کے اعتبار سے حدیث کا ایک عظیم انسائیکلوپیڈیا تھا حفظ فرما چکے تھے، اور کمال تو یہ کہ محض نو راتوں میں پوری کتاب حفظ یاد کر لی تھی، اور چودہ برس کی عمر میں فقہی اعتبار سے ایک پیچیدہ فتویٰ حل فرما کر اپنے استاد امام مالک رحمہ اللہ سے باقاعدہ فتویٰ دینے کی اجازت حاصل کی، عربی زبان اور اس کی وضاحت وبلاغت میں مہارت کے ساتھ ساتھ آپ اصولِ فقہ یعنی اسلامی قانون کے اصولوں میں لکھی جانے والی کتب کے پہلے مصنف بھی ہیں، بقول ایک مغربی مستشرق کے کہ ''امام شافعی اسلامک لاء کے سب سے پہلے سسٹمائزر (Systemiser) (یعنی نصوص میں پھیلے ہوئے اصولی وفروعی احکام کو دستوری اور قانونی شکل میں مرتب کرنے والے) ہیں'' آپ اپنے وقت کے ایک عظیم قادر الکلام فصیح خطیب اور انتہا درجے کے فیاض اور سخی تھے، آپ کی پیدائش ۱۵۰ھ میں اور وفات رجب کے آخر میں ۲۰۴ھ پنجشنبہ کے دن جمعہ کی رات (چون برس کی عمر میں) مصر میں ہوئی۔

(العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۶۴، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۲۸، تهذیب التهذیب ج ۹ ص ۲۶، سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۵۰۲، تهذیب الکمال ج۳ ص ۲۹۸)

☐......**ماہِ رجب ۲۱۸ھ**: میں عباسی خلیفہ مامون الرشید کا انتقال ہوا (تقویمِ تاریخی ص۵۵)

اس کا اصل نام عبد اللہ تھا، اور یہ ہارون الرشید کا بیٹا تھا، مامون الرشید عقل، تدبیر وسیاست میں بے

www.idaraghufran.org

مثال تھا، ذاتی طور پر اسے علم سے نہایت درجہ کی مناسبت اور والہانہ شغف تھا، اپنے وقت کے چوٹی کے علماء میں اس کا شمار تھا، عقلی علوم سے مناسبت زیادہ تھی، عقائد میں مجموعہ اضداد اور معجونِ مرکب اور مستشرقین کی طرح ایک آزاد مشرب شخص تھا، شیعی عقائد، معتزلی عقائد، فلسفیانہ ذہن وسوچ کا حامل اور اہلِ سنت والجماعت کے عقائد کا بھی قائل تھا، محض علم میں استحضارِ کامل تھا، ہر فن میں حاضر جواب اور زیرک تھا، تقویٰ اور عقائد میں صحیح نہ ہونے کی وجہ سے یہی علم اس کے لئے دنیا وآخرت میں وبالِ جان اور فتنہ عظیم ہوا، جو حدیث شریف کا صحیح مصداق ٹھہرتا ہے، اس نے دوسرے ملکوں سے وہ تمام کتب جمع کرنا شروع کیں جو عقل وفلسفہ سے متعلق تھیں، جس کا بڑا ذخیرہ ارضِ روم میں تھا، وہاں کے قیصر نے اس لئے تمام یونانی فلسفی اور خالص عقلی اور ہر مذہب ودین سے بیگانہ کتب مامون کی طرف روانہ کردیں کہ یہ چیزیں جس مذہب میں گئی ہیں اس کی بنیادیں اس نے ہلا ڈالی ہیں، مامون نے تمام کتب کا بڑے شوق اور اہتمام وخرچ سے ترجمہ کروا کر رعایا کو پڑھنے کا شوق دلایا، جب یہ سلسلہ چل نکلا تو نئی نسل قرآن وحدیث کو چھوڑ کر فلسفی وعقلی بحث ومباحثہ میں الجھنے لگی، مامون رشید (جو کہ عقائد میں ملغوبہ تھا) قرآن پاک جو کلامِ الٰہی ہے کے مخلوق ہونے کا قائل بھی تھا، اور جبراً ائمہ وقت اور فقہاء ومحدثین کو اس کا قائل ہونے کا حکم دیا تھا جو نہ مانتا اسے سخت سزائیں دی جاتیں، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ودیگر چند اہلِ عزیمت علمائے ربانیین کو اسی مسئلہ کی وجہ سے بہت سی سختیوں کا سامنا کرنا پڑا، مرتے وقت اپنے سوتیلے بھائی کو ولی عہد نامزد کیا اور دیگر وصیتوں کے ساتھ خاص طور پر مذکورہ عقیدے کے پرچار کی تاکید کی، حقیقت یہ ہے کہ مامون رشید نے فلسفی ویونانی عقلی کتب کو عربی میں ترجمہ کروا کے اور مسلمانوں میں اس کا رواج عام کر کے امتِ مسلمہ کو ایک بڑی آزمائش میں مبتلا کیا۔

(البدیة والنھایة ج۱۰، الکامل ج۶ ص۸، العبر فی خبر من غبر ج۱ ص۷۰، سیر اعلام النبلاء ج۱۰ ص۲۸۹)

□ ......**ماہِ رجب ۲۱۸ھ**: میں عباسی خلیفہ معتصم باللہ کی خلافت کے لئے بیعت ہوئی اور یہ حاکم وبادشاہ مقرر رہوا۔

یہ ہارون الرشید کی لونڈی ماروہ کے بطن سے تھا اور اس کی ولادت ۱۸۰ھ میں ہوئی، اپنے بھائی

مامون کی وصیت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اندھے جوش کے ساتھ قرآن مجید کے مخلوق ہونے کے عقیدے پر مامون سے بھی زیادہ سختی کے ساتھ حکم جاری کیا، حتی کہ نئی نسل کے بچوں میں بھی اس کو راسخ کرنے کے لئے تراکیب وترتیب مرتب کی گئی، معتصم باللہ غیر معمولی طاقت وتوانائی کا حامل تھا، طاقت ور سے طاقت ور آدمی کا بازو دباتا تو اس کی ہڈیاں چیخ جاتیں، اسی غیر معمولی طاقت کی وجہ سے اسے مامون کی طرح بزم کے بجائے رزم یعنی میدان کارزار کا جوش تھا، اکثر جنگ میں خود جاتا، اس کے آٹھ سالہ مختصر مدتِ حکومت میں آٹھ بادشاہ قید ہوئے جو ریکارڈ ہے۔

(تاریخِ اسلام معینی ص ۲۰۵، البدایة والنهایة ج ۱۰، الکامل ج ۶ ص ۲۰، سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۲۹۰)

□......**ماہِ رجب ۲۳۰ھ**: میں حضرت ابوالحسن علی بن جعد ہاشمی بغدادی جوہری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کو بغداد کا محدث کہا جاتا تھا، ۱۳۴ھ میں ولادت ہوئی، امام شعبہ، ابنِ ابی ذئب، حریز بن عثمان، جریر بن حازم، سفیان ثوری، المسعودی، فضیل بن مرزوق اور مبارک بن فضالہ رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، امام بخاری، ابوداؤد، یحییٰ بن معین، خلف بن سالم، احمد بن حنبل اور احمد بن ابراہیم الدورقی رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، آپ کا ساٹھ سال تک یہ معمول تھا کہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے، ۹۶ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔

(العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۷۶، التاریخ الصغیر ج ۲ ص ۳۲۹، تذکرة الحفاظ ج ۱ ص ۴۰۰، سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۴۶۷)

□......**ماہِ رجب ۲۳۴ھ**: میں حضرت ابومحمد یحییٰ بن یحییٰ بن کثیر رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۱۵۲ھ میں ہوئی، آپ بہت بڑے عالم اور کامل عقل کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ عبادت کی کثرت میں بھی بہت مشہور تھے، اسی وجہ سے آپ کو اندلس کا شیخ کہا جاتا تھا، حدیث کی سماعت اولاً تو مشہور فقیہہ زیاد بن عبدالرحمٰن شبطون اور یحییٰ بن نصر رحمہما اللہ سے کی، اس کے بعد مشرقی ممالک کے ملکوں کا سفر کیا، آپ نے امام مالک رحمہ اللہ کا آخری دور پایا، اور امام مالک رحمہ اللہ سے ان کی مشہور کتاب ''المؤطا'' سوائے ابواب الاعتکاف کے سماعت کی، اور ابواب الاعتکاف کی سماعت زیاد شبطون سے کی جو امام مالک سے روایت کرتے ہیں، لیث بن سعد، سفیان بن

www.idaraghufran.org

عیینۃ، عبداللہ بن وہب اور انس بن عیاض اللیثی سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، آپ کے بیٹے ابومروان عبیداللہ اور محمد بن عباس الولید، محمد بن وضاح، بقی بن مخلد اور صباح بن عبدالرحمٰن العتقی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، ۸۲ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔
(العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۷۹، سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۵۲۴)

□......**ماہِ رجب ۲۴۰ھ:** میں افریقہ کے قاضی حضرت عبدالسلام بن سعید بن حبیب رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ''سحنون'' کے لقب سے مشہور تھے، جب ابنِ ابی الجواد قضاء کے عہدے سے معزول ہوئے تو آپ نے دعا فرمائی کہ: ''یا اللہ! اس امت پر بہترین اور عادل شخص کو والی بنا'' تو ابنِ ابی الجواد کے بعد ان کو قاضی بنا دیا گیا، آپ جب تک قاضی رہے تو بادشاہ سے کبھی بھی اپنی ذات کے لئے کوئی نفع حاصل نہیں کیا، آپ کی نمازِ جنازہ محمد بن اغلب (جوکہ اس وقت امیر تھے) نے پڑھائی۔
(تاریخ قضاۃ الاندلس ج ۱ ص ۱۷، سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۶۹)

□......**ماہِ رجب ۲۵۵ھ:** میں عباسی خلیفہ المعتز باللہ کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص ۶۴)

اس کا پورا نام ابوعبداللہ محمد بن المتوکل علی اللہ جعفر بن المعتصم محمد بن الرشید العباسی تھا، معتز باللہ ہر وقت عیش ونشاط میں ڈوبا رہتا تھا، اس کی خوبیاں کم اور برائیاں زیادہ ہیں، اس کی ماں اور دوسرے لوگ اس کی طرف سے سلطنت کے معاملات انجام دیا کرتے تھے، اس کے دورِ حکومت میں ترک بہت طاقتور ہوگئے تھے، یہاں تک کہ اس کو محمد بن واثق کو خلافت دینے اور اس سے بیعت کرنے پر مجبور کر دیا، بیعت کے واقعہ کے پانچ روز بعد ترک معتز کو پکڑ کر حمام لے گئے اور اس کو غسل کرایا، اس کو پیاس لگی تو پانی نہ دیا، اور وہاں سے نکال کر اس کو برف کا پانی پلا دیا، جس کے پیتے ہی اس کی موت واقع ہوگئی، اس کی نمازِ جنازہ مہتدی نے پڑھائی، اس کے بعد المہتدی باللہ خلیفہ بنا اور اس کی خلافت کے لئے بیعت رجب ہی کے مہینے میں ہوئی ''تاریخِ ملت ج ۲ ص ۳۸۲ میں شعبان میں اس کی وفات لکھی ہے''
(العبر فی خبر من غبر ج ۲ ص ۱۵، سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۵۳۵)

□......**ماہِ رجب ۲۵۶ھ:** میں عباسی خلیفہ المہتدی باللہ کو قتل کیا گیا (تقویمِ تاریخی ص ۶۴)

www.idaraghufran.org

اس کا پورا نام ابواسحاق محمد بن واثق باللہ بن ھارون بن المعتصم باللہ محمد بن الرشید العباسی تھا، خلیفہ مہتدی نہایت متقی اور پرہیز گار تھا، امانت اور دیانت میں اس کا بڑا مقام تھا، خطیب بغدادی کے بقول خلیفہ ہونے کے وقت سے لے کر قتل ہونے تک المہتدی روزے رکھتا رہا، اور رات کا ایک بڑا حصہ عبادت میں گذارتا تھا، عدل وانصاف کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ اس کے بیٹے پر کسی نے دعویٰ کر دیا، مہتدی نے شہزادے کو عدالت میں طلب کیا اور شہزادے کو مدعی کے پہلو میں کھڑا کر کے دعوے کو سنا، شہزادے نے مدعی کے حق کا اقرار کیا، مہتدی نے اسی وقت مدعی کا حق دلوادیا، ایک باغی لیڈر موسیٰ بن بغا نے بڑے لشکر کے ساتھ اس کے محل پر دھاوا بول دیا تھا، مہتدی اور اس کے ساتھی بے جگری کے ساتھ لڑے، یہاں تک کہ کئی روز کی لڑائی کے بعد مہتدی گرفتار ہوگیا، اور دشمنوں نے اس کو قتل کر ڈالا، اس کے بعد رجب ہی کے مہینے میں المعتمد باللہ خلیفہ بنا (العبر فی خبر من غبر ج ۲ ص ۱۷، سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۵۴۰، المنتظم ج ۲ ص ۱۲۰، تاریخِ ملت ج ۲ ص ۳۹۴ تا ص ۴۹۶)

□ ...... **ماہِ رجب ۲۵۷ھ**: میں احمد بن محمد بن غالب بن خالد بن مرداس ابوعبداللہ الباہلی البصری کی وفات ہوئی۔

یہ غلام خلیل کے نام سے مشہور تھا، اور بغداد میں رہتا تھا، مُنکَر حدیثیں مجہول شیوخ سے روایت کرتا تھا، امام ابوداؤد السجستانی رحمہ اللہ نے اس کی تکذیب کی ہے، امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس کو متروک لکھا ہے، بصرہ میں اس کی تدفین ہوئی۔

(المنتظم من ۲۵۷ ج ۵ ص ۹۶، سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۲۸۵)

□ ...... **ماہِ رجب ۲۶۱ھ**: میں امام مسلم رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص ۶۶)

آپ کی شہرہ آفاق تصنیف ''صحیح مسلم'' صحاحِ ستہ میں سے ایک ہے، آپ کا لقب عساکر الدین اور کنیت ابوالحسین ہے، امام مسلم کا سلسلۂ نسب عرب کے مشہور قبیلے ''قُشیر'' سے ملتا ہے، اسی وجہ سے آپ کو قشیری کہا جاتا ہے، امام مسلم خراسان کے مشہور ومعروف شہر نیشاپور میں پیدا ہوئے، آپ کی ولادت کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، آپ نے سماعِ حدیث کا آغاز ۲۱۸ھ میں کیا، آپ کے اساتذہ میں یحییٰ بن یحییٰ، اسحاق بن راھویہ، امام احمد بن حنبل اور عبداللہ بن مسلمہ قعنبی رحمہم اللہ جیسے بڑے بڑے محدثین شامل ہیں، آپ کے شاگردوں میں سرِ فہرست حضرات یہ

ہیں: امام ابوحاتم رازی، احمد بن مسلمہ، ابوبکر بن خزیمہ، ابوعوانہ الاسفرائنی وغیرہ رحمہم اللہ، آپ کی وفات کا واقعہ بھی عجیب ہے، جوکہ آپ کے حدیث میں مشغول ہونے کی عجیب مثال ہے، ایک مجلس میں آپ سے ایک حدیث پوچھی گئی، جوکہ اس وقت آپ کو مستحضر نہ تھی، آپ گھر تشریف لائے، اوراپنی یادداشتوں اور کتابوں میں اس حدیث کو تلاش کرنے لگے، آپ کو بھوک لگی ہوئی تھی، قریب ہی ایک ٹوکری کھجور کی بھری رکھی تھی، آپ ایک ایک کھجور اس میں سے لے کر کھاتے جاتے اورحدیث تلاش کرتے جاتے، پوری رات اسی انہماک میں گذرگئی، صبح ہوئی تو کھجوریں ختم ہوچکی تھیں، وہ حدیث تو مل گئی، لیکن بے خبری میں زیادہ کھجوروں کے کھانے کا واقعہ آپ کی وفات کا سبب بنا، آپ کا مزار خراسان میں مرجعِ خلائق ہے۔

(العبر فی خبر من غبر ج ۲ ص ۲۹، درسِ مسلم ص ۷۴ تا ص ۷۷، المنتظم من ۲۵۷ ج ۵ ص ۳۲ و ص ۳۳، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۲۶۵، طبقات الحنابلہ ج ۱ ص ۳۳۹)

□ ...... **ماہِ رجب ۲۷۹ھ**: میں عباسی خلیفہ المعتمد باللہ کی وفات ہوئی (تقویمِ تاریخی ص ۷۰)

اس کا پورا نام احمد بن جعفر متوکل تھا، اس کی کنیت ابوالعباس تھی، خلیفہ المہتدی باللہ کو جب ترکوں نے معزول کر کے قتل کرڈالا، تو اس کو تختِ خلافت پر بٹھادیا، اس وقت معتمد کی عمر ۲۵ سال تھی، اس کی زندگی لہوولعب، رقص وسرور میں گزری تھی، ایک دن محفل ورقص وسرور گرم تھی، اس میں شراب کا دور چل رہا تھا، معتمد نے شراب زیادہ پی لی اوراس پر کھانا زیادہ کھالیا، جس سے یہ بیمار ہوگیا، اور اسی مرض میں اس کی وفات ہوئی، ۲۳ برس اس کی مدتِ خلافت تھی، بعض کے نزدیک اس کو زہر دیا گیا، اوربعض فرماتے ہیں کہ اس کا گلا گھونٹ کر اس کو ہلاک کیا گیا۔

(العبر فی خبر من غبر ج ۲ ص ۶۷، تاریخِ ملت ج ۲ ص ۳۹۸ تا ص ۴۱۰، المنتظم من ۲۵۷ ج ۵ ص ۱۳۹)

□ ...... **ماہِ رجب ۲۷۹ھ**: میں عباسی خلیفہ المعتضد باللہ کو خلافت ملی۔

۱۹/ رجب کو اس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی، اس کا پورا نام ابوالعباس احمد بن ابواحمد موفق بن متوکل تھا، معتضد بڑے جاہ وجلال کا بادشاہ تھا، متاخرین خلفائے بنی عباس میں اس کو امتیازی درجہ حاصل تھا، تدبیر وسیاست کے ساتھ اچھے اخلاق کا بھی مالک تھا، اس کا عہدِ حکومت عوام کی فلاح وبہبود، امن وامان، عدل وانصاف میں مشہور تھا، اس نے خلافتِ عباسیہ کے بے روح جسم

میں جان ڈال دی تھی، اس لئے اس کو سفاحِ ثانی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، معتضد کی وفات ۲۱/ ربیعُ الآخر ۲۸۹ھ کو ۴۷ سال کی عمر میں ہوئی، ۹ سال ۹ ماہ ۳ دن خلافت کے فرائض انجام دیئے۔

(المنتظم من ۲۵۷ ج ۵ ص ۱۲۳، تاریخِ ملت ج ۲ ص ۴۱۴ تا ص ۴۲۴)

□...... **ماہِ رجب ۲۸۰ھ:** میں امام ترمذی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کا پورا نام محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ تھا، آپ خراسان کے مشہور شہر ''ترمذ'' کے رہنے والے تھے، اس شہر میں بڑے بڑے علماء ومحدثین پیدا ہوئے، اس لئے اس کو مدینۃ الرجال کہا جاتا تھا، آپ کا سنِ پیدائش بعض کے نزدیک ۲۰۴ھ ہے اور بعض کے نزدیک ۲۰۰ھ ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ نے حجاز، مصر، شام، کوفہ، بصرہ، خراسان، بغداد وغیرہ میں اپنے وقت کے بڑے بڑے شیوخ سے علمِ حدیث حاصل کیا، جن میں امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، احمد بن منیع، محمد بن المثنیٰ، محمد بن بشار رحمہم اللہ جیسے جلیل القدر محدثین شامل ہیں، آپ حیرت انگیز حافظہ کے مالک تھے جس کے واقعات بہت مشہور ہیں، آخری عمر میں اللہ تعالیٰ کے ڈر کی وجہ سے بہت زیادہ رونے کی وجہ سے نابینا ہوگئے تھے، آپ کو یہ شرف وفخر بھی حاصل ہے کہ آپ بعض احادیث میں اپنے استاذ امام بخاری رحمہ اللہ کے بھی استاذ ہیں یعنی چند حدیثیں خود امام بخاری رحمہ اللہ نے آپ سے سنی ہیں، امام ترمذی رحمہ اللہ کی تین کتب آج تک یادگار چلی آرہی ہیں (۱) جامع ترمذی جو کہ صحاحِ ستہ میں بھی شامل ہے (۲) العلل (۳) الشمائل، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک، لباس، کھانے پینے کے انداز وغیرہ کا بہت تفصیلی ذکر ہے۔

(طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۲۸۲، سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۲۷۰، درسِ ترمذی ج ۱ ص ۱۳۰ تا ص ۱۳۴)

□...... **ماہِ رجب ۲۸۶ھ:** میں ابوسعید القرمطی کا ظہور ہوا (تقویمِ تاریخی ص ۲۷)

ابوسعید نے بحرین میں آکر قرامطہ کے مذہب کی علانیہ دعوت دی، اور جو لوگ پہلے خفیہ طور پر قرمطی تھے وہ اب علانیہ آآکر اس کے جھنڈے تلے جمع ہونے لگے، قرامطہ تحریک فرقہ باطنیہ کی ایک شاخ ہے، اس کے عقائد میں بہت سے فلسفیانہ خیالات کی آمیزش ہے، اس کا بانی حمدان قرمط تھا، جو دن رات میں ۵۰ نمازوں کی دعوت دیتا تھا، اس طرح اس نے اپنے پاس ایک آسمانی کتاب کا بھی دعویٰ کیا، ابوسعید نے پہلے ''قطیف'' کے مقام پر قیام کیا، اور پھر بصرہ کا ارادہ کیا، خلیفہ

www.idaraghufran.org

المعتضد باللہ نے بصرہ کے عامل کولکھا کہ بصرہ شہر کے گرد دیوار تعمیر کرائے، ابوسعید نے خلیفہ کے بھیجے ہوئے لشکر کو شکست دے دی، یہ فتنہ بہت پھیلا، آخر کار ۲۹۰ھ میں اس فتنہ کا خاتمہ ہوا۔

(تاریخِ اسلام از اکبر شاہ خان صاحب، ج ۲ ص ۴۸۶ تا ۴۸۸)

□......**ماہِ رجب ۲۹۲ھ**: میں قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کے بیٹے یوسف بن یعقوب بن ابراہیم رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

حدیث اور مسائلِ فقہیہ وقیاس اپنے والد قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں، اپنے والد کی زندگی میں ہی ان کو بغداد کی غربی جانب کا قاضی بنا دگیا تھا (الطبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۳۳۷)

چوتھی صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□......**ماہِ رجب ۳۰۱ھ**: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن مندۃ الاصبہانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابنِ مندۃ کے نام سے مشہور تھے، اسماعیل بن موسیٰ السدی، عبداللہ بن یحییٰ بن معاویۃ الجمحی، محمد بن سلیمان لوین، ابوکریب محمد بن علاء، ہناد بن السری، محمد بن بشار، ابوسعید الاشج اور احمد بن الفرات رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، قاضی ابواحمد العسال، ابوالقاسم الطبرانی، ابوالشیخ، ابواسحاق بن حمزہ، محمد بن احمد بن عبدالوہاب اور اسحاق بن محمد رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں (سیر اعلام النبلاء ۱۴ ص ۱۸۹، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۶۲)

□......**ماہِ رجب ۳۰۵ھ**: میں حضرت ابواسحاق عمران بن موسیٰ بن مجاشع جرجانی سختیانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت ۲۱۰ھ کے لگ بھگ ہوئی، آپ ابنِ مجاشع کے نام سے مشہور تھے، اور جرجان کے محدث کہلائے جاتے تھے، ہدبۃ بن خالد، شیبان بن فروخ، ابراہیم بن المنذر الحزامی، ابن ابی شیبۃ، سوید بن سعید اور ابوالربیع الزہرانی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابراہیم بن یوسف الہسنجانی، ابوعبداللہ الاخرم، حافظ ابوعلی نیشاپوری، ابوعمرو بن نجید، ابوعمرو بن حمدان، ابوبکر اسماعیلی، اور ابواحمد الغطریفی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ کی وفات جرجان مقام پر ہوئی، اسماعیلی رحمہ اللہ نے آپ کو اپنے زمانے کا محدث قرار دیا ہے۔

(سیر اعلام النبلاء ۱۴ ص ۱۳۷، العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۱۱۱، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۶۳)

www.idaraghufran.org

□......**ماہِ رجب ۳۰۶ھ:** میں حضرت ابوعبداللہ احمد بن یحییٰ رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابن الجلاء کے نام سے مشہور تھے، اور صوفیاء کے بڑے مشائخ میں شمار ہوتے ہیں، پہلے آپ بغداد میں رہتے تھے، پھر شام منتقل ہوگئے، اور حضرت ذوالنون مصری اور ابوتراب رحمہما اللہ کی صحبت اٹھائی، محمد بن داؤد فرماتے ہیں: ''عراق، حجاز، شام، جبل کے علاقوں میں میری آنکھوں نے ان جیسی ہستی کوئی اور نہیں دیکھی'' اسماعیل بن نجید فرماتے ہیں: ''دنیا میں صوفیاء کے امام تین ہیں اور ان کا کوئی چوتھا نہیں، نیشاپور میں ابوعثمان، بغداد میں جنید بغدادی اور شام میں ابوعبداللہ بن الجلاء'' آپ فرماتے ہیں: ''اپنے کسی مسلمان بھائی کے حق کو اس وجہ سے ضائع نہ کرو کہ اس کے اور تمہارے درمیان دوستی اور محبت کا رشتہ ہے (اس وجہ سے وہ محسوس نہیں کرے گا) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر مومن کے حقوق ادا کرنا فرض قرار دیئے ہیں، اور مومن کے حقوق وہی ضائع کرے گا جو اللہ تعالیٰ کے حقوق کی رعایت نہ کرے'' (تاریخِ بغداد ج ۲ ص ۴۸۳)

□......**ماہِ رجب ۳۰۶ھ:** میں حضرت ابوعبداللہ احمد بن حسن بن عبدالجبار بن راشد بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۲۱۰ھ کے لگ بھگ ہوئی، علی بن الجعد، یحییٰ بن معین، ہیثم بن خارجہ، ابونصر التمار، احمد بن جناب، امام احمد بن حنبل اور سوید بن سعید رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ میں طلبِ علم کے لئے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی مجلس میں ۲۲۷ھ میں حاضر ہوا، اس وقت ان کی مجلس میں ہیثم بن خارجہ بھی موجود تھے، اور انہوں نے حضرت امام سے سر کے مسح کے بارے میں ایک مسئلہ دریافت کیا، ابوالشیخ بن حیان، ابوحاتم بن حبان، ابوبکر الاسماعیلی، ابواحمد بن عدی، عبداللہ بن ابراہیم الزبیبی، ابوحفص بن زیات، محمد بن المظفر اور علی بن عمر الحربی السکری رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، بغداد میں جمعہ کے دن آپ کی وفات ہوئی۔
(سیر اعلام النبلاء ۱۴ ص ۱۵۲، طبقات الحنابلة ج ۱ ص ۱۴)

□......**ماہِ رجب ۳۰۸ھ:** میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن سفیان النیسابوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ بڑے محدث اور فقہ کے بہت بڑے عالم تھے، مشہور محدث حضرت ایوب بن حسن الزاہد الحنفی

رحمہ اللہ کے شاگرد تھے، اور ابنِ سفیان کے نام سے مشہور تھے، امام مسلم، سفیان بن وکیع، عمرو بن عبداللہ الاودی، محمد بن مقاتل الرازی، موسیٰ بن بصر بالری، محمد بن ابی عبدالرحمٰن المقرئ، محمد بن رافع اور محمد بن اسلم الطّوسی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، آپ ایک طویل مدت تک امام مسلم رحمہ اللہ کی صحبت میں رہے، احمد بن ہارون الفقیہ، قاضی عبدالحمید بن عبدالرحمٰن، محمد بن احمد بن شعیب، ابوالفضل محمد بن ابراہیم اور محمد بن عیسیٰ بن عمرویہ الجلودی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، ابنِ شعیب فرماتے ہیں: ''ہمارے مشائخ میں ابنِ سفیان سے زیادہ عبادت گزار اور عابد کوئی نہ تھا'' محمد بن یزید العدل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ابنِ سفیان مستجاب الدعوات بزرگ تھے'' امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ابنِ سفیان بہت زیادہ عبادت کرنے والے اور امام مسلم رحمہ اللہ کی صحبت میں طویل عرصہ تک رہے'' (سیر اعلام النبلاء ۱۴ ص ۳۱۲)

□......**ماہِ رجب ۳۱۹ھ:** میں حضرت ابوالجعد اسلم بن عبدالعزیز بن ہاشم بن خالد رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ اندلس کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) تھے، اور فقہ مالکی کے بہت بڑے امام تھے، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابان رحمہ اللہ کی اولاد میں سے تھے، طلبِ علم کے لئے ۲۶۰ھ میں نکلے، اور یونس بن عبدالاعلیٰ، ابوابراہیم المزنی، ربیع المرادی، محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم رحمہم اللہ سے کسبِ فیض کیا، اور علم کا بہت بڑا ذخیرہ لے کر واپس لوٹے، اس کے علاوہ آپ مشہور محدث حضرت بقی بن مخلد رحمہ اللہ کی صحبت میں بھی طویل عرصہ تک رہے، ایک بہت بڑی جماعت آپ کی شاگردوں میں شمار ہوتی ہے (سیر اعلام النبلاء ۱۴ ص ۵۴۹)

□......**ماہِ رجب ۳۲۸ھ:** میں حضرت ابومحمد حسن بن علی بن خلف البربہاری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ حنبلی مسلک کے شیخ شمار ہوتے تھے، آپ حق بات کہنے میں کسی کی پرواہ نہ کرتے تھے، اور نہ کسی کی ملامت سے ڈرتے تھے، جو بات کہنی ہوتی صاف کہہ دیتے، آپ فرماتے ہیں: نئی نئی خودساختہ باتوں میں سے جو بظاہر چھوٹی اور معمولی ہیں ان سے بھی بچے، کیونکہ یہی معمولی امور بڑی

www.idaraghufran.org

بڑی بدعات بن جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کلامی بحثیں کرنا بدعت وگمراہی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں جو کچھ خود فرمایا ہے، اس کے ساتھ ذاتِ باری کو موصوف کیا جائے اوراس کی بھی کنہ وحقیقت جاننے کے پیچھے نہ پڑا جائے، قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام اوران کا بھیجا ہوا نور ہے، مخلوق نہیں، اس میں بحث ومباحثہ کرنا کفر ہے۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں: نصیحت کے لئے جو مجلسیں منعقد کی جاتی ہیں اس سے فائدہ کا دروازہ کھلتا ہے، اورمناظرہ کے لئے جو مجلسیں منعقد کی جاتی ہیں اس سے فائدہ کا دروازہ بند ہوجاتا ہے۔

ابوالحسین بن الفراء فرماتے ہیں کہ: ''بربہاری نے دین کے لئے بہت سے مجاہدات اور مشقتیں برداشت کیں، اورمخالفین بادشاہ کے دل میں ان کے خلاف باتیں ڈالتے رہتے تھے، ۳۲۱ھ میں بادشاہ نے ارادہ کیا کہ ان کو گرفتار کیا جائے، تو آپ روپوش ہوگئے، بادشاہ نے آپ کے بڑے بڑے ساتھیوں کو گرفتار کرلیا، اوران کو بصرہ منتقل کردیا، اوراسی روپوشی کی حالت میں آپ کی وفات ہوگئی، اوراپنی بہن توزون کے گھر میں مدفون ہوئے، کہا جاتا ہے کہ جب آپ کو کفن دیا گیا تو آپ کے پاس صرف ایک خادم تھے، اس نے اکیلے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھی، تو آپ کی بہن روشندان سے آپ کے جنازے کا منظر دیکھ رہی تھی، تو اس نے دیکھا کہ سفید رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے مَردوں سے بھرا ہوا ہے اور وہ آپ کی جنازہ پڑھ رہے ہیں، تو وہ یہ منظر دیکھ کر ڈرگئیں، اورخادم کو بلایا اوراس سے پوچھا کہ یہ کون لوگ تھے؟ تو خادم نے قسم اٹھا کر کہا کہ گھر کا دروازہ تو بند تھا اس لئے باہر سے کوئی اندر نہیں آیا، ابوبکر محمد بن محمد بن عثمان، ابنِ بطہ، ابوالحسین بن سمعون رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، ۷۷ سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا۔

(سیر اعلام النبلاء ۱۵ ص ۹۳، طبقات الحنابلة ج ۱ ص ۱۹۱)

□......**ماہِ رجب ۳۳۰ھ**: میں حضرت ابوبکر الصیر فی الشافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

شافعی مذہب کے بہت بڑے امام ہیں، فقہ کی تعلیم حضرت ابوالعباس بن سریج رحمہ اللہ سے حاصل کی، علمِ اصول، قیاس میں مہارت کی وجہ سے بہت مشہور ہوئے، اصولِ فقہ پر آپ کی کتاب بڑی مشہور ہوئی، حضرت ابوبکر القفال رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آپ اصولِ فقہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کے بعد سب سے زیادہ ماہر تھے، ہمارے اصحاب میں علم الشروط کو ترویج دینے والے آپ پہلے شخص

تھے، اس فن میں آپ نے ایک کتاب بھی لکھی ہے۔

(مرآة الجنان وعبرة اليقظان فی معرفة حوادث الزمان لليافعی ج ۱ ص ۳۳۴)

□......**ماہِ رجب ۳۳۹ھ**: میں شیخ الفلسفۃ ابونصر محمد بن محمد بن طرخان بن اوزلغ الترکی الفاربی کا انتقال ہوا۔

فاراب یا فاریاب ماوراء النہر ''موجودہ شمالی افغانستان'' کے شہروں میں سے ایک شہر ہے، تحصیل علم کے بعد بغداد سے حلب آ گیا اور امیر سیف الدولہ کے دربار سے وابستہ ہو گیا، اور آخر عمر تک اس دربار سے وابستہ رہا اور یہاں پر بڑے شرف واعتبار والی زندگی بسر کی، فارابی کو علوم ریاضی میں مہارت تامہ، منطق وفلسفہ میں کامل دستگاہ اور طب میں تفوق حاصل تھا، فارابی نے اپنی ساری زندگی سائنس اور فلسفہ کے مطالعہ میں بسر کی، معلم اول ارسطو کی تمام کتب کا ماہر تھا، اور ارسطو کے فلسفہ کا شارح وترجمان تھا اسی وجہ سے ارسطو کو معلم اول اور فارابی کو معلم ثانی کا لقب دیا گیا ہے، اس کی چند مشہور کتب جن میں اس نے اپنے سائنسی نظریات پیش کئے یہ ہیں: الجوہر، الزمان، المکان، الخلاء، العقل والمعقول، احصاء العلوم وغیرہ۔

(سیر اعلام النبلاء ۱۵ ص ۴۱۸، عیون الانباء فی طبقات الاطباء ج ۱ ص ۳۹۸)

□......**ماہِ رجب ۳۴۰ھ**: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن احمد المروزی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ابوالعباس بن سریج رحمہ اللہ کے بڑے شاگردوں میں شمار ہوتے ہے، علمِ فقہ میں آپ کو بہت اونچا مقام حاصل ہونے کی وجہ سے بغداد کا فقیہ کہا جاتا تھا، شافعی مسلک کے شیخ شمار ہوتے تھے، طویل زمانے تک بغداد میں قیام کیا، اور کئی کتب تصنیف فرمائیں، آخری عمر میں آپ مصر منتقل ہو گئے تھے، اور مصر ہی میں انتقال فرمایا۔

(سیر اعلام النبلاء ۱۵ ص ۴۲۹، العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۱۳۷، تاریخِ بغداد ج ۲ ص ۴۹۴)

□......**ماہِ رجب ۳۵۰ھ**: میں حضرت ابوبکر محمد بن احمد بن خنب بخاری بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ بخارا میں رہتے تھے، اور یہاں کی مستند شخصیت شمار ہوتے تھے، آپ کی ولادت ۲۶۲ھ میں ہوئی، یحییٰ بن ابی طالب، حسن بن مکرم، موسیٰ بن سہل الوشاء، جعفر الصائغ، ابوبکر بن ابی الدنیا اور

ابوقلابہ الرقاشی رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابواحمد الحاکم، اسماعیل بن حسین الزاہد، علی بن قاسم الرازی، احمد بن ولید الزوزنی، ابونصر احمد بن محمد بن ابراہیم البخاری اور محمد بن احمد غنجار رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ کے والد بخارا کے رہنے والے تھے، اور بغداد میں سکونت پذیر تھے، جب آپ کی عمر ۲۰ سال تھی، تو آپ کے والد دوبارہ بخارا منتقل ہوگئے، آپ شافعی مسلک کے بڑے فقہاء میں شمار ہوتے ہیں (سیر اعلام النبلاء ۱۵ ص ۵۲۴)

□......**ماہِ رجب ۳۶۱ھ**: میں حضرت ابوعبدالرحمٰن اسماعیل بن احمد بن عبداللہ ضریر حیری رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

آپ اصلاً نیشاپور کے باشندے تھے، بعد میں بغداد میں سکونت اختیار کرلی تھی، ابوطاہر محمد بن فضل بن محمد بن اسحاق بن خزیمہ، احمد بن ابراہیم عبدوی، حسن بن احمد مخلدی، احمد بن محمد بن اسحاق انماطی، احمد بن محمد بن عمر خفاف، ابوالحسن ماسرجسی، محمد بن عبداللہ بن حمدون، ابوبکر جوزقی، محمد بن احمد بن عبدوس مزکی اور زاہر بن احمد سرخسی رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں (تاریخِ بغداد ج۶ ص ۳۱۳)

□......**ماہِ رجب ۳۶۳ھ**: میں حضرت ابوالحسن محمد بن حسن بن ابراہیم بن عاصم سجستانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ سجستان کے محدث تھے، ''مناقب الامام الشافعی'' آپ کی مشہور کتاب ہے۔

ابنِ خزیمہ، ابوالعباس ثقفی، ابوعروبہ حرانی، مکحول بیروتی، محمد بن یوسف ہروی، ابونعیم بن عدی جرجانی، محمد بن ربیع جیزی اور زکریان احمد بلخی قاضی رحمہ اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، یحیٰ بن عمار واعظ اور علی بن بشری لیثی رحمہما اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص ۳۰۰، تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۹۵۵)

□......**ماہِ رجب ۳۶۴ھ**: میں حضرت ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن اسباط دینوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ آپ ابن السنی کے نام سے مشہور تھے، اور آپ کی ''عمل الیوم واللیلۃ'' مشہور کتاب ہے (طبقات الحفاظ ج۱ ص ۷۶)

□......**ماہِ رجب ۳۶۴ھ**: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن احمد بن محمد بن رجاء نیشاپوری وراق رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: ابنِ مسدد بن قطن، حسن بن سفیان، جعفر بن احمد بن نصر، محمد بن محمد باغندی، سعید بن عبدالعزیز حلبی اور سعید بن ہاشم طبرانی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: ابنِ مندہ اور ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمہم اللہ، امام حاکم رحمہ اللہ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں، کہ آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے، جن کے ہاتھ اور پاؤں سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچتی، اور آپ نے بڑھاپے کی حالت میں طلبِ علم شروع کیا، اور اس کے لئے سفر کئے۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص۱۵۲)

□......**ماہِ رجب ۳۶۸ھ**: میں امام النحو حضرت علامہ ابوسعید حسن بن عبداللہ بن مرزبان سیرافی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کئی مفید کتابوں کے مصنف تھے، اور علمِ نحو میں آپ کو بڑا مقام حاصل تھا، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں، ابوبکر بن درید، ابنِ زیاد نیشاپوری اور محمد بن ابی الازہر رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: علی بن ایوب قمی اور محمد بن عبدالواحد بن رزمہ رحمہما اللہ، آپ کے والد پہلے مجوسی تھے، بعد میں اسلام قبول کرلیا تھا، آپ علمِ نحو کے ساتھ ساتھ، علم قرأت، لغت، فقہ، فرائض اور عروض میں بھی بہت ماہر تھے، ۸۴سال کی عمر میں وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص۲۴۸، تاریخِ بغداد ج۷ص۳۴۱)

□......**ماہِ رجب ۳۶۹ھ**: میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن ابراہیم بن ایوب بن ماسی بغدادی بزار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ابنِ ماسی کے لقب سے مشہور تھے، ابومسلم کجی، ابوشعیب حرانی، احمد بن ابی عوف بزور، خلف بن عروم عکبری، موسیٰ بن اسحاق انصاری، ابوبرزہ فضل بن محمد حاسب، محمد بن علی بن شعیب سمسار، حسن بن علویہ قطان، یحییٰ بن محمد حنائی، جعفر بن احمد بن عاصم دمشقی اور احمد بن علی خزاز رحمہم اللہ آپ کے استاد ہیں، ابنِ رزقویہ، ابوالفتح بن ابی الفوارس، ابوبکر برقانی، ابونعیم اور ابواسحاق برمکی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ کی ولادت ۲۷۴ھ میں ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص۲۵۳، تاریخِ بغداد ج۹ ص۴۰۸)

□......**ماہِ رجب ۳۷۰ھ**: میں حضرت ابوبکر احمد بن محمد بن ہارون بن سلیمان بن علی حربی رحمہ

Idara Ghufran

اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ رازی اور دیبلی کے لقب سے مشہور تھے، جعفر بن محمد فریابی، ابراہیم بن شریک کوفی اور حسنون بن ہیثم دوریری رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، احمد بن علی بن بادا، ابولی بن دوما النعال اور قاضی ابوالعلاء رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ کی ولادت ۲۷۵ھ میں ہوئی، پیر کے دن ۲۱ رجب کو آپ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۵ ص ۱۱۳)

□......**ماہِ رجب ۳۷۱ھ**: میں حضرت ابوعبداللہ حسن بن علی بن حسن بن ہیثم بن طہمان رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابن البادا کے نام سے مشہور تھے، ابوشعیب حرانی، حسن بن علویہ قطان اور شعیب بن محمد ذراع رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، احمد بن علی بن حسن، قاضی ابوالفرج بن سمیکہ اور محمد بن حسین بن حرانی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ کی ولادت ۲۷۴ھ میں ہوئی، عمر کے آخری ۱۵ سال آپ نے اس حالت میں گزارے کہ آپ کی بینائی ختم ہو چکی تھی (تاریخِ بغداد ج۷ ص ۳۸۸)

□......**ماہِ رجب ۳۷۱ھ**: میں حضرت شیخ الاسلام ابوبکر احمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن عباس جرجانی اسماعیلی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ شافعی مسلک کے شیخ شمار ہوتے تھے، آپ کی ولادت ۲۷۷ھ میں ہوئی، ابراہیم بن زہیر حلوانی، حمزہ بن محمد کاتب، یوسف بن یعقوب قاضی، احمد بن محمد بن مسروق، محمد بن یحییٰ مروزی، حسن بن علویہ قطان، جعفر بن محمد فریابی، محمد بن عبداللہ مطین، محمد بن عثمان بن ابی شیبہ، ابراہیم بن شریک اور جعفر بن محمد بن لیث بصری رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، امام حاکم، ابوبکر برقانی، حمزہ سہمی، ابوحازم عبدوی، حسین بن محمد باشانی، ابوسعید نقاش، ابوالحسن محمد بن علی طبری، حافظ ابوبکر محمد بن ادریس جرجرائی، عبدالصمد بن منیر عدل اور عبدالرحمٰن بن محمد فارسی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، ۹۴ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص ۲۹۶، تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۹۵۰)

□......**ماہِ رجب ۳۷۴ھ**: میں مصر کے قاضی حضرت ابوالحسن علی بن نعمانی بن محمد مغربی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ باوجودیکہ ایک بڑے قاضی تھے، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ آپ علمِ ادب، نحو، شعر، ایام الناس وغیرہ کئی علوم میں ماہر تھے، ۴۵ سال کی عمر میں وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۳۶۷)

□......**ماہِ رجب ۳۷۷ھ**: میں حضرت ابوولید ابان بن عثمان بن سعید المبشر بن غالب بن فیض لخمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

محمد بن عبدالملک بن ایمن، قاسم بن اصبغ اور سعید بن جابر رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، اندلس کے شہر قرطبہ میں منگل کے دن آپ کی وفات ہوئی (تاریخ علماء الاندلس ج ۱ ص ۹)

□......**ماہِ رجب ۳۸۲ھ**: میں حضرت ابوحفص عمر بن احمد بن ہارون بن فرج بن ربیع مقری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ابن الآجری کے نام سے مشہور تھے، ابوعمر محمد بن یوسف قاضی، ابوبکر نیشاپوری، محمد بن ابراہیم بن شاہین، عبیداللہ بن عبدالصمد بن مہتدی باللہ، احمد بن علی جوزجانی، محمد بن حمدویہ مروزی، ابوالقاسم بن بکیر، اسماعیل بن عباس وراق، قاضی محاملی اور محمد بن مخلد رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ازہری، خلال، علی بن محمد بن حسین سمسار، عبدالعزیز بن ابی الحسین بن بشران اور تنوخی رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں (تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۲۶۴)

□......**ماہِ رجب ۳۸۶ھ**: میں حضرت ابوالفرج صالح بن جعفر بن محمد بن جعفر بن زیاد بن میسرہ رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ رازی کے نام سے معروف تھے، عبداللہ بن محمد بغوی، ابوبکر نیشاپوری اور احمد بن علی بن علاء جوجانی رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ازہری، عتیقی، ابوعبداللہ صیمری اور ابوالقاسم تنوخی رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، جمعہ کے دن ۵ رجب کو آپ کی وفات ہوئی۔

(تاریخِ بغداد ج ۹ ص ۳۲۲)

□......**ماہِ رجب ۳۸۷ھ**: میں بخارٰی، سمرقند وغیرہ کے امیر ابوالقاسم نوح بن منصور بن نوح بن عبدالملک بن نصر بن احمد کی وفات ہوئی۔

یہ سامانی کے نام سے مشہور تھے، ان کی مدتِ امارت ۲۲ مہینے تھی، ان کے بعد ان کے بیٹے ابوالحارث منصور امیر مقرر ہوئے (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۵۱۴)

□......**ماہِ رجب ۳۹۰ھ:** میں حضرت ابوالحسین محمد بن عبداللہ بن حسین بن عبداللہ بن ہارون دقاق رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

عبداللہ بن محمد بغوی رحمہ اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ میں سرِ فہرست ہیں، محمد بن علی بن مخلد، ابوخازم بن فراء، ابوالقاسم ازہری، محمد بن علی بن فتح اور قاضی تنوخی رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، آپ کی ولادت منگل کے دن ۱۰ صفر ۳۰۴ھ میں ہوئی (تاریخِ بغداد ج۵ ص ۴۶۹)

□......**ماہِ رجب ۳۹۰ھ:** میں حضرت ابوالقاسم عبیداللہ بن عثمان الدقاق رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۳۱۸ھ میں ہوئی، حسین بن محمد بن سعید مطبقی اور قاضی ابوعبداللہ محاملی رحمہما اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ازہری، عتیقی اور محمد بن علی علاف رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، جمعہ کے دن آپ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۱۰ ص۳۷۷)

□......**ماہِ رجب ۳۹۰ھ:** میں حضرت ابوالحسین محمد بن عبداللہ بن حسین بن عبداللہ بن ہارون بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ابنِ اخی میمی کے لقب سے مشہور تھے، ابوالقاسم بغوی، ابوجعفر احمد بن اسحاق بن بہلول، ابوحامد حضرمی، ابنِ صاعد اور اسماعیل وراق رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابوطالب عشاری، ابومحمد بن ہزارمرد اور ابوالحسین بن نقور رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، ۹۰ سال کی عمر میں انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص ۵۶۵)

چوتھی صدی ہجری کے بعد کے چند اجمالی واقعات

□......**ماہِ رجب ۴۲۸ھ:** میں امام قدوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کا نام احمد، کنیت ابوالحسین اور والد کا نام محمد ہے اور قدوری آپ کی نسبت ہے، آپ علم حدیث اور علم فقہ میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے، آپ کی سب سے زیادہ معروف اور مشہور کتاب جو کہ درس نظامی میں شامل ہے وہ ''مختصر القدوری'' ہے، یہ تقریباً بارہ ہزار ضروری مسائل کا بیسیوں کتابوں سے انتخاب ہے اور تصنیف کے زمانے سے لے کر آج تک اس کو پڑھایا جارہا ہے،

قدرت نے اس کتاب کی عظمت کو بہت زیادہ بڑھا دیا ہے، یہاں تک کہ بعض حضرات اس کتاب کے حافظ بھی ہوئے ہیں (ظفر المحصلین ص ۱۸۸ تا ۱۹۰ ملخصاً)

□ ...... **ماہِ رجب ۴۶۷ھ:** میں ''صاحبِ مفصل'' زمخشر مقام پر پیدا ہوئے۔

زمخشر خوارزم کا ایک قصبہ ہے، اس لئے آپ زمخشری کہلاتے ہیں، آپ کا نام محمود، اور لقب جار اللہ اور فخر خوارزم ہے، اور آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے، آپ تفسیر وحدیث، کلام ولغت، معانی وبیان اور خاص کر ادب ونحو کے زبردست امام تھے، بڑے بڑے اہلِ علم حضرات نے آپ کے علم وفضل کا اعتراف کیا ہے (ظفر المحصلین ص ۴۰۴ تا ۴۰۹ ملخصاً)

□ ...... **ماہِ رجب ۴۸۲ھ:** میں شیخ فخر الاسلام ابوالحسن بزدوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ علم دین کے بہت بڑے پہاڑ شمار ہوتے تھے، اس کے علاوہ آپ ایک عظیم مناظر بھی تھے، آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں، جن میں سے اصول فقہ میں آپ کی کتاب اصول بزدوی کے نام سے مشہور ہے (ظفر المحصلین ص ۴۸۵ تا ۴۸۷ ملخصاً)

□ ...... **ماہِ رجب ۵۱۱ھ:** میں صاحبِ ہدایہ رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

آپ کا نام علی، کنیت ابوالحسن اور لقب برھان الدین ہے، اور آپ کے والد کا نام ابوبکر ہے، آپ نے اپنے دور کے ان اساطینِ امت سے علوم کو حاصل کیا تھا جو ہر فن میں مرجع خلائق تھے جن کے ناموں کی ایک طویل فہرست ہے جس کو ''مشیخہ'' کہتے ہیں، ان محترم ومقدس ہستیوں کے فیضان صحبت نے آپ کو کشور علم وفضل کا تاج دار بنا دیا، بعض حضرات کے بقول صاحبِ ہدایہ امام وقت، فقیہ بے بدل، حافظ دوراں، محدث زماں، مفسر قرآں، جامع علوم، ضابطہ فنون، پختہ علم، محقق، وسیع النظر، باریک بین، عابد وزاہد، پرہیزگار، فائق القران، فاضل الاعیان، ماہر فنون، اصولی، بے مثل ادیب اور بے نظیر شاعر تھے علم وادب میں آپ کا ثانی نہیں دیکھا گیا، آپ کی کتابوں میں سب سے زیادہ مشہور کتاب ''ہدایہ'' ہے جو درسِ نظامی میں داخل ہے، یہ ایسی عجیب وغریب کتاب ہے کہ اس کو صحیح طور پر پڑھنے والا کج راہی اور غلط روی کا شکار نہیں ہوسکتا، خود صحیح سوچنے اور دوسرے کے کلام کے صحیح مطلب کے سمجھنے کا جتنا اچھا سلیقہ یہ کتاب پیدا کرسکتی ہے عام کتابوں میں اس کی نظیر مشکل

ہی ملتی ہے، آپ نے یہ کتاب مسلسل تیرہ سال تک اس طرح مصروف رہ کر لکھی کہ (سوائے ممنوع دنوں کے) ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور اس کی بھی کوشش کرتے تھے کہ کسی کو روزہ کی اطلاع نہ ہو، چنانچہ خادم کھانا رکھ کر چلا جاتا اور آپ کسی طالبعلم کو بلا کر کھلا دیتے، خادم واپس آتا اور برتن خالی دیکھ کر خیال کرتا کہ کھانے سے فارغ ہو چکے (ظفر المحصلین ص ۱۹۱، ۱۹۶ ملخصاً)

❑......**ماہِ رجب ۵۱۵ھ یا ۵۱۶ھ:** میں صاحبِ مقاماتِ حریری کا انتقال ہوا۔

آپ کا نام قاسم، کنیت ابو محمد ہے، آپ نہایت ذکی، ہوشیار، فصاحت وبلاغت میں یکتا اور ماہرفن، انشاء پرداز اور ادیب تھے، آپ کی زیادہ مشہور کتاب ''مقاماتِ حریری'' ہے جو درسِ نظامی میں شامل ہے، اس کتاب میں حکیمانہ واقعات کو عاقلانہ اشعار کے انداز میں جمع کیا گیا ہے، مقاماتِ حریری اپنی ہمہ گیرادبیت اور جامع معنویت کی لاتعداد خوبیوں اور خصوصیتوں پر حاوی ہونے کی وجہ سے فضلاء اور ادیبوں کے لئے ہر زمانہ میں محورِ نظر اور مرجعِ التفات رہی ہے (ظفر المحصلین ص ۲۷۶ تا ۲۸۸ ملخصاً)

❑......**ماہِ رجب ۶۳۲ھ:** میں خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ہندوستان و پاکستان کے مسلمانوں کے محسنِ اعظم اور مقتدر روحانی پیشوا، اور امام الطریق تھے، آپ ہی سے ہندوستان میں علومِ معرفت کا افتتاح ہوا، اور سلسلۂ چشتیہ ہندوستان میں آپ ہی سے پھیلا اور ہندوستان میں نوے لاکھ آدمی آپ کے ہاتھ پر اسلام لائے، آپ کے کمالات بحرِ لامتناہی ہیں، آپ نے جس زمانے میں ہندوستان کی سرزمین پر قدم رکھا، یہ وہ زمانہ تھا جبکہ حکومت کا آفتابِ اقبال غروب ہو چکا تھا، شاہانِ نوری غزنوی حکومت پر قابض ہو چکے تھے۔ ہندوستان میں گزشتہ اسلامی حکومتوں کے نقوش اس قدر مدہم پڑ چکے تھے کہ یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا کہ اس ملک میں آگے چل کر مسلمان کبھی ابھر سکیں گے، لیکن آپ کی تشریف آوری کے بعد آپ کے فیوض وبرکات سے ہندوستان اسلام کے نور سے منور ہو گیا، خواجہ بختیار کاکی رحمہ اللہ نے آپ کو ملکُ المشائخ، سلطانُ السالکین، قطبُ الاولیاء، شمسُ الفقراء کے لقب سے یاد کیا (تذکرہ اولیاءِ پاک وہند ص ۹ تا ۲۴ وتاریخِ مشائخِ چشت ص ۱۶۵ تا ۱۷۰ ملخصاً)

□ ...... **ماہِ رجب ۶۷۷ھ:** میں محی الدین ابوزکریا رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ امام نووی کے نام سے زیادہ مشہور ہیں، آپ کی مشہور ومعروف کتاب ''ریاض الصالحین'' ہے، اور صحیح مسلم کی مقبول ومعروف ''شرح نووی'' کے نام سے بھی مشہور ہے، بلکہ علمی حلقوں میں آپ شارح مسلم کی حیثیت سے مشہور ہیں (ظفرالمحصلین ص ۴۷۵)

□ ...... **ماہِ رجب ۹۷۰ھ:** میں علامہ زین العابدین رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابن نجیم کے نام سے زیادہ مشہور ہیں اور فقہ حنفی کے اعتبار سے آپ اہم مقام رکھتے ہیں، آپ کی فقہ میں مشہور کتاب ''البحرالرائق فی شرح کنزالدقائق'' ہے، نیز فقہ حنفی کے قواعد وضوابط میں ''الاشباہ والنظائر'' کے نام سے آپ کی مشہور ومعروف اور بلند پایہ تصنیف ہے جو آپ نے اخیر عمر میں صرف چھ ماہ کی مدت میں لکھی ہے (ظفرالمحصلین ص ۲۲۴)

□ ...... **ماہِ رجب ۱۲۲۵ھ:** میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ مشائخ چشت کے مشہور بزرگ حضرت شیخ جلال الدین کبیرالاولیاء پانی پتی قدس سرہ کی اولاد میں سے ہیں، آپ نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ جیسی جلیل القدر شخصیت سے حدیث کا باقاعدہ علم حاصل کیا، اس کے علاوہ اس وقت کے نامور ولی اللہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمہ اللہ (۱۱۹۵ھ) کے اہم خلیفہ ہوئے، آپ نے کئی کتابیں تفسیر، فقہ وغیرہ کے موضوع پر تحریر فرمائی جو تقریباً تیس سے زیادہ ہیں، تفسیر میں آپ کی مشہور تصنیف ''تفسیر مظہری'' ہے (مقدمہ تفسیر مظہری)

□ ...... **ماہِ رجب ۱۲۳۰ھ:** میں مولانا شاہ عبدالقادر دہلوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی رحمہ اللہ دراصل حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے ہونہار بیٹوں میں سے تھے اور علومِ الٰہیہ کے ممتاز عالم تھے آپ کی ولایت وجلالت پر لوگوں کا عام اتفاق ہے، اپنے علم وعمل، زہد وتواضع، اور حسنِ سلوک میں امتیاز کے مالک ہوئے، ان فضائل کے سبب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں آپ کی محبت پیدا کر دی اور آپ اپنے شہر میں مرجعِ عام بن گئے اور علمِ روایت ودرایت، اصلاحِ نفس، اور روحانی تربیت میں آپ سے رجوع کیا جانے

IdaraGhufran

لگا۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی عنایت یہ تھی کہ آپ کو ہندوستانی زبان میں قرآن کریم کے ترجمہ وتفسیر کی توفیق ملی، جو آج بھی ''موضح القرآن'' کے نام سے معروف ومشہور ہے (تاریخ دعوت وعزیمت ج ۵ ص ۳۸۵ تا ۳۸۷، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ)

□ ...... **ماہِ رجب ۱۳۳۹ھ:** میں مولانا عبداللہ گنگوہی صاحب رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ نے کئی کتابیں تصنیف فرمائیں، مثلاً ''تیسیر المنطق'' جو آپ نے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے حکم سے لکھی تھی یہ کتاب اس وقت درسِ نظامی میں شامل ہے، اس کے علاوہ آپ نے ''تیسیر المبتدی'' نامی کتاب بھی تصنیف فرمائی، جو فارسی کی تعلیم حاصل کرنے والوں کے لئے ابتدائی درجہ کی مفید کتاب ہے، دراصل یہ آپ نے مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی تعلیم کے لئے لکھی تھی، علاوہ ازیں ''اکمال الشیم'' شرح ''اتمام النعم'' (ترجمہ تبویب الحکم) آپ کی علمی یادگار ہے، آپ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ سے مجازِ طریقت تھے (ظفر المحصلین ص ۴۵۴ تا ۴۵۵ ملخصاً)

□ ...... **ماہِ رجب ۱۳۶۲ھ:** میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی پوری زندگی پر نظر ڈالنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صرف دین کے لئے پیدا کیا تھا یوں تو چشمِ فلک نے بڑی بڑی عالم فاضل ہستیاں، بڑے بڑے عابد وزاہد انسان اور بڑے بڑے متقی وتہجد گزار بندے اسی خطۂ ارضی پر دیکھے ہوں گے مگر شریعت وطریقت کا ایک ایسا حسین امتزاج شاید ہی کسی نے دیکھا ہوگا، کوئی صرف عالم ہوتا ہے اور طریقت سے کورا، کوئی محض صوفی ہوتا ہے اور علوم شرعیہ سے ناآشنا مگر حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ ایک ہی وقت میں صوفی بھی تھے، عالم بے بدل بھی، رومیٔ عصر بھی تھے اور رازیٔ وقت بھی، آپ نے جس طرح شریعتِ ظاہرہ کو جہالت وضلالت کی تاریکیوں سے نکالنے کا کام کیا اسی طرح طریقتِ باطنہ کو بھی افراط تفریط کی بھول بھلیوں سے نجات دلائی۔ آپ نے طریقت کو جو ایک زمانہ میں صرف رسوم کا مجموعہ بن کر رہ گئی تھی، زوائد وحواشی سے پاک وصاف کر کے قدماءِ سلفِ صالحین کے مسلک پر لا کھڑا کیا، آپ نے پورے شدومد کے ساتھ اس حقیقت کو ظاہر کیا کہ طریقت میں

شریعت ہے، شریعت سے علیٰحدہ کوئی چیز نہیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو اس دورِ حاضر کے مجدد کے منصب پر فائز فرمایا تھا اس لئے حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے مسلمانوں کے ہر شعبۂ زندگی میں بڑھتی ہوئی تباہیوں اور بربادیوں کو محسوس فرما کر جہاں سینکڑوں اور ہزاروں میل کے سفر طے کر کے اپنے مواعظِ حسنہ ملفوظات اور عام مجالس کے ذریعہ لوگوں کو اپنی اصلاح کی طرف متوجہ کیا وہاں آپ نے اپنی عظیم تصانیف کے ذریعے عوام وخواص کی رہبری فرمائی اوران کو صحیح دین سے آشنا کیا، رسوم وبدعات کی تاریکیوں سے نکالا، اللہ تعالیٰ کے راضی کرنے کے لئے عجیب عجیب نسخے تیار کئے۔نشر واشاعت کے اس دور میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا یہ عظیم اورامتیازی کارنامہ ہے کہ ڈیڑھ ہزار سے زائد تصانیف کو جن کی صرف فہرست ہی سوصفحات سے زائد ہے آپ کے قلم وحقیقت رقم سے نکلی ہیں ہر علم وفن پر تصانیف وتالیفات اس قدر فرمائیں کہ بلامبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ متقدمین ومتاخرین میں اس کی نظیر ملنی مشکل ہے، مسلمانوں کے لئے دین ودنیا کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس پر حضرت حکیم الامت تھانوی کی سیر حاصل مستند ومعتبر تصانیف ومواعظ اورملفوظات نہ ہوں (اکابرِعلماءِ دیوبند ص۳۳ تا ۴۵ ملخصاً)

□......**ماہِ رجب ۱۳۷۴ھ**: میں مولانا محمد اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کا نام محمد اعزاز علی اور لقب اعزاز العلماء ہے، آپ دارالعلوم دیوبند کے ایک عظیم استاد تھے، آپ دوسرے علوم کے ساتھ ساتھ علمِ ادب میں بہت اونچے مقام پر فائز تھے، اسی وجہ سے آپ کو شیخ الادب کہا جاتا ہے، آپ کی عربی کی تصنیف ''نفحة العرب'' آج بھی درسِ نظامی میں شامل ہے، اور یہ کتاب عربی ادب کے ابتدائی اور متوسط درجہ کے لئے بہترین مجموعہ ہے، جدید تالیفات میں اس کو خاص مقام حاصل ہے (ظفر المحصلین ص۳۰۱ تا ۳۰۸ ملخصاً)

فقط۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

www.idaraghufran.org

باسمہٖ تعالیٰ

(آفات وبلیّات سے متعلق چھ وقیع رسائل کا مجموعہ)

زلزلہ، اِستسقاء
قنوتِ نازلہ اور نمازِ گرہن
کے احکام

دنیا میں آفات وبلیات اور زلزلہ کے اسباب وعوامل اور ان سے حفاظت ونجات کا راستہ

دہشت اور خوف کے موقع پر قنوتِ نازلہ پڑھنے

اور خشک سالی کے موقع پر استسقاء کی دعا کرنے اور نماز پڑھنے

اور سورج وچاند گرہن کے موقع پر گرہن کی نماز پڑھنے کے

مفصّل ومدلّل فضائل وفوائد اور مسائل واحکام

مؤلف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران: چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان

www.idaraghufran.org